سلسلۂ صلاح و فلاح 3

# دین کے تین بنیادی اصول اور ان کی شرح

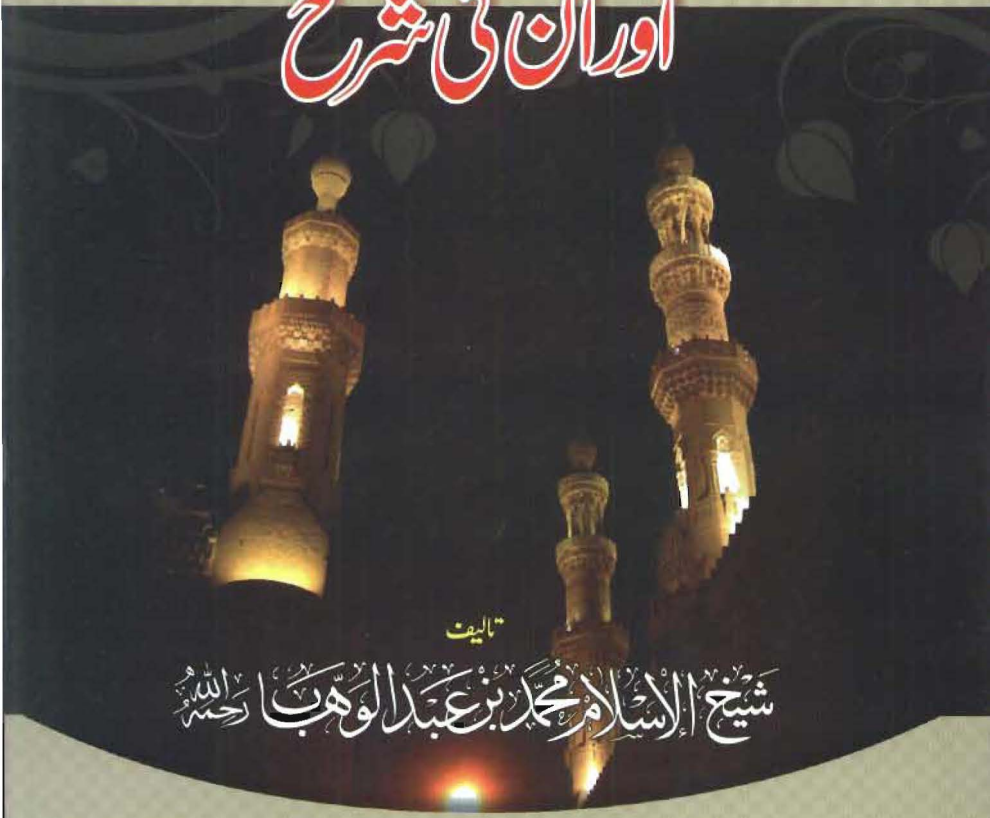



تالیف

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ


شارح

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

مترجم

عبدالقوی لقمان کیلانی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

خطیب جامع مسجد پاکستان ایجوکیشن اکیڈمی۔ دبئی



ناشر مرکز "الکتاب"

550 بلاک 5 - سیکٹر D-1 ٹاؤن شپ - لاہور

برائے رابطہ: 042-5116118 0322-4468539

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

## ❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

**نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں**


ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

# دین کے تین بنیادی اُصول اور ان کی شرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

WWW.KITABOSUNNAT.COM

کتاب ہذا کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب: ..... دین کے تین بنیادی اُصول اور ان کی شرح

مصنف: ..... شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

شارح: ..... شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ

مترجم: ..... عبدالقوی لقمان کیلانی حفظہ اللہ

کمپوزنگ وایڈیٹنگ: ..... سمیع الرحمٰن 0333-4244434

ایڈیشن: ..... اوّل

تعداد: ..... ایک ہزار

ناشر: ..... مرکز الکتاب 5-550۔ڈی ون، ٹاؤن شپ، لاہور

برائے رابطہ: ..... فون: 042-5116118,0322-4468539

نوٹ: یہ کتاب مفت تقسیم کے لیے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# اِنتساب

اللہ رب العزت کی توفیق

اور پھر والدین محترمین کی

دعاؤں سے رفیقۂ حیات کے نام!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# فہرست مضامین


- کلمہ مترجم ..... ۱۱
- شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات ..... ۱۳
- شارح کتاب شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ کی سوانح عمری (ایک جھلک) ..... ۱۷
- بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تشریح ..... ۲۱
- علم اور (کسی چیز کی کنہہ کو) پانے کے مراتب ..... ۲۳
- 'رحمت اور مغفرت' کے درمیان فرق ..... ۲۵


## چار مسائل


- پہلا مسئلہ: 'علم' اور اس سے مراد، بندے کا اپنے رب، اپنے نبیؐ اور دین کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ ..... ۲۶
- دوسرا مسئلہ: 'علم' کے مطابق عمل کرنا ہے۔ ..... ۳۱
- تیسرا مسئلہ: علم و عمل کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے۔ ..... ۳۱
- چوتھا مسئلہ: دوران 'دعوت' آنے والی مشکلات و مصائب پر صبر کرنا ہے۔ ..... ۳۴
  - صبر کی قسمیں ..... ۳۷
  - سورۃ العصر کی تفسیر ..... ۳۷
  - امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول (لَو مَا أنزَلَ اللهُ..... الخ) کا مطلب ..... ۴۰


**وہ تین مسائل جن کو جاننا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے**


- پہلا مسئلہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ..... ۴۲
  - اور اُس نے ہم کو بے کار (اور شتر بے مہار) چھوڑ نہیں دیا ..... ۴۶
  - بلکہ اس نے ہماری طرف (ہدایت کے لئے) اپنا پیغمبر بھیجا ..... ۴۷


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



▣ دوسرا مسئلہ: اللہ تعالیٰ اس بات سے قطعاً راضی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کسی کو بھی اُس کی عبادت میں شریک کیا جائے ..... ۵۱

▣ تیسرا مسئلہ: جس شخص نے اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کی، اور اللہ تعالیٰ کو یکتا تسلیم کرلیا تو اس لئے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دشمنوں (کفار) وغیرہ سے دوستی کرنا قطعاً جائز نہیں .. ۵۴

◉ 'حنیف' ہونے کا مطلب ..... ۵۷

◉ سب سے بڑی چیز، جسے اپنانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا، وہ 'توحید' ہے ..... ۶۲

◉ سب سے بڑی چیز، جسے اپنانے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا، وہ 'شرک' ہے ..... ۶۶

## وہ تین اُصول جن کی پہچان ہر انسان پر فرض ہے

▣ پہلی اصل: 'بندے کو اپنے رب کی پہچان' ..... ۶۹

◉ 'رب' کا مطلب اور اس کی دلیل ..... ۷۵

◉ 'رب' ہی حقیقی معبود ہے، اس کی دلیل اور وضاحت ..... ۷۶

◉ اختصار کے ساتھ عبادت کی قسمیں: ..... ۸۸

▣ پہلی قسم: دُعاء اور اس کی اقسام ..... ۹۲

▣ دوسری قسم: 'خوف' اور وہ تین اقسام پر مشتمل ہے۔ ..... ۹۵

▣ تیسری قسم: رجاء (اُمید) ..... ۹۷

▣ چوتھی قسم: 'توکل' اور یہ چار اقسام پر مشتمل ہے ..... ۹۸

▣ پانچویں قسم: 'رغبت' ..... ۱۰۱

▣ چھٹی قسم: 'رہبت' (ڈر) ..... ۱۰۱

▣ ساتویں قسم: 'خشوع' ..... ۱۰۱

▣ آٹھویں قسم: 'خشیت' اور اس کی پانچ قسمیں: ..... ۱۰۲

▣ نویں قسم: 'انابت' (توجہ) ..... ۱۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


▣ دسویں قسم: 'استعانت' (مدد طلب کرنا) اور اس کی تین قسمیں: ..... ۱۰۴
▣ گیارہویں قسم: 'استعاذہ' (پناہ طلب کرنا) اور اس کی چار قسمیں ..... ۱۰۷
▣ بارہویں قسم: 'استغاثہ' (مدد طلب کرنا) اور اس کی چار قسمیں ..... ۱۱۱
▣ تیرہویں قسم: 'ذبح' (قربانی وغیرہ) اور اس کی تین قسمیں ..... ۱۱۴
▣ چودھویں قسم: 'نذر' ..... ۱۱۶
▣ دوسری اصل: ''بندے کو اپنے دین کی پہچان'' ..... ۱۱۹
◉ 'اسلام' کی تعریف ..... ۱۲۱
◉ 'دین' کے مراتب ..... ۱۲۱
▣ پہلا مرتبہ: 'اسلام' ..... ۱۲۱
◉ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کی گواہی کا مطلب ..... ۱۲۲
◉ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کی گواہی کا مطلب ..... ۱۲۹
◉ نماز وزکوٰۃ کی دلیل اور 'توحید' کی وضاحت ..... ۱۳۳
◉ روزے اور حج کی دلیل ..... ۱۳۵
▣ دوسرا مرتبہ: 'ایمان' ..... ۱۳۷
◉ 'ایمان' کو ستر سے کچھ اُوپر شاخوں میں اکٹھا کرنے کا فائدہ اور اس (ایمان) کے چھ اَرکان ۱۳۷
▣ پہلا رُکن: 'اللہ تعالیٰ پر ایمان' اور یہ چار اُمور کو شامل ہے ..... ۱۳۹
پہلا: اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا ..... ۱۳۹
دوسرا: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان لانا ..... ۱۴۴
تیسرا: اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان لانا ..... ۱۴۷
چوتھا: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا ..... ۱۵۱
اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ثمرات ..... ۱۵۵
▣ دوسرا رُکن: فرشتوں پر ایمان، اور یہ چار اُمور کو شامل ہے: ..... ۱۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہلا: فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا۔ ..... ۱۵۶
دوسرا: اُن کے معلوم شدہ ناموں پر ایمان لانا ..... ۱۵۶
تیسرا: اُن کی معلوم شدہ صفات پر ایمان لانا ..... ۱۵۶
چوتھا: اُن کی معلوم شدہ ذمہ داریوں اور کاموں پر ایمان لانا ..... ۱۵۷
فرشتوں پر ایمان کے ثمرات ..... ۱۵۸
فرشتوں کے جسمانی ہونے کا انکار کرنے والوں کی تردید ..... ۱۵۹
▣ تیسرا رُکن: آسمانی کتابوں پر ایمان اور یہ بھی چار اُمور کو شامل ہے: ..... ۱۶۱
پہلا: ان کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لانا ..... ۱۶۱
دوسرا: اُن کے معلوم شدہ ناموں پر ایمان لانا ..... ۱۶۱
تیسرا: اُن کی صحیح ثابت شدہ خبروں کو سچ ماننا ..... ۱۶۱
چوتھا: اُن کے غیر منسوخ احکام پر عمل پیرا ہونا ..... ۱۶۱
آسمانی کتابوں پر ایمان کے ثمرات ..... ۱۶۲
▣ چوتھا رُکن: رسولوں پر ایمان اور یہ بھی چار اُمور کو شامل ہے: ..... ۱۶۲
رسول سے مراد ..... ۱۶۲
پہلا: اُن کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے برحق رسول ہونے پر ایمان لانا۔ ..... ۱۶۶
دوسرا: اُن کے معلوم شدہ اسمائے گرامی پر ایمان لانا۔ ..... ۱۶۷
تیسرا: اُن کی صحیح ثابت شدہ خبروں کو سچ ماننا ..... ۱۶۸
چوتھا: ہماری طرف بھیجے گئے رسول کی شریعت طاہرہ پر عمل کرنا۔ ..... ۱۶۸
رسُولوں پر ایمان کے ثمرات ..... ۱۶۸
▣ پانچواں رُکن: آخرت کے دن پر ایمان اور یہ تین اُمور کو شامل ہے: ..... ۱۷۰
پہلا: دوبارہ اٹھنے پر ایمان لانا اور اس کی دلیل ..... ۱۷۰
دوسرا: حساب و جزاء (بدلہ) پر ایمان لانا اور اس کی دلیل ..... ۱۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تیسرا: جنت اور دوزخ پر ایمان لانا ..... ۱۷۴
آخرت کے دن پر ایمان کے ثمرات ..... ۱۷۸
دوبارہ اٹھنے کا انکار کرنے والوں کی شرعی، حسی اور عقلی اعتبار سے تردید ..... ۱۷۹
▣ چھٹا رُکن: اچھی اور بُری 'تقدیر' پر ایمان اور یہ بھی چار اُمور کو شامل ہے: ..... ۱۸۹
پہلا: 'علم' (کامل علم) ..... ۱۸۹
دوسرا: 'کتابت' (لکھنا) ..... ۱۸۹
تیسرا: 'مشیت' (مرضی) ..... ۱۹۰
چوتھا: خلق (پیدائش) ..... ۱۹۱
کیا بندے کو اپنے اختیاری کاموں میں، مرضی اور قدرت حاصل ہے؟ ..... ۱۹۱
سات اعتبارات سے اُن لوگوں کی تردید، جو فرائض کو چھوڑ دینے اور گناہ کے کام کرنے پر 'تقدیر' کا سہارا لیتے ہیں ..... ۱۹۳
'تقدیر' پر ایمان کے ثمرات ..... ۱۹۷
'تقدیر' کے بارے میں دو گروہوں کی گمراہی اور اُن کا ردّ ..... ۱۹۹
▣ تیسرا مرتبہ: 'احسان اور اس کی تعریف' ..... ۲۰۱
اللہ تعالیٰ کی عبادت میں 'احسان' سے مراد اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احسان سے مراد ..... ۲۰۲
◉ عبادت، اللہ تعالیٰ سے انتہاء درجے کی محبت اور اُس کے حضور انتہاء درجے کی عاجزی پر مشتمل ہے ..... ۲۰۶
◉ ایک نہایت نفیس فائدہ: 'کہ عبادت کا اظہار کب افضل ہوتا ہے؟' ..... ۲۰۷
◉ تیسری اصل: 'بندے کو اپنے نبی ﷺ کی پہچان' ..... ۲۱۱
◉ نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ..... ۲۱۲
◉ معراج نبوی ..... ۲۱۲
◉ نبی مکرم ﷺ کی ہجرت ..... ۲۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




◉ 'ہجرت' کی تعریف، اس کا حکم اور دلیل ..... ۲۲۵

◉ کافروں کے ممالک کی طرف سفر کرنے اور ان میں ٹھہرنے کا حکم (مکمل بحث) ..... ۲۲۹

◉ نبی مکرم ﷺ کی وفات، حسرت آیات ..... ۲۴۸

◉ یوم بعث (دوبارہ اٹھنے پر) ایمان اور اس کی دلیل ..... ۲۴۸

◉ حساب و کتاب پر ایمان اور اس کی دلیل ..... ۲۵۰

◉ یوم بعث (قبروں سے زندہ اٹھنے) کی تکذیب کا حکم ..... ۲۵۲

◉ رسولوں (علیہم السلام) کو بھیجنے کی حکمت ..... ۲۵۹

◉ سب سے پہلا اور سب سے آخری رسولؑ ..... ۲۶۱

◉ تمام رسولوں (علیہم السلام) کا اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دینا اور شرک سے روکنا ..... ۲۶۲

◉ 'طاغوت' کا (کفر) انکار ..... ۲۶۷

◉ 'طاغوت' کی سب سے عمدہ تعریف ..... ۲۶۴

◉ لوگوں کے اپنے حکام کے ساتھ (مختلف) احوال ..... ۲۶۶

◉ چند بڑے (اور چوٹی کے) طاغوت ..... ۲۶۷

▣ پہلا: ابلیس (شیطان لعین) ..... ۲۶۸

◉ دوسرا: جس کی پوجا کی جائے اور وہ اس پر راضی بھی ہو ..... ۲۶۸

◉ تیسرا: جو لوگوں کو اپنی پوجا پاٹ کی طرف بلائے ..... ۲۶۸

◉ چوتھا: جو غیبی اُمور میں سے کسی بھی چیز کو جاننے کا دعویٰ کرے ..... ۲۶۹

◉ پانچواں: جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم سے ہٹ کر فیصلہ کرے ..... ۲۷۰

▣ خاتمہ .....

ہر قسم کے علم کو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف پھیرنے اور اُس کے نبیٔ برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام کے بارے میں ہے ..... ۲۸۲

حوالہ جات ..... ۲۸۳


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


# کلمہ مترجم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده أما بعد:

زیرِنظر کتاب 'تین بنیادی اُصول اور ان کی شرح' کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔

کتاب ہذا کی اہمیت وافادیت اپنے موضوع سے واضح ہے۔ بنیادی طور پر اس کتاب کی 'شرح' دینی مدارس میں زیرِتعلیم تشنگانِ علمِ دین کی رہنمائی کے لیے لکھی گئی، مگر اب اردو ترجمے کے ساتھ یہ کتاب اپنے علمی وقار اور منطقی وجاہت کو برقرار رکھتے ہوئے طلبا اور عامۃ الناس سب کے لیے یکساں مفید ہی نہیں، بلکہ ضروری بھی ہوگئی ہے۔ اس لیے کہ عقیدے کی اصلاح اور درستگی کے بغیر کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ ہی قابلِ قبول ہے اور نہ ہی باعث اجر وثواب، خواہ وہ عمل ظاہری طور پر کتنا خوشنما کیوں نہ ہو، اور پھر درست اعمال کے بغیر کسی بھی انسان کی اُخروی نجات ممکن نہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس نے مجھے اس کتاب کے ترجمے پر انگیخت دلائی۔

'کتاب ہذا' کے مصنف اور شارح رحمہما اللہ! دونوں ہی کا اندازِ تحریر علمی ومنطقی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک مبتدی طالب علم اور عام آدمی کے مبلغ علم اور ذہنی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے دقیق عبارات والفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے قوسین ( ) میں مزید وضاحت بھی کر دی ہے، اگرچہ یہ اندازِ ترجمہ نگاری کے اُصول کے شاید منافی ہو اور صاحبِ فن آدمی کی نگاہ میں ایک عیب بھی، مگر اس جیسے محتاط موضوع کی کتاب کے ترجمے کے لیے یہ اُسلوب ضروری بھی ہے اور مفید بھی، لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ صرف کتاب کا ترجمہ ہی نہیں بلکہ ترجمے کے ساتھ ساتھ اس کی توضیح بھی ہے۔

اس کتاب کی تدریس کا شرف مجھے شارجہ میں قائم ایک دینی مرکز عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوا،اس وقت مجھے طلبا کی آسانی کے لیے اس کے سلسلہ وار اَسباق کے ترجمے کی ضرورت محسوس ہوئی، جسے بعد ازاں میں مدیر مرکز شیخ احمد مکی ﷾ کے مشورے پر ایک مستقل ترجمے کی شکل دینے پر (بتوفیق اللہ) تیار ہوا، دین کے سلسلے میں یہ معمولی کاوش قارئین کرام کے پیش خدمت ہے، ہر طرح کا کمال اور ہر قسم کی تعریف وستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جب کہ علمی کمی ،نقص اور کوتاہی ضعیف البنیان انسان کی جانب سے ہے ۔ برادران اسلام سے اور خاص طور پر اہل علم وفضل سے استدعا ہے کہ وہ جہاں میرے علم وعمل میں برکت کے لیے دعا کریں وہاں کتاب کے مطالعہ کے دوران ترجمے یا وضاحت کے ضمن میں کسی لغزش یا بھول چوک پر مطلع ہوتے ہی اس کی نشاندہی کر کے عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔

إن أريد إلا الإصلاح وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب

العبد المفتقر إلى الله العزيز المقتدر

عبدالقوی لقمان کیلانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


# شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات

## ❶ نام ونسب

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن محمد بن مشرف بن عمر، جو کہ بنو تمیم قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

## ❷ جائے پیدائش

یہ نابغہ عصر، عالم اجل اور فاضل اکمل، ۱۱۱۵ھ کو، العیینۃ بستی کے ایک نہایت علمی، دیندار اور شریف گھرانے میں پیدا ہوئے آپؒ کے باپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور آپؒ کے دادا بھی اپنے دور میں نجد کے کبار علماء کرام میں سے تھے۔

## ❸ سوانح حیات کے بعض گوشے

آپؒ نے دس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے قرآن حکیم حفظ کرلیا تھا، بعد ازاں 'فقہ' پڑھی، جس میں خاصا رسوخ حاصل کرلیا، آپؒ کی قوت حافظہ پر آپؒ کے والد محترم بھی انگشت بدنداں تھے، بہت زیادہ مطالعہ اور مذاکرہ آپؒ کا دن، رات مشغلہ تھا، خاص طور پر حدیث وتفسیر کی کتب کثرت سے زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ علمی وفنی کتابوں کے اصل متون حفظ کرلینا آپؒ کا طرۂ امتیاز تھا، آپؒ نے طلب علم کے لئے، نجد اور مکہ مکرمہ کے قرب و جوار کے علاقوں میں سفر کئے، اور وہاں کے علمائے دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا اور وہاں کے اہل علم حضرات سے علمی استفادہ کیا، جن میں سرفہرست علامہ الشیخ عبداللہ بن ابراہیم الشمری ہیں، جیسا کہ آپؒ نے موصوف شیخؒ کے فرضی اور معروف بیٹے اور مشہور کتاب (العذب الفائض فی شرح ألفیۃ الفرائض) کے مؤلف الشیخ ابراہیم الشمری سے بھی علمی اکتساب کیا، ان دونوں علمی شخصیات نے آپؒ کو وقت کے مشہور محدث محمد حیات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سندھی رحمہ اللہ کا تعارف کرایا، تو آپ رحمہ اللہ نے محدث موصوف رحمہ اللہ سے علم حدیث اور اسماء الرجال میں علمی مہارت حاصل کی، تو آپؒ کے استاد محترم نے آپؒ کو حدیث کی بڑی اور معتبر کتابوں کو پڑھانے کی اجازت دے دی۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی فہم وفراست اور ذہانت و فطانت سے نوازا تھا، آپ ہمہ وقت دینی اور علمی کتابوں کی تحقیق و تالیف میں مصروف رہتے، اور دوران مطالعہ وتحقیق، جب کوئی دقیق علمی نکتہ سامنے آتا، فوراً اسے ازبر کر لیتے، اور کتابوں کی تدریس وتالیف سے آپؒ کبھی نہیں اکتائے، اس طرح آپؒ نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن القیم رحمہ اللہ کی بہت سی کتابوں کو نئے سرے سے رقم کیا، آپؒ کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے انتہائی قیمتی نسخے بہت سی تعداد میں آثارِ قدیمہ کے عجائب گھروں میں موجود ہیں۔

۱۱۵۳ھ کو جب آپؒ کے والد ماجدؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا تو آپ رحمہ اللہ نے سلف صالحین رحمہم اللہ کے طریق پر اللہ کی مخلوق کو اللہ کی توحید کی طرف دعوت کا، برائی کے خوگر لوگوں کو شر سے روکنے کا اور بدعتی اور بت پرست مشرکین سے نبرد آزما ہونے کا بھرپور انداز سے اور اعلانیہ طور پر بیڑا اٹھایا، اور آپ رحمہ اللہ کی روشن کردہ شمع توحید نے سرزمین حجاز سے باہر کی دنیا کو بھی اس وقت اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کرنا شروع کر دیا جب آل سعود کی حکومت کے نیک سرشت اور توحید پرست والیوں اور حکمرانوں نے، دعوت توحید کے میدان میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا ہاتھ مضبوط کیا، اور یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کی اس پُر آشوب دور میں دعوت توحید کی برکات وثمرات سے آج بھی مسلمانان عالم مستفید ہو رہے ہیں اور تا قیامِ قیامت اِن شاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔ (جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى خَيْرَ الْجَزَآءِ)

## ❷ تالیفات

شیخ الاسلام حضرت محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی تالیف کردہ بڑی مفید کتابیں اور رسائل ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا تذکرہ ہم یہاں کرتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① كتاب التوحيد

② كتاب (كشف الشبهات)

③ كتاب (الكبائر)

④ كتاب (ثلاثة الأصول)

⑤ كتاب (مختصر الإنصاف والشرح الكبير)

⑥ كتاب (مختصر زاد المعاد)

⑦ علاوہ ازیں آپ کے جاری کردہ فتوے اور 'رسائل' بھی ہیں، جو 'جامعۃ الامام محمد بن سعود الریاض، کے زیرنگرانی زیورطباعت سے آراستہ ہو کر 'مجموعۃ مؤلفات محمد بن عبدالوہابؒ' کے نام سے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

## ⑤ رحلت

آپ رحمہ اللہ ۱۲۰۶ھ کو اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ إنّا لله وإنّا إليه راجعون اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہوں آپ پر اور اللہ تعالیٰ آپ کو، اسلام اور اہل اسلام کی خدمت کے بدلے میں بہتر اجر وثواب سے نوازے، بے شک وہ دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے اور تمام تر تعریفات سارے جہانوں کے پروردگار کو سزاوار ہیں۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

أزقلم

الفقير إلى الله

فہد بن ناصر بن ابراہیم سلیمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# اہل اسلام کے لیے عظیم خوشخبری

'مرکز الکتاب کا قیام' سیکولرزم، کمیونزم اور الحاد کی آندھیوں اور بدعات وخرافات کی تاریکیوں میں منبع رشد وہدایت، علم وعرفان کی شمع اور قرآن وسنت کا حسین امتزاج۔

## اغراض ومقاصد

1. اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا حصول
2. پیغام رسالت ﷺ سے 'امت مسلمہ' کو روشناس کرانا
3. قرآن وسنت کی تعلیمات عصری تقاضوں کے مطابق جدید وسائل کو استعمال میں لا کر پھیلانا۔
4. مرکز کے تحت جاری پروگرامز کی آبیاری کے لیے ہر طبقہ اور فکر کے لوگوں کو انگیخت دلانا، تاکہ عصری اور دینی علوم وفنون کے امتزاج سے ایک مثالی اور باکردار معاشرہ وجود میں آ سکے۔ مثلاً دینی علما وسکالرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز، صحافی، قانون دان، یونیورسٹیوں اور کالجوں کے سٹوڈنٹس، سیاست دان، بیوروکریٹس، کاروباری حضرات وجملہ سرکاری آفیسرز شامل ہیں۔
5. علمانی والحادی، منتشر باطل نظریات کا قطع قمع کرنا، اور دین ودنیا میں پیدا شدہ وسیع خلیج کو پاٹ کر مومن کی پوری زندگی کو عبادت وباعث اجر بنانا کہ

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

6. غریبوں محتاجوں، بیواؤں، بیماروں، یتیموں، معذوروں اور دیگر نادار اور بے سہارا بچوں، بچیوں، طلبا وطالبات کے لیے امدادی 'ویلفیئر ٹرسٹ' قائم کرنا کہ ارشادِ باری ہے: ﴿وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# شارح کتاب محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

## سوانح عمری.....ایک جھلک

### نام ونسب

آپ کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن صالح بن محمد بن العثیمین الوھیبی التّمیمی رحمہ اللہ ہے۔

### جائے پیدائش

آپ ۱۳۴۷ھ اور رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ کو عُنیزہ شہر میں پیدا ہوئے۔

### حالاتِ زندگی

آپ نے قرآن حکیم کی تعلیم اپنے نانا بزرگ، عبدالرحمٰن بن سلیمان آل دامغ رحمہ اللہ سے حاصل کی اور کتاب اللہ کو حفظ کرلیا۔ پھر آپ رحمہ اللہ! حصولِ علم کی طرف متوجہ ہوئے، اور خوشنویسی، حساب اور بعض دیگر فنونِ آداب میں دسترس حاصل کی۔

معروف عالم دین الشیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاں زیرِ تعلیم چھوٹی عمر کے طلباء کی تعلیم وتربیت کے لئے دو طالب علموں کو اپنے پاس ٹھہرالیا، جن میں ایک الشیخ علی الصالحی رحمہ اللہ اور دوسرے الشیخ محمد بن عبدالعزیز المطوع رحمہ اللہ تھے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے مؤخر الذکر استاذ سے، اپنے بڑے استاذ الشیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ کی تالیف کردہ دو کتابیں مختصر العقیدة الواسطية اور منهاج السالكين في الفقه اور اسی طرح کتاب الأجرومية والألفية یکے دیگرے پڑھیں۔ نیز آپ رحمہ اللہ نے الشیخ عبدالرحمٰن بن علی بن عودان سے علم فرائض وفقہ پڑھی۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ! نے اکتسابِ علم کے لئے اپنے پہلے اور بڑے استاذ محترم الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی کا دامن تھامے رکھا اور زیادہ تر شرعی علوم وفنون مثلاً توحید، تفسیر، حدیث، فقہ، اُصول فقہ، علم فرائض (وراثت کا علم) مصطلح الحدیث اور نحو وصرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


میں رسوخ حاصل کرلیا۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا اپنے استاذِ محترم الشیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ کے ہاں ایک بڑا مقام تھا، یہی وجہ تھی کہ جب شیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ کے والد محترم اپنے خاندان سمیت ریاض شہر میں منتقل ہوئے تو اپنے فرزند اَرجمند کی اوائل عمری کی بناء پر یہ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا بھی ان کے ساتھ ہی چلا آئے، اس پر الشیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ نے شیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ کے والد محترم کی خدمت میں یہ لکھا، یہ ناممکن ہے ہم تو چاہتے ہیں کہ آپ کا فرزند محمد، علمی استفادے کے لئے یہاں ہمارے پاس ٹھہرا رہے۔

شیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ

''میں اپنے جلیل القدر استاذ کے طریقۂ تدریس، علمی انداز بیان اور ان کی وضاحت کے لئے، مختلف مثالوں اور معانی ومطالب کے ذریعے طلبہ کو اپنے ذہنی معیار کے قریب تر کرلینے کی صلاحیت پر بہت متاثر تھا اور دوسری صفت، جس نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا وہ ان کی اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاقی اقدار تھیں، شیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ یقیناً بڑے بلند کردار وگفتار کے مالک تھے، اور پھر علم کی وسعت اور عبادت کی کثرت نے ان کی وجاہت اور شخصیت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ آپ رحمہ اللہ چھوٹے بچوں سے مزاح اور بڑوں سے مؤدبانہ دل لگی بھی کرلیا کرتے تھے، اور میں نے آپ کی شخصیت کو، حسن کردار میں فائق لوگوں میں پایا ہے۔''

شیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ نے، فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے بھی علمی استفادہ کیا، جو آپ رحمہ اللہ کے دوسرے بڑے استاد مانے جاتے ہیں، آپؒ نے اپنے اس عظیم المرتبت استاذ سے 'صحیح بخاری'، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بعض رسائل اور بعض فقہ کی کتابیں پڑھیں۔

شیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہ میں اپنے استاذ مکرم الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی شخصیت سے ایک تو ان کے 'علم حدیث شریف' کے بارے میں انتہا درجے کے اہتمام و انصرام کی بنا پر اور دوسرے ان کے اخلاق وکردار کی بلندی اور پھر تمام قسم کے لوگوں کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسعت ظرفی جیسی صفات کی وجہ سے از حد متاثر ہوا۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

شیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ ۱۳۷۱ھ کو پہلی بار مستقل طور پر (جامع مسجد میں) مسند تدریس پر متمکن ہوئے، پھر جب ریاض شہر میں جابجا علمی ادارے کھل گئے تو ۱۳۷۲ھ کو آپؒ ان علمی آماجگاہوں کے ساتھ منسلک ہوگئے۔

شیخ موصوف رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

''کہ میں نے علمی دانش گاہ میں، علمی رسوخ کے لئے دوسرے سال میں داخلہ لیا، اور یہ قدم میں نے استاد محترم شیخ علی الصالحي سے مشورے کے بعد اٹھایا، اور بعد ازاں اس سلسلے میں، الشیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ سے بھی اجازت لے لی، اس وقت اس علمی ادارے میں دو مختلف شعبے تھے، ایک عام اور دوسرا خاص۔ میں دوسرے خاص شعبے میں زیر تعلیم تھا، اور اس دور میں یہ سہولت میسر تھی کہ اگر کوئی طالب علم چاہتا تو (اپنی محنت اور قابلیت کے بل بوتے پر) اپنا عرصۂ تعلیم کم کرسکتا تھا، مطلب یہ کہ وہ آئندہ سال کے امتحان کی تیاری چھٹیوں میں (یا دیگر فرصت کے درمیانی اوقات میں) کرکے، دوسرے سال کی پہلی سہ ماہی کا اگر امتحان پاس کرلیتا تو اسے اس کے بعد کے تعلیمی سال میں بیٹھنے کی اجازت ہوتی اور اس طرح سے اس کی مدت تعلیم کم سے کم ہوسکتی تھی۔

دو سال بعد ہی شیخ موصوف رحمہ اللہ فارغ التحصیل ہوگئے اور عنیزۃ بستی کے ایک علمی ادارے میں بطور مدرس متعین ہوئے، وہاں شریعت کالج میں تدریسی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ رحمہ اللہ نے علمی استفادے کا سلسلہ بھی جاری رکھا، اور مزید علمی وسعت اور پختگی کے لئے اپنے مشفق اور مربی استاذ شیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کئے رکھی۔''

پھر جب شیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ اس دنیا کو داغ مفارقت دے گئے، تو شیخ محمد بن الصالحؒ نے بیک وقت عنیزہ کی مقامی لائبریری اور وہاں کی بڑی جامع مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھال لی، اور المعهد العلمي (علمی دانش گاہ) میں تدریس اس کے علاوہ کام تھا، اور پھر اس وقت سے لے کر اپنی حیات مبارکہ کے آخری لمحات تک ایک تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شیخ موصوف رحمہ اللہ نے 'قصیم' شہر میں قائم 'جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی ذیلی شاخ میں کلیۃ الشریعہ اور کلیۃ اُصول الدین میں ایک ساتھ پڑھایا اور دوسرے سعودی عرب کے نامور اور کبار علمائے کرام پر مشتمل مجلس (کمیٹی) کے مستقل رکن رہے۔ نیز علم وعمل کے اس درخشاں ستارے کی اللہ عزوجل کی طرف دعوت کے میدان میں اور اس مقصد کے لئے ہر جگہ داعیان حق کی تعیین وراہنمائی وغیرہ میں بہت بڑا کردار اور بڑی قربانیاں ہیں۔

جزاہُ اللّٰہُ تعالیٰ عنّا وعن جمیع المسلمین خیر الجزآء

شیخ موصوف رحمہ اللہ کے بارے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے آپ کی خدمت میں عہدۂ قضاء پیش کیا، بلکہ اس پر اصرار جاری رکھتے ہوئے شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ نے شیخ موصوف رحمہ اللہ کی إحساء کی شرعی عدالت کے چیف جسٹس کی حیثیت سے نامزدگی کا باقاعدہ آرڈر (حکم نامہ) بھی جاری کردیا، جس پر شیخ موصوف رحمہ اللہ نے معذرت پیش کردی اور اس کے بعد شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کے ساتھ ملاقاتوں اور ذاتی رابطوں کے نتیجے میں اس عہدۂ قضاء کی عدم قبولیت کے بارے میں شیخ موصوف رحمہ اللہ کی معذرت قبول کرلی گئی۔

## تالیفات

شیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ کی علمی میدان میں محنتوں اور کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ان کی تالیف کردہ کتابیں اور رسائل ہیں جن کی مجموعی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے اور یہ آپ کی ساری علمی کاوش عنقریب آپ کے نام پر 'فتاویٰ ورسائل کے مجموعے' میں، جمع کرکے ایک ساتھ شائع کی جائے گی۔..... إن شاء اللّٰہ تعالیٰ

WWW.KITABOSUNNAT.COM

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللهِ الْاِسْلَامَ

بِسْمِ ① اللهِ ② الرَّحْمٰنِ ③ الرَّحِيْمِ ④

''اللہ کے نام کے ساتھ میں (اس کتاب کی قراءت، یا تدریس یا تصنیف کی) ابتداء کرتا ہوں، جو بہت زیادہ مہربان، نہایت رحم والا ہے۔''

■①بِسْمِ: مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کی ابتداء اللہ عزوجل کی کتاب قرآن حکیم کی پیروی کرتے ہوئے بسملة (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کے ساتھ کی ہے، اس لئے کہ 'کتاب اللہ' کا آغاز بھی اسی بسملة کے ساتھ ہوا ہے، نیز اس حدیث کی اتباع کرتے ہوئے ''ہر اہم اور مہتم بالشان کام، جس کی ابتداء بِسْمِ اللهِ کے ساتھ نہ کی جائے تو وہ دم کٹا، نامراد (اور برکت سے خالی) ہوتا ہے۔[1] اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں بھی، اس لئے کہ آپ اپنے رسائل و پیغامات کی ابتداء اسی بسْمَلة سے فرمایا کرتے تھے۔

بِسْمِ میں (ب) حرفِ جار اور (اسم) مجرور ہے جو کہ اپنے سے مؤخر (فعل) اور پھر جو اپنے مقام کے اعتبار سے بھی مناسب (جگہ) پر ہے، سے متعلق ہیں، اس طرح اصل: (مقدر) عبارت یوں ہوگی: بِسْمِ اللهِ اَكْتُبُ اَوْ اُصَنِّفُ ''کہ اللہ کے نام کے ساتھ میں لکھتا ہوں یا تصنیف کرتا ہوں۔''

(اَكْتُبُ اور اُصَنِّفُ) فعل مضارع معلوم صیغہ واحد متکلم۔

اور ہم نے یہاں اس عبارت میں (اسم کی جگہ) فعل کو ہی مقدر مانا ہے اس لئے کہ عمل کے اعتبار سے اصل تو افعال ہی ہوا کرتے ہیں۔ (مطلب یہ کہ انسان سے مطلوب و مقصود اَعمال ہیں جن کی ایک صورت اَفعال ہیں)..... اسی طرح ہم نے اس 'فعل' کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آخر میں بھی اس لئے مقدر مانا ہے تا کہ دو فائدے حاصل ہوں:

① اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بابرکت نام سے ابتداء ہو (نہ کہ فعل سے)

② عبارت میں حَصر (کسی خاص مفہوم میں مقید کرنا) کا فائدہ ہو، اس لئے کہ متعلق کی تقدیم حَصر کا فائدہ دیتی ہے، جیسے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ میں دونوں جگہ مفعول کی تقدیم، حصر وخصوصیت کا فائدہ دیتی ہے اور ہم نے فعل کو یہاں مناسب سمجھتے ہوئے آخر میں مقدر کیا ہے اس لیے کہ...... آخر میں مقدر ہونے کی وجہ سے اور اپنے اَلفاظ کی بناء پر وہ معنیٰ ومراد پر زیادہ (بہتر طور پر) دلالت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم کوئی کتاب پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہوئے یہ الفاظ کہتے ہیں: بِسْمِ اللّٰہِ نَبْتَدِیْ کہ اللہ کے نام سے ہم ابتداء کرتے ہیں تو اس عبارت سے یہ نہیں جانا جاسکتا کہ اللہ کے نام کے ساتھ کس چیز کی ابتداء ہورہی ہے؟ مگر جب ہم یہ الفاظ ادا کریں گے (بسم الله أقرأ یا بسم الله أُصَنِّفُ) تو اپنے اصل معنیٰ ومفہوم پر زیادہ بہتر طور پر دلالت کررہے ہوں گے کہ کس چیز کی ابتداء کی جارہی ہے؟ (لہٰذا آخر میں ان الفاظ کے ساتھ (فعل) کو مقدر ماننا اپنے مقام اور الفاظ دونوں کے اعتبار سے زیادہ مناسب اور دلالت کرنے والا ہے)

▣ ② **اللہ:** لفظ جَلالہ باری تعالیٰ کا عَلم اور (اَعرف المعارف) ہے، یہ وہ (متبوع) اسم ہے، جس کے بقیہ تمام اسماء تابع ہوتے ہیں (مطلب یہ کہ وہ تمام اسماء پر مقدم اور سب کا موصوف ہوتا ہے) جیسا کہ اللہ جل شانہٗ کے اس فرمان میں ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ (ابراہیم:۱،۲)

''یہ ایک کتاب ہے، کہ ہم نے اسے آپ کی طرف اتارا ہے، تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف نکال لائیں، ان کے پروردگار کے حکم سے، اس زبردست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


خوبیوں والے 'اللہ' کے رستہ پر، جس کی ملکیت ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اور تباہی (وہلاکت) ہے کافروں کے لئے ایک سخت عذاب (کے ذریعے) سے۔"

مذکورہ آیت کریمہ میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ لفظ 'جلالہ' (اللہ) یہاں نعت یعنی صفت ہے بلکہ ہم کہیں گے: کہ 'عطف بیان' ہے تا کہ 'لفظ جلالہ' کی حیثیت یہاں تابع ومتبوع یعنی نعت و منعوت والی نہ بن جائے (کہ وہ اپنے سے مقدم کسی موصوف کی صفت کی سی حیثیت اختیار کر جائے بلکہ اس کی حیثیت مستقل عطف بیان کی ہے)

▣ ③ الرَّحْمٰن: یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ان اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسم ہے جس کا اطلاق اس کی ذات کے علاوہ کسی اور پر نہیں ہوسکتا (اور نہ یہ کسی اور کا نام رکھا جاسکتا ہے) اور 'الرَّحمٰن' کا معنی ہے ایسی رحمت سے متصف ذات جو وسیع ہو (یعنی جس کی رحمت کی وسعت کی کوئی انتہاء نہ ہو)

▣ ④ الرَّحِیم: وہ اسم جس کا اطلاق اللہ عزوجل کی ذات پر اور دیگر (مخلوقات) پر بھی ہوسکتا ہے جس کا مطلب ہے ایسی رحمت والا، جس کی رحمت (مرحومین کو) پہنچ جائے۔ اس طرح الرَّحمٰن بمعنی 'وسیع رحمت والا' اور الرَّحیم بمعنی 'رحمت کرنے والا' اپنی رحمت سے (مرحومین) کو ڈھانپ لینے والا' اور جب یہ دونوں ایک ساتھ اکٹھے ذکر ہوں، تو 'الرَّحِیْمُ' سے مراد یہ ہوگا کہ وہ 'اللہ' اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، 'رحمت سے بہرہ ور فرماتا ہے'۔

جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ﴾ (العنکبوت:۲۱)

"وہ عذاب دیتا ہے، جسے چاہتا ہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اسی کی جانب تم (سب) پھیرے جاؤ گے۔"

| |
|---|
| إِعْلَمْ:⑤ "یہ بات جان لیجئے۔" |

▣ ⑤ عِلْم سے مراد کسی چیز کی حقیقت اور کنہہ کو وثوق اور جزم کے ساتھ پالینا (اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی اصل پر پوری طرح مطلع ہوجانا) ہے اور اس ادراک، (پالینے اور جان لینے) کے چھ (۶) درجات ہیں:

① علم: کسی چیز کی حقیقت کو ٹھوس اور پختہ انداز سے پالینا اور سمجھ لینا۔

② جہل بسیط: (کلی جہالت) کلی طور پر فہم وادراک کے فقدان کا نام ہے۔

③ جہل مرکب: کسی چیز کو اس کی اصل (حقیقت) کے برعکس سمجھ لینا، (یہ علم محض کی تقریباً ضد ہے)

④ وہم: کسی چیز (کی حقیقت) کو اس احتمال کے ہوتے ہوئے پانا کہ اس کے برعکس معنی راجح ہو، (بالفاظ دیگر، کسی چیز کے بارے میں ادراک جہاں زیادہ احتمال ہو کہ حقیقت اس کے برعکس ہے)

⑤ شک: کسی چیز کی بابت علم (پانا) جہاں دونوں طرف کا احتمال برابر ہو۔ (مطلب یہ کہ دونوں طرح کے مفہوم برابر کی سطح پر درست ہوسکتے ہیں۔ (جبکہ 'وہم' میں جو کچھ سمجھا گیا ہے اس کے برعکس حقیقت کا احتمال زیادہ راجح ہے اور سمجھے گئے مفہوم کے برعکس مفہوم کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔)

⑥ ظن: (گمان) (یہ تقریباً 'وہم' کی ضد ہے) اور یہ کسی چیز کا ادراک جہاں ضد مرجوح کا احتمال ہو، (مطلب یہ کہ جو چیز سمجھی گئی ہو اسی کا احتمال زیادہ ہو، بنسبت اس کے برعکس چیز کے جبکہ 'وہم' میں جو چیز سمجھی گئی ہے اس کے برعکس چیز کا احتمال زیادہ ہوتا ہے) خوب سمجھ لیجئے۔

اور اصولیوں کے ہاں 'علم' دو قسموں میں منقسم ہے: ① ضروری ② نظری۔

(ا) علم ضروری: یہ ہے کہ جس میں 'معلوم چیز' کی بابت اطلاع پانا لامحالہ اور ضروری ہو کہ انسان اس معلوم فیہ (جس چیز کے بارے میں اطلاع پائی جائے) کی معرفت، بغیر اس میں غور وفکر کئے اور بغیر کسی دلیل کے، حاصل کرنے میں مضطر ہو (کہ اسے اس کی معرفت پائے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو) جیسے آگ کے بارے میں اس حقیقت کا علم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ گرم ہوتی ہے اور جلاتی ہے (اور زہر کے بارے میں یہ علم کہ وہ ہلاک کرتا ہے)

(ب) علم نظری: یہ 'علم ضروری' کے برعکس 'وہ علم' ہے کہ جس میں انسان غور وفکر کرنے اور دلائل کا محتاج ہو، جیسے، یہ جاننا کہ وضوء میں نیت (دل کا ارادہ) واجب ہے۔

رَحِمَكَ اللهُ ⑥ ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے!''

▣⑥ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت بہا دے، جس کے ذریعے آپ اپنے مقصود ومطلوب کو پالیں اور اپنے محذورات (خطرات وگناہوں وغیرہ) سے نجات پا جائیں۔ تو جب اکیلی 'رحمت' مذکور ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) آپ کے سابقہ گناہ معاف فرمائے، آپ کو نیکی کی توفیق مرحمت فرمائے اور آئندہ مستقبل میں پیش آمدہ خطرات اور گناہوں سے بھی آپ کو بچائے رکھے، مگر جب 'رحمت' اور مغفرت دونوں ایک ساتھ ذکر ہوں تو مغفرت سے مراد سابقہ گناہوں کی معافی ہوگی اور 'رحمت' آئندہ مستقبل میں ہونے والے گناہوں سے بچاؤ اور بھلائی کی توفیق کا موجب اور سبب ہوگی۔ (إن شاء الله)

اور یہاں مؤلف (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا یہ انداز اور طرز عمل اپنے مخاطب (اور قارئین کرام) کے حق میں واضح شفقت و رحمت اور ان کی بہتری و بھلائی کے ارادے پر دلالت کرتا ہے (جیسا کہ انہوں نے پُرخلوص دعائیہ کلمات سے نوازا) جزاه الله تعالىٰ خير الجزاء

أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْنَا تَعَلُّمُ أَرْبَعِ مَسَائِلَ ⑦

''کہ ہم (سب مسلمانوں) پر، چار مسائل کا جاننا واجب ہے۔''

▣⑦ یعنی یہ چار مسائل جن کا تذکرہ مؤلف رحمہ اللہ نے یہاں کیا ہے، پورے دین (کی اصل) کو شامل ہیں لہٰذا انکے بہت زیادہ اہم اور منفعت بخش ہونے کی بناء پر انکی معرفت حاصل کرنا اور انکی بابت علم حاصل کرنے کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ (اور وہ چار مسائل یہ ہیں)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الأولى: اَلْعِلْمُ وَهُوَ مَعْرِفَةُ اللهِ تَعَالَى ⑧

پہلا: 'علم' اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل کرنا ہے۔

■ ⑧ یعنی اللہ عزوجل کی دل میں معرفت، جو اس بات کو لازم ٹھہرائے کہ جملہ امور شرعیہ کو نہ صرف انسان دل و دماغ سے قبول کرے، بلکہ عملاً ان کے لئے سرِتسلیم خم کردے، اور اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار بن کر رہے، اسی طرح جو شریعتِ طاہرہ اللہ کے رسول ﷺ لے کر آئے ہیں اس کو اپنے پر اور پھر (اللہ کی زمین پر) نافذ کرے (اور ہر بات میں اسی کو حَکم مانے)

اور مزید یہ کہ بندہ اپنے رب کی معرفت کے لئے اللہ عزوجل کی کتاب میں وارد اور اسی طرح اس کے رسول ﷺ کی سنتِ طاہرہ میں مذکور 'شرعی نظام' پر دلالت کرنے والی آیات و اَحادیث میں غور وخوض کرے، اور ساتھ ہی اس کائنات کے 'کونی نظام' پر مشتمل آیات (جو کہ مظاہر قدرت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے ثبوت پر واضح دلالت کرتی ہیں) کا بھی گہری اور عمیق نظر سے مطالعہ کرے۔ اس لئے کہ انسان.....

جس قدر ان آیات (اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں) میں غور وخوض اور تدبر وفکر کرے گا، اسی قدر اپنے حقیقی خالق ومعبود کی زیادہ معرفت حاصل کرکے اپنے ایمان کو جلاء بخشے گا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے (واضح) نشانیاں ہیں اور تمہاری (اپنی) جانوں میں (بھی) کیا پس تم نہیں (بصیرت کی آنکھوں سے) دیکھتے۔''

وَمَعْرِفَةُ نَبِيِّهِ ⑨ (جَلَّ و عَلَا!)

''اور اس اللہ جل شانہٗ کے نبیؐ کی معرفت اور حقیقی پہچان۔''

■ ⑨ یعنی اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی حقیقی معرفت، جو کہ انسان کو اس بات کا پابند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنا دے کہ جو بھی اللہ کے رسولؐ، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت اور دین حق لے کر آئے ہیں اس کو وہ دل و جان سے قبول کرے، جس چیز کے بارے (خاص طور پر غیبی امور کے متعلق) وہ خبر دیں، اس کو دل سے سچ مانے، جس چیز سے آپؐ روکیں اور خبردار کریں، اس سے کلی اور فوری اجتناب کرے، اور جس چیز کے کرنے کا حکم دیں اس کو من وعن اور فوری طور پر بجا لائے، اسی طرح آپؐ کی شریعت طاہرہ کو عملاً نافذ کرے اور آپؐ کے ہر حکم اور فیصلے کو برضا و رغبت قبول کرے۔"

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

(اے محمدؐ!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تنازعات میں آپؐ کو حَکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کرلیں۔ پھر آپؐ جو فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ پر پوری طرح سر تسلیم خم کردیں۔" (النساء:۶۵) .....اور

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (النور:۵۱)

"اہل ایمان کی بات اس کے سوا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو وہ یہ کہتے ہیں: کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی (دو جہاں کی) فلاح پانے والے ہیں"..... اور

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء:۵۹)

"پھر اگر کسی بات پر تمہارے درمیان جھگڑا پیدا ہو جائے، تو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف پھیر دو، یہی طریق کار بہتر اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور:۶۳)

''تو جو لوگ اس (رسولؐ) کے حکم کے خلاف کرتے ہیں، چاہئے کہ وہ اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی (ناگہانی) آفت آپہنچے یا ان کو دردناک عذاب پکڑ لے۔''

اس آیت کے لفظ 'فِتْنَةٌ' کی تفسیر میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کیا آپ جانتے ہیں کہ 'فتنة' کیا ہے؟ (پھر خود ہی وضاحت فرمائی) کہ فتنہ سے مراد 'شرک' ہے اور شاید کہ وہ جب آپؐ کے بعض فرامین رد کردے، اس وجہ سے کہ اس کے دل میں آپؐ کے فرمان کے بارے میں کوئی میل، کھوٹ، یا ٹیڑھا پن پیدا ہو، تو وہ ہلاک اور تباہ ہوجائے۔ (العیاذ باللہ)

| |
|---|
| وَمَعْرِفَةُ دِيْنِ الاسْلام⑩ ''اور دین اسلام کی حقیقی پہچان۔'' |

■⑩ 'اسلام' کا عام مفہوم یہ ہے کہ انسان (عبد مؤمن) کا اللہ کے حضور جھک جانا، اس کی شریعت کے جملہ احکام کو مانتے ہوئے جو اس (اللہ وحدہٗ لاشریک) نے، جب سے اپنے پیغمبروں کو (منصب رسالت دے کر اس دنیا میں) بھیجنا شروع کیا ہے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے ہیں، یہاں تک کہ قیامت بپا ہوجائے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بہت سی آیات کا ذکر فرمایا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سابقہ ساری کی ساری شریعتیں بھی 'اسلام' یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے جھک جانا اور اس کی اطاعت کے لئے سرِتسلیم خم کرنا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں: (کہ جب وہ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہما السلام اپنے رب کے حضور یہ دعا کررہے تھے) ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرۃ:۱۲۸)

''اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمان بردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت پیدا کر جو تیری فرمان بردار ہو۔''.....الخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور 'اسلام' کا خاص معنی، اللہ کے نبی ﷺ کی بعثت کے بعد، آپ پر ایمان لانے اور جس شریعت کے ساتھ آپ مبعوث فرمائے گئے ہیں، اسے برضا و رغبت تسلیم کرنے کے ساتھ خاص ہے، اس لئے کہ جو دین دے کر آپ بھیجے گئے ہیں، اس نے سابقہ تمام 'ادیان' کو منسوخ کر دیا ہے، تو اس طرح اب جو شخص بھی آپ کی اتباع کرے گا وہ مسلمان ہوگا اور جو مخالفت کرے گا وہ مسلمان نہیں ہوگا، اسی طرح سے پیغمبروں کے متبعین (پیروی کرنے والے) اپنے اپنے پیغمبروں کے زمانے کے اعتبار سے مسلمان ہیں، (نہ کہ وہ اب بھی مسلمان ہیں) لہٰذا یہود مسلمان تھے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں (جو لوگ آپ پر صحیح ایمان لائے تھے) اور عیسائی بھی مسلمان تھے، مگر وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت میں آپ پر صحیح ایمان لائے تھے، لیکن جس وقت آپ ﷺ نبی بنا کر بھیجے گئے، تو جنہوں نے آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا، تو وہ مسلمان نہیں رہے (بلکہ کافر ہیں)

اور یہ 'دین اسلام' وہ دین ہے، جو اللہ جل شانہ کے ہاں محبوب و مقبول اور قبول کرنے والے شخص کے لئے مفید (اور دونوں جہانوں کے لئے کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہے)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۱۹)

''بے شک اللہ کے ہاں (پسندیدہ) دین 'اسلام' ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران:۸۵)

''اور جو شخص 'اسلام' کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا (یا اس کی جستجو کرے گا) تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں انتہائی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

اور یہ 'اسلام' وہ 'دین اسلام' ہے جسے عطاء فرما کر اللہ جل جلالہ نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدۃ:۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے 'دین' کو مکمل کر دیا ہے اور (ساتھ ہی) میں نے تم پر اپنی (اس عظیم) نعمت کو بھی پورا کر دیا ہے (اور وہ اس طرح کہ) میں نے تمہارے لئے 'اسلام' کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔''

بِالأَدِلَّةِ⑪ ''(دلائل کی روشنی میں) دلائل کے ساتھ۔''

⑪ لفظ أدِلة دلیل کی جمع ہے اور دلیل وہ ہے جو کہ مطلوب ومقصود کی طرف راہنمائی کرے اور ان مذکورہ امور کی معرفت کے سَمْعی دلائل بھی ہیں اور عقلی دلائل بھی، 'سمعی دلائل' تو وہ ہیں جو وحی الٰہی (کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ) سے ثابت شدہ ہوں اور جہاں تک 'عقلی دلائل' کا تعلق ہے تو یہ وہ ہیں، جو تامل اور غور وفکر سے حاصل ہوتے ہوں، اللہ عزوجل نے اپنی 'محکم' کتاب میں اس قسم کے (دلائل عقلیہ) کا بھی کثرت سے تذکرہ فرمایا ہے، تو کتنی ہی تعداد میں ایسی آیات کریمہ موجود ہیں، جن کے آغاز میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ ''اور اس کے مظاہر قدرت میں سے یہ بھی ہے اور یہ بھی چیز ہے۔۔۔الخ''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے مظاہر قدرت پر دلالت کرنے والی آیات کریمہ کو (جابجا) ذکر کیا ہے اور جہاں تک اللہ کے نبی ﷺ کی معرفت کے حصول کے لئے 'سمعی دلائل' کا تعلق ہے تو اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ (الفتح:۲۹)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران:۱۴۴)

''اور محمد ﷺ نہیں ہیں، مگر اللہ کے رسول، آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول ہو گزرے ہیں۔''

اور عقلی دلائل کے ساتھ اللہ کے نبی ﷺ کی معرفت اور آپ تک رسائی ان آیات بینات میں غور وفکر اور تامل وتدبر کرنے سے حاصل ہو گی، جنہیں آپ ﷺ منجانب اللہ تعالیٰ لائے ہیں، جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی کتاب، قرآن حکیم میں عظمت والی گردانی گئیں اور جو حقیقت پر مبنی، منفعت بخش خبروں اور سیدھے انصاف پر قائم، خیر خواہی کے احکامات پر مشتمل ہیں۔ نیز ان خوارقِ عادات (معجزات و علامات نبوت) اور جملہ غیبی امور کے ذریعے بھی، جو خود آنحضور ﷺ نے بیان فرمائے اور وحی الٰہی کے بغیر ان کا وقوع پذیر ہونا ناممکن ہے، اور ان دیگر امور کے ذریعے جو آپ ﷺ کی ہستی سے صادر ہوئے اور زبان نبوت نے ان کی تصدیق کی۔

| |
|---|
| الثَّانِيَةُ: اَلْعَمَلُ بِهٖ⑫ ''دوسرا مسئلہ اس 'علم' کے مطابق 'عمل' کرنا۔'' |

⑫ یعنی وہ 'عمل' جس کا یہ (حاصل کی گئی) 'معرفت' تقاضا کرتی ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی ذات پر ایمان لاکر اور ہر قسم کی عبادات خواہ متعدیہ ہوں یا خاصہ، ان میں اللہ تعالیٰ کے جملہ اوامر کو بجالاتے ہوئے اور نواہی (منکرات) سے باز آکر اس کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کو قائم و دائم رکھنا۔

❶ عبادات خاصہ: جیسے، نماز، روزہ، حج وغیرہ۔

❷ عبادات متعدیہ: جیسے أمر بالمعروف ونھی عن المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا)، اللہ کی راہ میں جہاد یا جو اس کے مشابہ اعمال ہیں۔

......اور 'عمل' حقیقت میں 'علم' کا پھل ہے، تو جو شخص بغیر علم و معرفت کے 'عمل' کرے وہ عیسائیوں کے مشابہ ہوگا اور اس کے برعکس جو شخص (کسی چیز کی بابت) علم و معرفت پالے مگر اس کے مطابق 'عمل' نہ کرے تو وہ یہودیوں کے مشابہ ہے۔

| |
|---|
| الثَّالِثَةُ : الدَّعْوَةُ اِلَيْهِ⑬ |
| تیسرا مسئلہ اس 'دین اسلام' کی طرف دعوت دینا۔ |

⑬ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس شریعت طاہرہ کی طرف دعوت جسے رسول اللہ ﷺ لے کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آئے ہیں، ان تین یا چار مراتب (اور اصول) کی روشنی میں، جن کا ذکر اللہ عزوجل نے اس آیت کریمہ میں کیا ہے: ﴿اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل:۱۲۵)

''اپنے پروردگار کے رستے کی طرف (کامل) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ (لوگوں کو) دعوت دو اور (ضرورت کے وقت) ان سے بحث مباحثہ کرو، اس انداز سے جو نہایت اچھا اور عمدہ ہو''.....اور

چوتھا اصول اپنے اس فرمان میں ذکر فرمایا:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْا أَهْلَ الْكِتٰبِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾

''اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے نہایت اچھے انداز سے بحث و مباحثہ کیا کرو، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کا ارتکاب کیا۔'' (العنکبوت:۴۶)

اور اس دعوت کے کاز کے لئے اللہ کی شریعت طاہرہ سے آگاہی بہت ضروری ہے، تاکہ دعوت و تبلیغ کا یہ کام علم و بصیرت کی روشنی میں سرانجام پائے، اللہ جل شانہ کے اس فرمان کی بناء پر ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (یوسف:۱۰۸)

''(اے نبی!) کہہ دو! یہ میری راہ ہے میں اللہ کی (راہ کی) طرف سمجھ بوجھ کر بلاتا ہوں، میں (خود) اور وہ بھی جو میرا پیروکار (اُمتی) ہے، اور اللہ (کی ذات) پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

آیت کریمہ میں مذکور یہ بصیرت ایک تو اس بات میں ہو، جس کی طرف وہ (داعی) دعوت دے رہا ہے، مطلب یہ کہ داعی شرعی حکم سے خوب واقف ہو اور دوسرے یہ کہ وہ 'دعوت' دینے کی کیفیت اور اس کے طرق سے واقفیت رکھتا ہو، اور تیسرے یہ کہ وہ مدعو (جس کو دعوت دے رہا ہے) کی نفسیات خوب جانتا ہو (یعنی اس کے مزاج اور 'مبلغ علم' وغیرہ سے آگاہی رکھتا ہو اور اس کے روحانی مرض سے بھی جس کی وہ تشخیص کرنا چاہتا ہے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت وتبلیغ کے بہت سے میادین (اور وسائل وذرائع) ہیں جن میں سے (چند) یہ ہیں:

① خطابت کے ذریعے ② محاضرات (لیکچرز) کے ذریعے

③ مقالات (اور مضامین) وغیرہ لکھ کر ④ علمی مجالس اور حلقوں کا انعقاد کر کے

⑤ اور ان ہی میں تصانیف وتالیفات کے ذریعے سے دین کی نشر واشاعت کرنا بھی شامل ہیں۔

ان وسائل وذرائع میں سے خاص طور پر ایسی مجالس کا انعقاد بھی ہے، جن کی غرض وغایت اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا ہوتا ہے، لہٰذا جب انسان کسی ایسی مجلس میں بیٹھتا ہے، تو اس وقت وہ اللہ جل شانہ کے دین کی طرف دعوت کے کاز میں شریک ہوتا ہے، تو اسے چاہئے کہ وہ اس (وظیفۂ رسل) کی ادائیگی کے وقت (مدعوین کے ساتھ) ایسا رویہ اور انداز رکھے جس میں نہ کوئی اکتاہٹ ہو اور نہ (دوسروں کے لئے) بوجھ۔

اور ایک داعیہ (دعوت دینے والا) اس ہدف (اور طریق کار) کو اس طرح سے حاصل کر سکتا ہے کہ وہ مجلس کے شرکاء پر ایک علمی مسئلہ پیش کرے، پھر اس پر مناقشہ (علمی مباحثہ) شروع ہو جائے اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ علمی مناقشہ اور علمی سوالات وجوابات، (اور آپس میں علمی تبادلہ) اس شریعت طاہرہ کو سمجھنے اور سمجھانے میں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ ایک بڑا (مؤثر ذریعہ اور) طریقہ ہے ..... اور بسا اوقات یہ طریق کار خطبہ دینے یا براہ راست تقریر وغیرہ کرنے سے بہتر اور فوری مثبت نتائج سامنے لاتا ہے جیسا کہ یہ بات (شواہد وتجربات سے) واضح ہے۔

☜ ..... اللہ عزوجل کے دین کی طرف دعوت یہ انبیاء ورسل علیہم السلام کا وظیفہ اور ان کے نیکو کار، پیروکار اہل ایمان کا طریقہ رہا ہے، تو جب انسان اپنے حقیقی معبود کو، اپنے نبی کو، اور اپنے سچے دین کو پہچان لے اور اللہ جل شانہ اس پر، ان کی کامل معرفت کی توفیق اَرزاں عطا فرمانے کا احسان فرما دے تو (اس پر اس عظیم نعمت کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ) وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دے کر ان کو (گمراہی اور اللہ کے عذاب سے) بچانے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پوری کوشش کرے، اور ان کو خیر اور بھلائی کی خوشخبری دے...... جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خیبر (کی جنگ) کے دن کہا تھا:

''کہ نرمی اور باوقار انداز سے چلتے رہیئے، یہاں تک کہ تم ان (یہودیوں) کے پاس میدان میں پہنچ جاؤ، پھر تم ان کو اسلام کی طرف بلاؤ اور (خاص طور پر) ان کو اللہ تعالیٰ کے اس 'حق' کی بابت خبر دو، جس کی ادائیگی ان پر واجب ہے (اور یاد رکھو!) اللہ کی قسم! کہ اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے کسی ایک آدمی کو ہدایت سے سرفراز فرما دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔''(۲) [اس حدیث کی صحت پر محدثین رحمہم اللہ کا اتفاق ہے]

اور صحیح مسلم کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے:

''جس شخص نے (کسی کی) سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کی تو اس کو وہ ہدایت (راہنمائی) قبول کرنے والے شخص کے برابر اجر وثواب ملے گا اور ان (سب) کے اجر وثواب میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی (اسی طرح) جس شخص نے گمراہی کی طرف (کسی کو) بلایا، تو اس پر اس گمراہی کی پیروی کرنے والے پر جتنا گناہ کا بوجھ ہوگا، اور ان (سب) کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔''(۳)

اور صحیح مسلم کی ہی روایت میں آنحضور ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَہٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِہٖ»(۴)

''جس شخص نے (کسی کی) بھلائی (اور نیکی) کی طرف راہنمائی کی تو اس کو اس نیکی کا کام کرنے والے کی مثل اجر ملے گا۔''

## الرابعة: الصَّبْرُ عَلَی الأَذٰی ⑭

''چوتھا مسئلہ: تکالیف ومصائب پر صبر واستقامت۔''

▣ ⑭ صَبْر یعنی نَفْس (اپنے آپ) کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر روک لینا، اور اللہ کی نافرمانی سے اس (نفس) کو بند کر لینا، (یعنی بچا لینا) اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر، ناراضگی سے بھی اس (نفس) کو روکے رکھنا تو (اس طرح) ایک 'صابر' شخص اپنے نفس (جی) کو ناراض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے سے، تنگی و اکتاہٹ، (اور غصے اور مایوسی وغیرہ) سے بچائے رکھتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت کے دوران اسے تکالیف و مصائب پہنچائی جائیں، تب بھی وہ (انتہائی مطمئن اور) ہمیشہ ہوشیار اور چاک و چوبند رہتا ہے، اس لئے کہ دعاۃ الخیر (بھلائی اور دین کی طرف بلانے والوں) کو ستانا اور تکلیف دینا، آدمی کی طبیعت اور مزاج میں سے ہے، سوائے اس خوش نصیب کے، جسے اللہ (شروع سے) ہدایت سے سرفراز فرما دے۔ اللہ تعالیٰ (اپنے کلام میں) اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَأُوْذُوْا حَتّٰى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾ (الانعام:۳۴)

''اور تحقیق تجھ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا، تو انہوں نے اس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔''

اور یہ ستانا اور تکلیف دیا جانا جس قدر زیادہ سخت ہوگا اسی قدر اللہ کی نصرت قریب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مدد، اس چیز کے ساتھ خاص نہیں کہ انسان لامحالہ اپنی زندگی میں مدد دیا جائے اور اپنی اس دعوت کے آثار و نتائج وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ واقعی اس کی دعوت بارآور ہوئی ہے، بلکہ یہ مدد آتی ہے، خواہ اس کے مرنے کے بعد آئے (اور اس کی صورت یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ اس داعیہ کی تاثیر اپنی مخلوق کے دل میں ڈال دے اور وہ اسے قبول کرلیں، اس پر ثابت قدم رہیں اور مضبوطی سے قائم رہیں، تو یہ بھی اس داعی کی مدد ہی سمجھی جائے گی، اگرچہ وہ اب اس دنیا سے چلا گیا ہے۔ لہٰذا.....

ایک داعی پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی دعوت پر ثابت قدم رہتے ہوئے اسے جاری و ساری رکھے۔ اللہ کے دین کی طرف جو وہ دعوت دے رہا ہو اس پر صابر رہے اور اس دعوت کے دوران اسے خود یا اس کے اس مشن (دعوت) کو بھی جن کٹھن حالات کا سامنا ہو انہیں برداشت کرتے ہوئے صبر کا دامن کسی حال میں بھی نہ چھوڑے..... اور دیکھئے! یہ ہیں وہ اللہ کے پیغمبر علیہم الصلاۃ والسلام جنہیں (اللہ کے رستے میں قولاً اور فعلاً ہر دو اعتبار سے) ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿كَذٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِيْنَ مِنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


قَبْلِهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ (الذاریات:۵۲)

''یوں ہی ہوتا رہا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسولؑ ایسا نہیں آیا، جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر (جادوگر) ہے یا مجنوں (دیوانہ)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے، مجرموں (گناہ گاروں) میں سے دشمن (اور مخالف) بنائے''..... (الفرقان:۳۱)

مگر داعیہ (دعوت دینے والے) پر یہ ضروری ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کا صبر و اِستقامت سے سامنا کرے اور اللہ عزوجل کا اپنے رسول سے یہ فرمانا (ہمہ وقت) اپنے پیش نظر رکھے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيْلًا﴾ (الدہر:۲۳) ''بے شک ہم نے (ہی) اس قرآن کو آپؐ پر (تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت و مصلحت) نازل کیا ہے۔'' (اس آیت کریمہ کے بعد ظاہری طور پر) اس بات کا انتظار تھا کہ یوں کہا جاتا: «فَاشْكُرْ نِعْمَةَ رَبِّكَ» ''لہٰذا تم اپنے پروردگار کی اس نعمت کے بدلے شکر بجالاؤ'' لیکن اللہ عزوجل نے اس کے بجائے یہ فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ (سورۃ الدھر:۲۴)

''پس تم اپنے پروردگار کے (اس) حکم کی خاطر صبر و اِستقامت کا مظاہرہ کرو۔''

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اس قرآن کی دعوت کو لے کر اٹھے گا تو لامحالہ اسے اس راہ عزیمت میں مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا خواہ وہ کیسی ہوں اور ان پر قابو پانے کے لئے وہ صبر کی قوت کا محتاج بھی ہوگا، آپ اس سلسلے میں اللہ کے نبی ﷺ کے حالات کی طرف نظر اٹھائیں جب آپؐ کی قوم نے آپؐ کو مارا اور مار مار کر آپؐ کا خون بہا دیا، آپؐ اس حال میں تھے کہ اپنے چہرۂ انور سے خون صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: «اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ»[۵] ''الٰہی! میری قوم کو معاف فرما دے اس لئے کہ وہ جانتے نہیں ہیں (کہ میں ان کا سچا خیر خواہ ہوں)۔ لہٰذا ایک داعیہ پر یہ لازم ہے کہ وہ صبر کرنے والا (اور ان مصائب و آفات پر اپنے اللہ سے) اجر و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ثواب کی اُمید رکھنے والا ہو.....اور آگے

**صبر کی تین قسمیں ہیں:**

1. اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر صبر (کہ وہ اپنے آپ کو اللہ جل شانہ کی اطاعت پر ثابت قدم رکھے)
2. اللہ تعالیٰ کے محارم (یعنی حرام کردہ چیزوں) سے اپنے آپ کو باز رکھے اور پھر اس پر پوری طرح کاربند رہے۔
3. اللہ تعالیٰ کی تقدیر (اور فیصلوں) پر اپنے آپ کو راضی رکھے، خواہ یہ اس کے بندوں میں سے کسی کی براہ راست دخل اندازی یا 'کسب' (کمائی) کے بغیر ہو، یا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کے ذریعے کوئی ایذا (تکلیف) یا زیادتی کو جاری کردے۔ (اور اس طرح اپنے صابر بندے کو اجر وثواب سے نواز دے)

وَالدَّلِيْلُ قَوْلُه تَعَالٰى: ﴿وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ⑮

''اور ان مسائل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''زمانے کی قسم، کہ انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''

▣ ⑮ مطلب یہ کہ ان مذکورہ چاروں مسائل کے ثبوت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (سورۃ العصر) ہے۔

**وَالْعَصْرِ:** اللہ عزوجل نے اس سورۃ میں 'العصر' کی قسم کھائی ہے اور 'العصر' سے مراد زمانہ (اور وقت ہے) جو کہ خیر وشر کے حوادثات کا محل (جگہ) ہے۔ تو اللہ جل شانہ نے اس زمانے (اور وقت) کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا ہے، کہ ہر انسان واضح گھاٹے اور نقصان میں جارہا ہے سوائے اس کے جو ان چار صفات سے متصف ہو اور وہ چار صفات یہ ہیں: ایمان، عمل صالح، حق بات کی ایک دوسرے کو نصیحت اور ایک دوسرے کو 'صبر' کی تلقین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: 'نفس سے جہاد' کے چار (۴) درجات ہیں:

☜ **پہلا:** کہ انسان اس نفس کو ہدایت اور دین الٰہی سیکھنے پر تیار کرے، وہ سچا دین کہ اس کے بغیر انسان کے لئے نہ دنیا و آخرت میں کامیابی ہے، نہ اس کی معاش و معیشت میں کوئی سعادت مندی ہے اور نہ آخرت میں کوئی سرخروئی ہے۔

☜ **دوسرا:** دوسرا درجہ یہ ہے کہ جو کچھ اس نے 'دین حق' کی بابت سیکھا ہے اس پر عمل کے لئے اپنے 'نفس' سے جہاد کرے، (یعنی علم کے مطابق ٹھوس انداز سے عمل ہو اور کوئی مداہنت نہ ہونے پائے)

☜ **تیسرا:** کہ وہ اس 'دین حق' کی طرف دعوت کے لئے اور جسے علم نہیں، اس کو 'تعلیم' سے آراستہ کرنے کے لئے اپنے نفس (یعنی خود) کو تیار کرے، (اور اس بارے میں کوئی سستی اور غفلت نہ برتے)

☜ **چوتھا:** کہ اس 'نفس' کو صبر و استقامت کا خوگر بنائے، نیز اللہ کی طرف دعوت دینے پر آنے والی مشکلات اور مخلوق کی ایذا اور مخالفتوں کو 'صبر' کی قوت سے برداشت کرے، اور یہ سب کچھ صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی رضا کے لئے سہے، تو جب اس نے (جہاد نفس کے) ان چار مراتب کو مکمل کرلیا، تو وہ ربانیین (رب کے حقیقی اور مقرب بندوں) میں سے ہوجائے گا۔

پس اللہ عزوجل نے اس سورۂ مبارکہ میں 'العصر' (زمانے) کی قسم اس بات پر کھائی ہے، کہ کائنات کا ہر انسان (اور ہر دور کا انسان) خواہ اس کا مال و اولاد اور قدر و منزلت کتنی زیادہ بڑھ جائے، وہ بہرحال مسلسل نقصان اور گھاٹے میں ہے، ہاں جو شخص اپنے اندر ان چار صفات کو جمع کرلے (تو وہ اس نقصان سے مستثنیٰ ہے)

☜ **پہلی صفت:** (اللہ جل شانہ پر ایمان) اور یہ ایمان ہر اس صحیح عقیدے اور منفعت بخش 'علم' کو شامل ہے جو مؤمن کو اللہ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کے قریب کردے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☜ **دوسری صفت:** (عمل صالح) اور یہ ہر وہ 'قول' یا 'فعل' ہے، جو بندۂ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب کردے (اس شرط کے ساتھ) کہ کہنے والا یا ادا کرنے والا شخص ایک تو اللہ جل شانہ کے لئے مخلص ہو اور دوسرے وہ حضرت محمد ﷺ کی (اس قول و فعل میں پوری طرح) اتباع کرنے والا ہو۔

☜ **تیسری صفت:** (آپس میں حق بات کی نصیحت) اور یہ نصیحت بھلائی اور نیکی کے کام پر اکسانے اور اس میں رغبت دلانے کے لئے ہو۔

☜ **چوتھی صفت:** (آپس میں صبر واستقامت کی نصیحت) کہ ہر کوئی اپنے دوسرے بھائی کو اللہ تعالیٰ کے جملہ احکامات کی پیروی پر قائم رہنے اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری فیصلوں پر راضی رہنے کی تلقین کرے۔

☜ ......حق بات کی نصیحت اور صبر واستقامت کی ایک دوسرے کو تلقین، یہ دونوں اوصاف اَمْر بِالمَعْرُوفِ اور نَھْی عَنِ المُنْکَر کے ضمن (ذیل) میں آتے ہیں، اور یہی وہ دونوں (دعوت و تبلیغ کے) اصول ہیں جن کی بناء پر اس امت مرحومہ کا ثبات، اس کی بقاء اس کی فتح و نصرت اور شرف و عزت کا حصول ممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی خاطر اٹھائی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

قَالَ الشّافِعِیُّ رحمه الله تعالیٰ ⑫

''امام شافعیؒ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے کہتے ہیں۔''

▣ ⑫ امام شافعیؒ کا پورا نام و نسب یہ ہے: ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع۔ آپ اصلاً ہاشمی اور قریشی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپؒ کی کنیت ابوعبداللہ ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ غزہ کے علاقے میں ۱۵۰ ہجری کو پیدا ہوئے اور 'مصر' میں ۲۰۴ ہجری کو وفات پا گئے آپؒ چار (مشہور) ائمہ کرام میں سے ایک ہیں۔ (سب پر اللہ رحم فرمائے!)

لَوْمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ حُجَّةً عَلٰى خَلْقِهٖ اِلاَّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَكَفَتْهُمْ⑰

''اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بطور حجت (دلیل) کے صرف اسی ایک سورت کو نازل فرماتے تو یہ (ان کی ہدایت کے لئے) کافی ہوتی۔''

▣ ⑰ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ سورت، مخلوق کو اللہ کے دین کے ساتھ تعلق مضبوط رکھنے پر ابھارنے کے لئے، نیز ایمان رکھتے ہوئے عمل صالح اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت وارشاد، اور ان اُمور پر ثابت قدمی جیسے اعمال میں رغبت دلانے کے لئے کافی ہے، نہ کہ اس کا مفہوم یہ سمجھ لیا جائے کہ ''یہ سورت مخلوق کے لئے پوری شریعت طاہرہ پر عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔''

اور امام شافعیؒ کا یہ کہنا: ''لَوْمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ حُجَّةً عَلٰى خَلْقِهٖ إِلاَّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَكَفَتْهُمْ'' حقیقت کے قریب اسلئے ہے کہ جب ایک صاحبِ عقل وبصیرت اس سورۂ مبارکہ کو سن یا پڑھ لے گا تو وہ لازماً اپنے آپ کو اس نقصان اور گھاٹے سے رہائی دلانے کی کوشش کرے گا، اور یہ کوشش ان چار صفات کو اپنا کر ہو سکے گی، ایک 'ایمان'، دوسرے، 'عمل صالح'، تیسرے 'ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت' اور چوتھی 'ایک دوسرے کو صبر وثبات کی تلقین'۔

وَقَالَ الْبُخَارِيُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى⑱

''اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔''

▣ ⑱ امام بخاریؒ کی کنیت ابو عبداللہ اور نام ونسب یہ ہے: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری آپ شہر بخارا میں شوال ۱۹۴ھ کو پیدا ہوئے اور اپنی والدہ کی گود میں، یتیم پرورش پائی اور ۲۵۶ھ کو عید الفطر کی رات، 'خرتنک' قصبہ میں جو سمرقند کے علاقہ سے دو فرسخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کے فاصلے پر واقع ہے وفات پائی۔ (رحمہ اللہ)

بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ (محمد:۱۹) فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ ⑲

''کہ قول وعمل سے پہلے حصول علم کا بیان اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''پس جان لیجئے! کہ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود برحق کوئی نہیں اور آپ اپنی خطاء کی معافی مانگتے رہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قول وعمل سے پہلے 'علم' (جان لینے) کا ذکر فرمایا ہے۔''

■⑲ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کے ساتھ یہ دلیل پکڑی ہے کہ قول وعمل سے پہلے 'علم' سے ابتداء واجب ہے اور یہ دلیل اثری (یعنی نقلی) ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان پہلے ایک چیز کی حقیقت کے بارے میں جانتا ہے پھر بعد میں اس پر عمل پیرا ہوتا ہے اور یہاں عقلی ونظری دلیل بھی موجود ہے جو اس بات پر ہی دال ہے کہ بہرحال قول وعمل سے پہلے 'علم' کا ہی نمبر ہے۔

اور اس کی وضاحت یوں ہوسکتی ہے کہ چونکہ قول یا عمل اس وقت تک درست اور اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا جب تک وہ شریعت کے موافق نہ ہو اور یہ بات ناممکن ہے کہ انسان بغیر علم حاصل کئے یہ جان لے کہ اس کا عمل شریعت طاہرہ کے مطابق ہے ...اور یہاں کچھ ایسی اشیاء ضرور موجود ہیں جن کو انسان فطری طور پر (پہلے سے ہی) جانتا ہوتا ہے، جیسے اس کا یہ جاننا کہ 'بے شک اللہ اکیلا معبودِ برحق ہے' اسلئے کہ بندہ کو اس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے، اسی لئے وہ اس بارے میں کچھ جاننے کیلئے بہت بڑی محنت اور اہتمام کا محتاج نہیں ہے...مگر جہاں تک جزوی وفروعی مسائل کا تعلق ہے، تو یہ انتہائی محنتِ شاقہ اور جہدِ مسلسل کے محتاج ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اِعْلَمْ رَحِمَكَ اللّٰهُ: أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ تَعَلُّمُ ثَلَاثِ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ وَالْعَمَلُ بِهِنَّ ، الْأُولٰى: أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَنَا ⑳

''یہ بات جان لیجئے، کہ ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر درج ذیل تین مسائل کو جاننا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔'' پہلا مسئلہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔''

⑳ اور اس کی دلیل کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے، سمعی و عقلی ہر دو طرح کی موجود ہے 'سمعی' دلائل تو بہت زیادہ ہیں: جن میں اللہ جل شانہ کے چند فرامین حسب ذیل ہیں:

(ا) ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ﴾ (الانعام:۲)

''وہی ذات ہے جس نے تم کو (ابتداء میں) مٹی سے بنایا پھر (ہر ایک کی موت کا) وقت مقرر کیا، اور ایک وقت مقرر اس کے پاس ہے، پھر بھی تم شک کرتے ہو۔''

(ب) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ﴾ (الاعراف:۱۱)

''اور تحقیق ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر ہم ہی نے تمہاری صورتیں بنائیں۔''

(ج) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ (الحجر:۲۶)

''اور تحقیق ہم نے ہی انسان (یعنی آدم) کو سڑی (جلی) کیچڑ کی کھنکھناتی سیاہ مٹی سے پیدا کیا۔''

(د) ﴿وَمِنْ آيَاتِهٖ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ (الروم: ۲۰)

''اور اس (کی قدرت) کے نشانات میں سے یہ بھی ہیں کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، اس کے بعد تم اب انسان ہو کر اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے ہو۔''

(ھ) ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ (الرحمٰن:۱۴)

''اس (اللہ) نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

(و) ﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الزمر:۶۲) ''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔''

(ز) ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الصافات:۹۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ نے تم کو اور جو تم عمل کرتے ہو (سب کو) پیدا کیا ہے۔''

(ح) ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے، کہ وہ میری عبادت کریں۔''.....اور ان کے علاوہ اس موضوع کی دیگر آیات کریمہ۔

اور جہاں تک اس موضوع پر عقلی دلیل کا تعلق ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہم سب کو پیدا کیا ہے، تو اللہ جل جلالہ کے اس فرمان میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے:

﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ﴾ (طور:۳۵)

''یا کیا وہ بغیر کسی چیز کے خود ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (ہی اپنے) خالق ہیں۔''

تو بلا شک وشبہ انسان نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا، اس لئے کہ وہ اپنے وجود سے پہلے عدم (نہ ہونے کے برابر) تھا، اور 'عدم' سے مراد کوئی چیز نہیں ہے اور جو سرے سے کوئی چیز ہی نہ ہو وہ کسی دوسری چیز کو وجود میں نہیں لاسکتا، نہ تو اس کو، اس کے باپ نے پیدا کیا ہے، نہ اس کی ماں نے اور نہ مخلوق میں سے کسی اور نے (اسے وجود بخشا ہے) اور نہ یہ کہ وہ بغیر کسی موجد (وجود بخشنے والے) کے اتفاقی طور پر (اس صفحہ ہستی) پر آ گیا ہے، اس لئے کہ ہر حادث (وقوع پذیر ہونے والے) کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی محدث بھی ہو اور اس لئے بھی کہ انتہائی انوکھے (پر رونق)، مربوط و مرتب، اور ایک دوسرے سے مانوس، نظام کائنات پر موجود (رنگا رنگ) مخلوقات اس بات سے کلی انکار کرتی ہے کہ (یہ سب کچھ محض) اتفاقیہ وجود میں آ گیا ہے، تو جب اتفاقیہ وجود میں آنے والی چیز اپنی ذات کے وجود کے اعتبار سے کسی صحیح نظام پر (قائم ہی) نہیں تو ایسی (بے اصل چیز) اپنی بقاء اور ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے آگے کی طرف کیسے چل سکتی ہے۔

لہٰذا اس مذکورہ کلام سے یہ بات متعین (یعنی ثابت) ہوگئی کہ اس کائنات کا خالق وہ ایک (یکتا) ذات اللہ ہی ہے، لہٰذا سوائے اللہ معبود برحق کے نہ کوئی اور 'خالق' ہے اور نہ آمر (حکم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دینے والا)، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ ''خبردار رہو، اسی (ذات کے لئے) خلق ہے اور اسی کے لئے امر ہے۔''

اور یہ بات کسی کے علم میں نہیں کہ (آج تک) کسی نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت (رب ہونے کی صفت) کا انکار کیا ہو۔ سوائے ازروئے کبر ونخوت کے، جیسے فرعون کا معاملہ تھا اور جب حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو 'سورۂ طور' کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا اور آپ (جب) اللہ جل شانہ کے اس فرمان پر پہنچے: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ، أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ، أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾ (الطور: ۳۵ تا ۳۷)

''یا کیا وہ بغیر کسی چیز کے خود ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے) خالق ہیں، یا آسمانوں اور زمینوں کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ (اللہ کی قدرتوں پر) یقین ہی نہیں رکھتے، کیا ان کے پاس آپ کی رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟ یا یہ ان خزانوں پر حکم چلانے والے ہیں۔؟''

اور جبیر بن مطعم ان دنوں مشرک تھے (جب انہوں نے یہ سنا) تو کہا: بہت قریب تھا کہ میرا دل اُڑ جائے (یعنی اچھل کر حلق کو آ جائے) اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔ (٦)

| |
|---|
| وَرَزَقَنَا ㉑ ...... اور ہم کو رزق (بھی) عطا فرمایا۔ |

▣ ㉑ اس مسئلہ (کہ اللہ ہی ہم سب کا رازق ہے) کے اِثبات پر کتاب وسنت (سے سمعی ونقلی) اور عقلی بہت سے دلائل موجود ہیں: کتاب اللہ سے درج ذیل (چند) دلائل (پیش خدمت) ہیں:

(۱) ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ (الذاریات: ۵۸)

''بے شک اللہ خود ہی رزق دینے والا، بڑی قوت والا زبردست ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ﴾ (سبا:۲۴)

''اے نبی! ان سے پوچھو، کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کہہ دو، کہ اللہ''

(ج) ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾

(یونس:۳۱)

''اے نبی! ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے، تو وہ (ضرور) کہیں گے کہ اللہ۔''

اور سنت رسول اللہ ﷺ سے دلیل، آپ ﷺ کا 'جنین' (شکم مادر میں بچے) کے بارے میں یہ فرمانا کہ اس کی جانب (اللہ کا) فرشتہ بھیجا جاتا ہے، جو چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے:

① اس کے رزق کے بارے

② اس کی مدتِ عمر کے بارے میں

③ اس کے (اچھے اور برے) عمل کے بارے میں

④ اس بارے میں کہ وہ بد بخت ہوگا یا کہ سعادت مند۔''(۷)

☜.....اور جہاں تک 'عقلی دلیل' کا تعلق ہے کہ اللہ ہی ہم کو رزق دیتا ہے، تو یہ اس لئے کہ ہم بغیر کھائے اور پئے زندہ نہیں رہ سکتے اور کھانے اور پینے کی جملہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾ (الواقعہ:۶۳ تا ۷۰)

''بھلا دیکھو! جو بیج تم بوتے ہو، تو اس سے تم کھیتی اُگاتے ہو یا (پھر اسے) اُگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے بھس بنا دیں، پھر تم باتیں ہی بناتے رہ جاؤ۔ کہ ہم پر تو الٹی چٹی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑ گئی، بلکہ ہمارے نصیب ہی پھوٹ گئے، بھلا دیکھو تو سہی، جو پانی تم پیتے ہو، کیا اسے بادل سے تم نے اتارا ہے یا اسے ہم اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری بناڈالیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟''

ان مذکورہ بالا آیات کریمہ میں اس بات کا بیان ہے کہ ہمارے کھانے اور پینے کے رزق کا انتظام واہتمام (صرف اور صرف) اللہ عزوجل کی جانب سے ہے۔

| |
|---|
| وَلَمْ يَتْرُكْنَا هَمْلاً ⑫ |
| ''اور (اس اللہ نے) ہم کو شتر بے مہار نہیں چھوڑ دیا۔'' |

▣ ⑫ یہ وہ حقیقت ہے جس پر سمعی وعقلی دلائل موجود ہیں:

قرآن حکیم سے سمعی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ، فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۵، ۱۱۶)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کر دیا ہے اور تم ہمارے ہاں لوٹ کر نہ آ ؤ گے، تو اللہ تعالیٰ بہت بلند شان والا ہے، وہی حقیقی بادشاہ ہے اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ﴾ (القیامۃ: ۳۶ تا ۴۰)

''کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے گا، کیا وہ منی کی ایک بوند نہ تھا جو ٹپکائی گئی تھی؟ پھر وہ لوتھڑا ہو گیا، پھر اللہ نے اسے ٹھیک انسان بنا دیا، پھر اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنا دیں، کیا وہ (ذات) اس بات پر قادر نہیں کہ پھر سے مردوں کو زندہ کر دے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (اور اس مسئلہ کے اِثبات میں ہم عقلی دلیل مندرجہ بالا آیات کریمہ کی روشنی میں یوں سمجھ سکتے ہیں) کہ اس دنیا میں انسانیت کے وجود کا زندہ ہونا پھر دیگر جانداروں کی طرح دنیوی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور بعد ازاں جانوروں ہی کی طرح بغیر حساب وکتاب اور دوبارہ اٹھنے کے، ہمیشہ کے لیے مر جانا ایسا معاملہ ہے جو اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی حکمت کے شایان شان نہیں، بلکہ یہ صرف ایک بے فائدہ اور بے کار کام ہوگا، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کرہ ارضی پر اس مخلوق کو پیدا فرمائے اور ان کی ہدایت کے لیے ان کی طرف پیغمبر علیہم الصلاۃ والسلام بھیجے اور ہمارے لیے ان پیغمبروں کے منکرین اور مخالفین کا خون بہانا بھی مباح اور جائز قرار دے، پھر آخر میں اس سارے سلسلہ کار کا نتیجہ کچھ نہ ہو، تو ایسا ہونا اللہ عزوجل کی حکمت (کے خلاف ہی نہیں بلکہ) ناممکن ہے۔

| |
|---|
| بَلْ أَرْسَلَ إِلَيْنَا رَسُولاً ⑬ |
| ''بلکہ اس نے ہماری طرف ایک پیغمبر بھیجا۔'' |

▣ ⑬ مطلب یہ کہ عزوجل نے ہم اس امت کے گروہ جو کہ امت محمدیہ ﷺ کہلاتی ہے کی طرف ایک پیغمبر مبعوث فرمایا، جو ہم پر ہمارے رب کی آیات تلاوت کرتے، ہمارا تزکیہ نفس کرتے اور کتاب وحکمت کی ہمیں تعلیم دیتے ہیں، جس طرح اس (اللہ تبارک وتعالیٰ) نے ہم سے پہلی امتوں کی طرف پیامبر بھیجے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (فاطر:۲۴)

''اور کوئی امت ایسی ہی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہ آیا ہو۔''

اور یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف سے اپنے پیغمبر بھیجتا تا کہ ایک تو ان پر اتمام حجت ہو اور دوسرے یہ کہ وہ اللہ (وحده لا شريك له) کی بندگی اس طریقے کے مطابق کریں (جس طرح اللہ کے پیغمبران کی راہنمائی کریں) اور جس طریقہ عبادت کو اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعالیٰ خود پسند کرتا اور اس سے راضی ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۢ بَعْدِهٖ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُورًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا ۝ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

''اے محمدؐ! بے شک ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف (بھی) وحی بھیجی اور ہم نے داود کو زبور دی اور ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے بول کر کلام کیا۔ یہ سب رسول (علیہم السلام) (لوگوں کو) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ ان رسولوں (علیہم السلام) کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت (عذر وغیرہ) باقی نہ رہے اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔''

اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم پیغمبروں (علیہم السلام) کا طریقہ اپنائے بغیر، اللہ تعالیٰ کی اس طرح سے عبادت (بندگی) کر سکیں جس سے وہ راضی ہوتا ہے، اس لئے کہ یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے یہ (کھول کھول کر) بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ کس بات کو پسند کرتا ہے اور کس عمل سے وہ راضی ہوتا ہے اور کون سا عمل ہمیں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مقرب بنا دیتا ہے، پس اسی بناء پر یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ میں سے ہے کہ وہ مخلوق کی طرف (اپنی تیار کردہ نعمتوں کی) خوشخبری دینے والے اور (جہنم کی ہولناکیوں سے) ڈرانے والے پیغمبر مبعوث فرماتا اور اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَٰهُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَخْذًا وَّبِيلًا﴾ (المزمل:۱۵،۱۶)

''بلا شبہ ہم نے تمہارے پاس ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے، جیسے ہم نے فرعون کے پاس ایک رسولؑ بھیجا تھا۔ پھر فرعون نے رسولؑ کی بات نہ مانی تو ہم نے اسے بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔''

| |
|---|
| فَمَنْ أَطَاعَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ⁽⁴³⁾ |
| ''تو جس شخص نے (اس رسولؐ کی) پیروی کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' |

▣ ⁽⁴³⁾ یہ بات سچائی پر مبنی (فائدے کے اعتبار سے) اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرامین سے لی گئی ہے:

(ا) ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران:۱۳۲،۱۳۳)

''اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے، اور اپنے پروردگار کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑ کر چلو، جس کا عرض (چوڑائی) آسمانوں اور زمین کے برابر ہے وہ ان پرہیزگار لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

(ب) ﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (النساء:۱۳)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان (باغات) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔''

(ج) ﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ سے ڈرے، اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے، تو ایسے ہی لوگ مراد کو پانے والے ہیں۔'' (النور:۵۲)

(د) ﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے، تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاءؑ، صدیقین، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ اور رفاقت کے اعتبار سے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔'' (النساء:۶۹)

(ھـ) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب:۷۱)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے، تو حقیقت میں اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

اور اس موضوع پر (اور بھی) بہت سی آیات موجود ہیں۔

نیز اس ضمن میں حدیث رسولؐ یہ ہے: «كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ أَبٰى» فَقِيْلَ وَمَنْ يَأْبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قال:«مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ دَخَلَ النَّارَ» اسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (۸)

''میری ساری اُمت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا'' تو آپؐ سے کہا گیا اور (اس سے) کون شخص انکار کرے گا، اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے جواب میں فرمایا: ''جس شخص نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی (اس نے انکار کیا اور) وہ واصل جہنم ہوگا۔''

وَمَنْ عَصَاهُ دَخَلَ النَّارَ

''اور جس شخص نے (اس رسولؐ کی) نافرمانی کی وہ آتش (جہنم) میں داخل ہوگا۔''

اور اس کی دلیل اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَّبِيْلًا﴾ (المزمل:۱۵،۱۶)

''بلا شبہ ہم نے تمہارے پاس ایک رسولؐ تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے، جیسے ہم نے فرعون کے پاس ایک رسولؐ بھیجا تھا، پھر فرعون نے رسولؐ کی بات نہ مانی، تو ہم نے اسے بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



▣ ⑳ اور یہ بھی سچائی پر مبنی فائدے کی بات اللہ تعالیٰ کے ان فرامین سے لی گئی ہے:

(ا) ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (النساء:۱۴)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے اللہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار ہوگا۔''

(ب) ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب:۳۶)

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔''

(ج) ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ (الجن:۲۳)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے (اور) ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اور آنحضور ﷺ کی ماقبل میں مذکور حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے جس کے آخری یہ الفاظ ہیں: «وَمَنْ عَصَانِيْ دَخَلَ النَّارَ»

''اور جس نے میری نافرمانی کی وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

الثَّانِيَةُ㉑: أَنَّ اللهَ لَا يَرْضَى أَنْ يُّشْرَكَ مَعَهٗ أَحَدٌ فِيْ عِبَادَتِهٖ لَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن:۱۸)

''دوسرا مسئلہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کسی ایک کو اس کی عبادت میں شریک کیا جائے، نہ کسی (اللہ کی بارگاہ میں) مقرب فرشتے کو، اور نہ (اللہ کی طرف سے) بھیجے گئے نبی کو'' اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور بے شک مسجدیں اللہ کے لئے ہیں، پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''

▣ ㉑ یعنی ان مسائل میں سے جن کی بابت علم حاصل کرنا ہم پر واجب ہے، دوسرا مسئلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات سے (قطعاً) راضی نہیں ہوتا کہ اس کی عبادت میں کسی ایک کو شریک کیا جائے، بلکہ وہ یکتا (ایک ہی) ذات ہے، جو عبادت کی مستحق ہے، اور اس کی دلیل میں مؤلف رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجن:۱۸) ''اور بے شک مسجدیں اللہ کے لئے ہیں، پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو''.....تو اللہ نے اس بات سے روکا ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ کسی کو پکارے، اور اللہ جل شانہ کسی ایسی چیز سے ہی منع کرتا ہے جس کے کرنے سے وہ راضی نہ ہو۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (الزمر:۷)

''اگر تم کفر کرو، تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، لیکن وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم (اس کی بارگاہ میں) شکر کرو، تو اسے وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔''

اور اِرشاد باری ہے:

﴿فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ:۹۶)

''پس اگر تم ان (کفار ومشرکین) سے راضی ہوجاؤ گے تو اللہ ایسی فاسق قوم سے (کبھی) راضی نہ ہوگا۔''

لہٰذا کفر وشرک دونوں کے ارتکاب سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ راضی نہیں ہوتا، بلکہ اس نے رسولوں اور کتابوں کو (اہل دنیا کی طرف) اتارا ہی کفر وشرک کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کا (مکمل طور پر) خاتمہ کرنے کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (الانفال:۳۹)

''اور ان (کفار ومشرکین) سے لڑو، یہاں تک کہ (زمین پر) فتنہ (شرک) نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لئے ہوجائے۔''

اور جب اللہ رب العزت کفر وشرک سے راضی نہیں، تو مؤمن پر یہ واجب ہے کہ وہ بھی ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں سے راضی نہ ہو، اس لئے کہ مومن کی رضا (خوشی) وغضب (نفرت) اللہ جل شانہ کی رضا اور نفرت کے تابع ہے، تو ایک مومن بھی اس چیز سے نفرت کرتا ہے جس سے اللہ نفرت کرتا ہے اور اسی بات سے راضی ہوتا ہے، جس سے اللہ راضی ہوتا ہے تو اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کفر وشرک سے راضی نہیں ہوتا تو ایک مومن کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ ان دونوں (کفر وشرک) سے راضی ہو جائے اور 'شرک' کا تو معاملہ ہی بہت خطرناک ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ﴾

"بے شک اللہ کے ساتھ کسی کو (اگر) شریک کیا جائے تو یہ گناہ وہ کبھی معاف نہ کرے گا، اوراس کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ جسے چاہے معاف کردے۔" (النساء:۴۸)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ، وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدۃ:۷۲)

"تو جو شخص اللہ کے ساتھ شرک (کا ارتکاب) کرے، تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام کردیا ہے اوراس کا (ابدی) ٹھکانہ آتش جہنم ہے اور (ایسے) ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔"

اور نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ» "جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ وہ اس کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتا ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اس (اللہ) کے ساتھ کچھ بھی شرک کرتے ہوئے اسے ملے (یعنی شرک کی حالت میں اسے موت آئے) تو وہ (سیدھا) آتش جہنم میں داخل ہوگا۔"(۹)

> الثَّالِثَةُ: أَنَّ مَنْ أَطَاعَ الرَّسُوْلَ وَوَحَّدَ اللّٰهَ لَا يَجُوْزُ لَهُ مُوَالَاةُ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْ كَانَ أَقْرَبَ قَرِيْبٍ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ... أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلۃ:۲۲)
>
> **تیسرا مسئلہ:** "جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کو (اپنے قول وعمل سے) یکتا ثابت کیا، اس کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے راہ ورسم اور تعلقات رکھے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ دشمنی رکھتے ہوں، خواہ وہ (شخص) دنیوی اعتبار سے کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلۃ:۲۲)

''تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے، اور ان (کے دلوں) کو اپنی طرف سے ایک روح (رحمت یا روح القدس) کے ذریعے سے قوت بخشی ہے، وہ اُن کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، خبردار رہو، اللہ کی جماعت کے لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔''

▣ ⑫ یعنی ان جملہ تین مسائل میں سے، جن کے بارے میں جاننا ہم پر واجب ہے، تیسرا مسئلہ الولاء (یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلے میں کسی سے رشتہ ناطہ، راہ و رسم اور محبت پیار رکھنا) اور البراء (یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالفین سے اللہ جل شانہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر تعلقات منقطع کر لینا، خواہ وہ رحمی اور انتہائی قریب کا خونی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو) کا ہے۔ اور یہ ولاء و براء ۃ کا مسئلہ ہمارے دین میں ایک بنیادی اور بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے جس کے بارے میں بہت سی نصوص (کتاب وسنت سے دلیلیں) وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند فرامین باری تعالیٰ درج ذیل ہیں:

① ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! اپنے سوا کسی بھی غیر مسلم کو اپنا راز دار (دوست) نہ بناؤ، وہ تمہاری خرابی (وبربادی) کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔'' (آل عمران:۱۱۸)

② ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (المائدۃ:۵۱)

''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم میں سے کسی نے ان کو (اپنا) دوست بنایا تو وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

③ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (المائدۃ:۵۷)

''اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے اور (دیگر) کافروں میں سے ایسے لوگوں کو دوست نہ بناؤ، جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی مذاق بنا رکھا ہے، اور اگر تم مؤمن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔''

④ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ، قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

(التوبہ:۲۳،۲۴)

''اے اہل ایمان! اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ، اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دینے لگیں۔ تم میں سے جو ان کو (اس حالت میں) رفیق بنائیں گے، وہی ظالم ہوں گے۔ اے نبیؐ! کہہ دو، کہ اگر تمہارے آباؤ (واجداد) اور تمہارے بیٹے (پوتے وغیرہ) اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

⑤ ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ... الآية﴾ (الممتحنة:۴)

"تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے، جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے یہ صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے قطعی طور پر بیزار ہیں اور ان سے بھی جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو، ہم تمہارے (دین کے) منکر ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بیر پیدا ہو چکا، تا آنکہ تم اللہ اکیلے (اور یکتا) پر ایمان لے آؤ۔"

اور یہ اس لئے کہ جو شخص اللہ (اور اس کے رسولؐ) کا مخالف ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ راہ و رسم اور محبت کا رشتہ قائم رکھنا، اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ اس انسان کے دل میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان بہت کمزور ہے۔ اس لئے کہ یہ بات عقل کے ہی خلاف ہے کہ انسان کسی ایسی چیز سے محبت کرے جو اس کے محبوب کی دشمن اور مخالف ہو، اور (یہ بات بھی عین حقیقت ہے کہ) کافروں کے ساتھ راہ و رسم اور رشتے گانٹھنا اصل میں ان کی کفر و گمراہی پر مدد اور تعاون کے مترادف ہے، جس کفر و گمراہی میں وہ پڑے ہوئے ہوتے ہیں..... اور اسی طرح ان کے ساتھ محبت و الفت رکھنے کے اسباب وہی ہوں گے جن کو اپنانے سے محبت کا یہ رشتہ قائم ہوتا ہے (خواہ وہ اسباب کیسے ہی ہوں) لہٰذا آپ اس (شخص) کو ان کفار و مشرکین سے محبت و پیار رکھتے ہوئے ایسا پائیں گے کہ وہ اس تعلق کو پانے کے لئے ہر قسم کا ذریعہ اپنائے گا (اگرچہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو) اس کا ہدف صرف اور صرف اس سے محبت کے تعلق کا حصول ہے) اور یہ بات بلا شک و شبہ پورے ایمان یا کم از کم 'کمال ایمان' کے منافی ضرور ہے، تو ہر مؤمن پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر اس شخص سے دلی نفرت اور دشمنی رکھے، جو اللہ اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے رسول ﷺ کا مخالف ہو، خواہ وہ شخص خونی رشتہ کے اعتبار سے اس کے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو، نیز اس سے وہ نفرت کرنے کے ساتھ ساتھ دوری بھی اختیار کرے (اور یہ بات بھی پیش نظر رکھے) کہ اس کی اس سے یہ نفرت اور دوری، اس کو نصیحت (خیر خواہی کی بات) اور دین حق کی طرف دعوت دینے سے نہ روکے۔'' (واللہ المستعان وعلیہ التکلان)

اِعْلَمْ ⑯ اَرْشَدَكَ ⑰ اللهُ لِطَاعَتِهٖ ⑱: أَنَّ الْحَنِيْفِيَّةَ ⑲
مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ ⑳: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهٗ ㉑ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ ㉒

''یہ بات بھی اچھی طرح جان لیجئے، اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف آپ کی راہنمائی فرمائے، کہ حنیفیت وملت ابراہیمی یہ ہے کہ آپ پورے اخلاص کے ساتھ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں.....''

▣ ⑯ اِعْلَمْ: (یہ بات) جان لیجئے، اور 'علم' کی بابت پہلے گفتگو گزر چکی ہے لہٰذا یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

▣ ⑰ الرُّشْد: (یعنی کسی بات کی طرف) راہ حق پر استقامت وثابت قدمی اور راست بازی کے ذریعے راہنمائی پانا۔

▣ ⑱ الطَّاعَة: کسی چیز کی بابت جو حکم دیا گیا ہے، اس کو حکم دینے والے کی مرضی کے عین مطابق عملاً بجالانا اور اسی طرح جس چیز سے روکا گیا ہو، اُسے روکنے والے کی مرضی کے مطابق ترک کر دینا۔

▣ ⑲ الْحَنِيْفِيَّة: وہ ملت جو 'شرک' سے تجاوز کرتے ہوئے اس سے ہٹ جائے، شرک کو کلی طور پر چھوڑ دے (شرک سے غایت درجے تک بیزار ہو جائے) اور (اس کا ہر عمل) اللہ عزوجل (کی رضا کے حصول) اور اس کے لئے اخلاص پر مبنی ہو۔

▣ ⑳ مِلَّة: یعنی وہ دینی راستہ (طریقہ) جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے۔

▣ ㉑ إِبْرَاهِيْم: حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزوجل کے برگزیدہ پیغمبر اور خلیل (دوست)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النساء:۱۲۵)

''اور اللہ تعالی نے ابراہیم کو (اپنا) خلیل پکڑا۔''

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام (کا لقب) 'ابوالانبیاء' ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے باپ (اور اسی طرح آپ جدّ الأنبیاء و مجدد الأنبیاء کے القابات سے بھی نوازے گئے) ہیں اور آپ علیہ السلام کی ملت، منہج، راستہ اور دستور کا ذکر آپ علیہ السلام کی اقتداء اور پیروی کی غرض سے بہت سارے مقامات پر بار بار کیا گیا ہے۔

▣ ㉞ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهُ: (یہ کہ تو ایک اللہ کی عبادت کرے)...اور (أَنْ تَعْبُدَ اللهَ) کے الفاظ أنّ حرف مشبہ بالفعل) کی 'خبر' بن رہے ہیں، جو کہ ترکیب میں (أَنَّ الْحَنِيْفِيَّةَ) کی عبارت میں آیا ہے اور (أن تَعْبُدَ الله) سے پہلے کی عبارت (الْحَنِيْفِيَّةَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ) أنّ کا اسم اور 'مبتدا' ہوئی (تو اس طرح یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوا)

اور 'عبادت' کا عام مفہوم یہ ہے کہ 'اللہ جل شانہٗ' کے لئے غایت درجے کی عاجزی اور فروتنی کے ساتھ اس کی محبت اور عظمت سے سرشار ہوتے ہوئے، اس کے جملہ احکامات کو بجا لانا اور تمام منہیات و منکرات (جن اُمور سے اللہ نے منع فرمایا ہے) سے اجتناب کرنا، بالکل اس انداز اور طریقے کے مطابق، جو اس کی طرف سے آنے والی شریعتوں نے بیان کیا ہے۔

اور 'عبادت' کا خاص (یعنی مفصل) مفہوم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے کہ: 'عبادت' نام ہے ان تمام ظاہری و باطنی (پوشیدہ) اقوال و اعمال کے مجموعے کا جن کی بجا آوری سے اللہ راضی ہوتا ہے اور ان کی عملاً انجام دہی کو اللہ پسند بھی کرتا ہے جیسے: خوف، خشیت (گریہ زاری اور پرہیزگاری عاجزی و انکساری کے ساتھ) توکل، نماز، زکوٰۃ، روزے اور دیگر شرائع اور انواع عبادت وغیرہ۔

▣ ㉟ إخلاص: سے مراد ہے تنقیہ یعنی کسی چیز کو کھرچ کر صاف ستھرا کرنا، اور یہاں مراد یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت سے صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی رضاء کے حصول اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی معزز بارگاہ میں شرف باریابی کا متمنی (اور خواہشمند) ہو، کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے، اس کے ساتھ 'عبادت' میں نہ کسی مقرب فرشتے کو شریک کرے اور نہ کسی (اللہ کی طرف سے) مبعوث نبی کو۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

① ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

''پھر ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر (حضرت) ابراہیمؑ کے طریقے پر چلو، اور وہ (ابراہیمؑ) مشرکوں میں سے نہ تھا۔'' (النحل:۱۲۳)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

② ﴿وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (البقرۃ:۱۳۰،۱۳۲)

''اور (حضرت) ابراہیمؑ کے دین سے تو وہی شخص نفرت کر سکتا ہے، جس نے خود اپنے آپ کو احمق (بے وقوف) بنا لیا ہو، بے شک ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں (اپنے کام کے لئے) چن لیا، اور آخرت میں بھی وہ نیکوکار لوگوں میں سے ہوں گے۔ جب ان کے پروردگار نے انہیں یہ فرمایا کہ ''فرمانبردار بن جاؤ، تو انہوں نے فوراً کہا: کہ میں جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار بن گیا ہوں۔ اور ابراہیمؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی تھی اور یعقوبؑ نے بھی، انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: ''اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے، لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔''

وَبِذٰلِكَ ③ أَمَرَ اللهُ جَمِيْعَ النَّاسِ وَخَلَقَهُمْ لَهَا، كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶) ''کہ اسی بات کا اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو حکم دیا ہے اور اسی مقصد کے لئے اس (اللہ) نے انہیں پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبادت (بندگی اور غلامی) کریں۔''

▣ ⓺ وَبِذٰلِكَ یعنی حنیفیت کے ساتھ (اور یہی ملت ابراہیمؑ کا شعار اور وصف ہے) اور 'حنیفیت' اللہ جل شانہ کو ایک مان کر اور صرف اسی کے لئے خالص ہو کر، صرف اسی کی عبادت کرنا ہے، اسی کام کا اللہ نے تمام لوگوں کو حکم دیا ہے اور اسی (مقصد کی تکمیل) کے لئے ان کو پیدا بھی کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:۲۵)

''اور ہم نے تم سے پہلے جو بھی رسول بھیجا ہے، اس کو ہم نے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے پس تم میری عبادت (بندگی) کرو۔''

اور ایک مقام پر اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں واضح طور پر یہ بیان فرما دیا ہے کہ ساری کی ساری مخلوقات صرف اسی غرض کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری (ہی) عبادت کریں۔'' (پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو) (الذاریات:۵۶)

وَمَعْنَى، يَعْبُدُوْن، يُوَحِّدُوْن ⓻

''اور یَعْبُدُوْن کے معنی یہ ہیں کہ وہ میری واحدانیت (یکتائی) والوہیت (معبودیت) کو دل و جان سے تسلیم بھی کریں اور پھر قبول بھی۔''

▣ ⓻ مطلب یہ ہے کہ 'توحید' عبادت ہی کے معنی و مفہوم میں ہے، وگرنہ آپ کی اطلاع کے لئے عبادت کا مطلب پہلے بھی گزر چکا ہے اور 'عبادت' کا جس چیز پر بھی اطلاق ہوگا، وہ بہر صورت (معنی و مفہوم کی ادائیگی میں) توحید محض (خالی) سے عام ہوگی (یعنی جب 'عبادت' اور 'توحید' کا ذکر ایک ساتھ ہوگا تو 'عبادت' اپنے وسیع مفہوم میں عام اور اس کے بالمقابل 'توحید' اپنے خاص معنی میں مقید ہوگی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



..... اور یہ بات بھی جان لیجئے! کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں:

① 'کونی عبادت' اور یہ اللہ تعالیٰ کے تکوینی اُمور (جو لامحالہ پورے ہو کر رہتے ہیں نہ ان میں کوئی تغیر و تبدل ہوتا ہے اور نہ ان میں انسان کو کوئی اختیار دیا گیا ہے، جیسے ہر ایک انسان کے لئے موت کا ذائقہ چکھنا خواہ وہ کافر ہو یا مومن وغیرہ) کے سامنے عاجزی و فروتنی اختیار کرنا ہے اور 'عبادت' کی یہ قسم تمام مخلوقات کو شامل ہے کوئی بھی اس سے نہ باہر نکل سکتا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی مستثنیٰ ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (مریم:۹۳)

''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب رحمٰن کے حضور بندہ (غلام) بن کر آئیں گے۔''

لہٰذا یہ ہر مومن، کافر، نیک اور بد انسان کو شامل ہے (کسی کو اس سے مفر نہیں)

② 'شرعی عبادت' اور یہ اللہ تعالیٰ کے امور شرعیہ کے سامنے (دل و جان سے) جھک جانا اور انہیں (اس کے حکم کے مطابق) بجالانا ہے، اور عبادت کی یہ قسم ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حضور سر تسلیم خم کرتے، اور جو کچھ انبیاء و رسل علیہم السلام ان کے پاس (اللہ کی طرف سے) لے کر آئے ہیں وہ ان کی اتباع (پیروی) کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (الفرقان:۶۳)

''اور رحمٰن کے حقیقی بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور اگر جاہل ان سے مخاطب ہوں تو بس سلام کہہ کر (کنارہ کش رہتے ہیں)''

تو عبادت کی پہلی قسم کو بجا لانے پر انسان کی تعریف نہیں کی جاتی (یعنی اجر و ثواب سے نہیں نوازا جاتا) اس لئے کہ وہ اسے کسی کام کا ارادہ و قصد کئے بغیر انجام دیتا ہے، لیکن بسا اوقات اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ثمرہ پر اسے تعریف سے نوازا اور اجر و ثواب بھی دیا جاتا ہے، جیسے خوشحالی میں اللہ کے حضور شکر کا اظہار اور تنگی اور مصیبت کے وقت صبر کرنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وغیرہ، بخلاف عبادت کی دوسری قسم (شرعی عبادت) کے، کہ اس سے متعلقہ ہر عمل پر انسان کی مدح سرائی بھی ہوتی ہے اور اس کو اجر وثواب بھی ملتا ہے (بشرطیکہ وہ عمل قبولیت کی شرائط کا حامل ہو) واللہ المستعان وعلیہ التکلان

وَاَعْظَمُ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ التَّوْحِيْدُ وَهُوَ: اِفْرَادُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْعِبَادَةِ ۝

''اور اللہ تعالیٰ نے جن امور کا حکم دیا ہے ان میں سب سے اہم اور ارفع واعلیٰ چیز 'توحید' ہے اور وہ ہر قسم کی عبادات صرف ایک اللہ کے لئے بجالانا ہے۔''

▣۞ 'توحید' لغت میں وَحَّدَ يُوَحِّدُ (باب تفعیل) سے مصدر ہے، یعنی کسی چیز کو (عملاً) ایک بنانا اور 'توحید' پر بغیر نفی، (کسی چیز کے مکمل انکار) اور اِثبات (کسی چیز کے مکمل اقرار) کے، پوری طرح عمل کرنا ناممکن ہے اور اس کے بغیر نہ ہی وہ ثابت ہوسکتی ہے۔ یعنی اللہ 'واحد' کے سوا ہر ایک کے حکم کی مکمل نفی اور اسی طرح اس اللہ 'واحد' کے ہر حکم کا اثبات اور اقرار کرنا، مثال کے طور پر، اس کی وضاحت کے لئے ہم کہیں گے: ''کہ انسان کا عقیدۂ توحید اس وقت تک مکمل اور صحیح نہیں ہوسکتا جب تک وہ (دل و جان سے) یہ گواہی نہ دے ''کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں'' تو اپنے اس اقرار سے وہ اللہ جل شانہ کے سوا سب کی اُلوہیت (معبودیت) کی نفی (انکار) کرے گا، اور ساتھ ہی عبودیت و یکتائی کے اسی وصف کو صرف اللہ جل شانہ کے لئے ثابت بھی کرے گا۔''

اور اصطلاح میں 'توحید' کی تعریف مؤلف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ) نے ان الفاظ میں کی ہے: ''هُوَ اِفْرَادُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْعِبَادَةِ'' یہ کہ تو ایک اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو کچھ بھی شریک نہ کرے، نہ کسی (منجانب اللہ) بھیجے گئے نبی کو، اور نہ کسی مقرب و برگزیدہ فرشتے کو، نہ کسی قوم کے سردار اور وڈیرے کو اور نہ کسی ملک کے بادشاہ کو اور نہ دیگر ساری مخلوقات میں سے کسی ایک کو'' بلکہ تو اس (ذات برحق) کی محبت وعظمت سے سرشار اس کی طرف انتہا درجے کی رغبت رکھتے ہوئے اور ساتھ ہی اس کی ہیبت کو دل میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سمائے ہوئے، اس کی عبادت و بندگی (غلامی) کے ساتھ اس کو ایک ماننے اور ثابت کرنے اور یہاں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے توحید کی وہ قسم مراد لی ہے، جس کی تحقیق و اِثبات کے لئے رسولوں علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا، اس لئے کہ اسی 'توحید' کے بارے میں ان (انبیاء ورسل علیہم السلام) کی قوموں میں خلل اور نقص واقع ہوا اور اسی سے وہ برگشتہ ہوئے۔''

اور یہاں 'توحید' کی ایک عام تعریف بھی ہے، جو یہ ہے: (إِفْرَادُ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى بِمَا يَخْتَصُّ بِهٖ) ''کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان چیزوں میں یکتا ماننا جو صرف اس کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔''

توحید کی مذکورہ بالا تعریفات کے تناظر میں، اس کی تین قسمیں ہوئیں۔

## توحید کی تین اقسام

### ① توحید ربوبیت

کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مخلوقات کی پیدائش میں، بادشاہی میں اور کائنات کی تدبیر کرنے میں یکتا ماننا (اور اپنے قول وفعل سے اسے ثابت بھی کرنا) اس پر درج ذیل فرامین باری تعالیٰ دلالت کرتے ہیں:

① ﴿اللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الزمر:۶۲)..... ''کہ اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔''

② ﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾

''کیا اللہ کے علاوہ کوئی (اور) پیدا کرنے والا ہے؟ وہ (اللہ) تو تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے (لہٰذا) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (فاطر:۳)

③ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الملک:۱)

''بابرکت ہے وہ ذات (اللہ تعالیٰ) جس کے قبضے میں (پوری کائنات کی) بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر (پوری) قدرت رکھنے والا ہے۔''

④ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الاعراف:۵۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''خبردار رہئے! اسی (اللہ) کے لئے ہی مخلوق ہے اور (اسی کا) ہی حکم (چلتا) ہے، بابرکت ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

## ② توحید اُلوہیت

کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عبادت (کی جملہ انواع) میں ایک ماننا (اور یکتا ثابت کرنا) کہ انسان اللہ جل شانہ کے ساتھ (مخلوق میں سے) کسی ایک کو بھی اس طرح سے شریک نہ کرے کہ اس کی بندگی کرنے لگے اور اس کا قرب بھی حاصل کرنے کی جستجو کرنے لگے، بالکل اس طرح جس طرح وہ اللہ کی بندگی کرتا اور اس کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

## ③ توحید اسماء وصفات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ (ناموں) میں اور اسکی صفات علیا (ازلی صفتوں) میں یکتا ماننا، جو نام اور صفات اس (باری تعالیٰ) نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں اپنی ذات کے ساتھ خاص کئے ہیں یا اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان پر ان کا ذکر کیا ہے۔ توحید کی اس قسم کی تحقیق واثبات کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ان اسماء وصفات کا اِثبات واقرار، جن کو اس (ذات باری تعالیٰ) نے اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے اور ہر اس چیز کی نفی و انکار کرنا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں انکار کیا ہے، بغیر کسی قسم کی تحریف (ادل بدل) کے اور بغیر تعطیل (صفات کو معطل کر دینے) کے اور اسی طرح بغیر تکییف (اللہ کی صفات کی کنہہ اور حقیقت بیان کرنے) کے، اور بغیر تمثیل (اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کی طرف قرار دینے) کے۔''

اور (توحید کی ان اقسام میں) یہاں مولف رحمہ اللہ (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ) کی مراد 'توحید الوہیت' ہے اور یہی وہ توحید (کی قسم) ہے جس کے بارے میں مشرک لوگ گمراہ ہوئے، اور جن کے شرک کی بناء پر اللہ کے نبی ﷺ نے ان کا خون گرانا، ان کے اموال و اسباب لوٹنا، ان کی زمینوں کو ہتھیانا، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانا، مباح (اور جائز)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا، نیز اللہ کے انبیاء و رسل علیہم السلام نے زیادہ تر، اپنی قوموں کو اسی توحید الوہیت کو ہی اپنانے اور اس پر کاربند رہنے کی سعی و جدوجہد کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:۲۹)

''اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول (یہی دعوت اور پیغام دے کر) بھیجا، کہ (ایک) اللہ کی عبادت کرو اور 'طاغوت' (شیطان کی بندگی کرنے) سے بچو۔''

لہٰذا عبادت (کی کوئی قسم) اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لئے بھی صحیح نہ ہوگی اور جس شخص نے توحید کی اس نوع (یعنی توحید اُلوہیت) کے سلسلے میں کمی و کوتاہی برتی یا اس سے تہی دامن ہوا، تو وہ مشرک کافر ہے، خواہ وہ 'توحید ربوبیت' اور توحید 'اسماء و صفات' کا اقرار کرتا ہو..... اور فرض کرو، کہ اگر کوئی آدمی توحید ربوبیت اور توحید اَسماء و صفات کا مکمل اقرار کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ 'قبر' کے پاس جا کر 'صاحب قبر' کی عبادت کرنے لگے یا اس کا تقرب حاصل کرنے کیلئے اس کے نام کی نذر و نیاز دینے لگے تو ایسا شخص (اپنے اس عمل کی بنا پر) مشرک، کافر اور ہمیشہ کے لئے آتش جہنم میں جلتا رہے گا، اس کی دلیل اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدۃ:۷۲)

''جو شخص اللہ سے شرک کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور ظالم لوگوں کا کوئی بھی (اس دن) مددگار نہ ہوگا۔''

جن امور کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، ان میں سب سے بڑھ کر اور اہمیت کی حامل، 'توحید' ہے، کیونکہ یہ وہ اصل (جڑ) ہے جس پر پورے دین کا انحصار ہے (اور اس بنیاد پر ہی پورے دین کی عمارت قائم ہے) اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے، اللہ کے دین کی طرف دعوت کا آغاز اس بنیادی 'نکتہ توحید' سے کیا اور ہر ایک داعی و مبلغ کو بھی اپنی دعوت و تبلیغ کی ابتداء اسی دین کے بنیادی 'اصل' (جز) 'توحید' سے کرنے کا حکم دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَاَعْظَمُ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ الشِّرْكُ، وَهُوَ دَعْوَةُ غَيْرِهِ مَعَهُ (جَلَّ وَعَلَا) وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾[٣٩] (النساء:٣٦)

''اور جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان میں سب سے بڑا شرک ہے، جو غیر اللہ کو اپنی پکار اور دعاء میں اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شامل کر لینا ہے۔'' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اور تم (سب) اللہ تعالیٰ کی عبادت (بندگی) کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔''

■ ٣٩ یعنی جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان میں سب سے بڑھ کر (گناہ کے اعتبار سے) شرک ہے۔ (العیاذ باللہ)

اور یہ اس لئے کہ جملہ حقوق میں سے سب سے بڑا حق اللہ عزوجل کا ہے تو جب انسان اللہ تعالیٰ کے اس حق میں کوتاہی اور کمی کا مرتکب ہوتا ہے، تو تحقیق اس نے سب سے بڑے حق کو تلف کیا اور مارا ہے اور وہ ہے اللہ عزوجل کی 'توحید' ..... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان:١٣) ..... ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا﴾

''اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا اس نے بہتان باندھا، اور بہت بڑے گناہ کا کام کیا۔'' (النساء:٤٨)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (النساء:١١٦)

''اور جس شخص نے کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرایا تو وہ گمراہی میں دور تک چلا گیا۔''

اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدۃ:٧٢)

''جو شخص اللہ (تعالیٰ) سے شرک کرتا ہے، تو اللہ (تعالیٰ) نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے، اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور (اس دن) ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء:٤٨)

''بے شک اللہ کے ساتھ اگر کسی کو شریک کیا جائے، تو یہ گناہ وہ کبھی معاف نہ کرے گا، اور اس کے علاوہ جو گناہ ہیں، وہ جس کے لئے چاہے معاف بھی کر دیتا ہے۔''

اور اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَعْظَمُ الذَّنْبِ أَنْ تَجْعَلَ لله نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ» (١٠)

''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی شریک بنا لے، حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔''

صحیح مسلم حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَقِيَ اللهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ» (١١) ''جو شخص اللہ سے اس حال میں ملا کہ وہ اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کچھ بھی شرک نہیں کرتا (تو) وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس (اللہ تعالیٰ) سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کچھ بھی شرک کرتا ہو (تو) وہ واصل جہنم ہوگا۔''

اور اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ» (١٢)

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ جل شانہ کے علاوہ (کسی اور کو) شریک (بنا کر اسے) پکارتا ہے (تو) وہ آتش جہنم میں جا گرا۔'' (العیاذ باللہ)

اور مولف (امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ) نے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینے اور شرک سے روکنے کی دلیل اللہ عزوجل کے اس فرمان سے لی ہے۔ ﴿وَاعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ کی بندگی (عبادت) کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو''.....

تو آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (دوٹوک انداز میں) اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے منع کیا ہے۔ اور یہ واضح حکم اس یکتا ذات کی عبادت کے اِثبات کو متضمن (اور شامل) ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرے، وہ کافر اور متکبر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے علاوہ کسی اور مخلوق کی بھی عبادت کرنے لگے تو ایسا شخص کافر مشرک ہوگا۔ (العیاذ باللہ) اور ان کے برعکس جو شخص صرف ایک اللہ کی بندگی کرتا ہے وہ خالص مسلمان ہے۔'' (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ)

اور شرک کی دو بڑی قسمیں ہیں

① شرک اَکبر (بڑا شرک) ② شرک اصغر (چھوٹا شرک)

پہلی قسم: بڑا شرک ہے اور یہ وہ شرک ہے جو انسان کو اس کے دین (اسلام) سے نکال باہر کرتا ہے۔ یعنی شارع (علیہ السلام) نے اس کا اطلاق 'شرک اکبر' پر کیا ہو تو ایسا عمل سراسر اصل ایمان کے منافی ہے۔ (العیاذ باللہ)

دوسری قسم: چھوٹا شرک ہے اور یہ ہر اس قولی و فعلی عمل کو کہتے ہیں کہ شرع (شریعت طاہرہ) میں اس کو 'وصف شرک' (شرک کی صفت) کے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہو اور شرک کی یہ قسم انسان کو ملت اِسلامیہ (یعنی دین اسلام) سے باہر نہیں نکالتی (مگر اس اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے کہ بار بار 'شرک اصغر' کے ارتکاب سے انسان 'شرک اکبر' تک جا پہنچتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بسا اوقات اپنے دین سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، جبکہ اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ (العیاذ باللہ) لہٰذا ہر انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ چھوٹے اور بڑے ہر دو قسم کے شرک سے مکمل محتاط رہے، اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے جو یہ فرما دیا ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ (النساء:۴۸) ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگر شرک کیا جائے تو وہ یہ گناہ کبھی معاف نہ کرے گا... آیۃ'' (آیت ہذا میں مطلق شرک کے گناہ اور اس پر وعید کا ذکر ہوا ہے، چھوٹے اور بڑے شرک کا کہیں اشارہ تک نہیں ہے۔ مترجم) اسے خوب اور اچھی طرح سمجھ لو!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


WWW.KITABOSUNNAT.COM

پہلی اصل

# معرفة العبد ربه

(بندے کا اپنے رب کو پہچاننا)

فَإِذَا قِيلَ لَكَ: مَا الْأُصُولُ① الثَّلَاثَةُ الَّتِي يَجِبُ عَلَى الإنْسَانِ مَعْرِفَتُهَا②؟ فَقُلْ مَعْرِفَةُ الْعَبْدِ رَبَّهُ③ وَدِينَهُ④ وَنَبِيَّهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِه وَسَلَّمَ⑤

''اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ وہ کون سے تین اصول ہیں، جن کی معرفت حاصل کرنا ہر انسان پر واجب (اور ضروری) ہے، تو آپ یہ کہیئے: ① بندے کا اپنے رب (پروردگار) کی بابت معرفت حاصل کرنا، ② اپنے دین کی (حقیقت کی بابت) پہچان حاصل کرنا، ③ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذات ورسالت کی معرفت حاصل کرنا۔

① **الأصول:** اصل کی جمع ہے اور اصل (جڑ) سے مراد یہ ہے کہ جس پر کسی دوسری چیز کی اَساس (بنیاد) رکھی جائے اور اسی سے یہ جملہ ہے (أصل الجدار) یعنی دیوار کی بنیاد (جس پر پوری دیوار چنی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے (أصل الشجرة) یعنی درخت کی جڑ، جس سے باقی ساری شاخیں اور ٹہنیاں پھوٹتی ہیں اور اسی پر قائم رہتی ہیں۔ اور اس مفہوم کی مزید وضاحت اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ (ابراہیم:٢٤)

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے 'کلمہ طیبہ' کی کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک اچھی ذات کا درخت، جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں (بلندی میں) آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔''

اور یہ وہ تین اصول ہیں، جن کا ذکر کر کے مصنف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب) نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت میں ان تین بنیادی سوالات کی جانب اِشارہ کیا ہے، جن کے بارے میں ہر انسان سے اس کی قبر میں پوچھا جائے گا، کہ مَنْ رَبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟، مَا دِينُكَ؟ کہ تیرا دین کیا ہے؟ اور مَنْ نَبِيُّكَ؟ کہ تیرا نبی کون ہے؟

▣ ② پھر مؤلف (رحمہ اللہ) نے، اس اہم مسئلہ کو 'صیغہ سوال' (یعنی فِإِذَا قِيلَ لَكَ کے الفاظ) کے ساتھ ذکر کر کے واضح کیا ہے اور یہ اس غرض سے، تاکہ ہر انسان اس بارے میں زیادہ سے زیادہ ہوشیار اور متنبہ ہو جائے، کیونکہ یہ سوال بہت ہی گراں ہے اور دین کا بڑا اصول بھی .....تو گویا مصنف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ! اپنی اس تحریر سے یہ پیغام دیتے ہوئے) کہہ رہے ہیں:

''کہ یہی وہ تین اصول ہیں جن کے بارے میں معرفت حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب اور ضروری ہے، اس لئے کہ یہ ہی وہ تین بنیادی سوالات ہیں، جن کی بابت ہر آدمی اپنی قبر میں پوچھا جائے گا (تو) جب مرنے والا اپنی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے خاندان کے لوگ اور ساتھی اس سے پھرتے ہیں تو (ساتھ ہی) اس کے پاس دو فرشتے (منکر اور نکیر) آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھنا شروع کر دیتے ہیں: کہ تیرا رب کون ہے؟، تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو مؤمن شخص جواب میں یہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی حضرت محمد ﷺ ہے، اور اگر جواب دینے والا ان امور کے سلسلے میں شاکی یا منافق ہو (العیاذ باللہ) تو وہ آگے سے کہے گا، ہائے ہائے! میں نہیں جانتا، عام لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنتا تھا، میں بھی وہی کچھ کہہ دیتا تھا۔''

اور اللہ تعالیٰ کی معرفت درج ذیل اسباب سے حاصل ہوتی ہے:

▣ ③ **اللہ عزوجل کی مخلوقات میں تامل اور غور وفکر کرنا:** تو یہ 'غور وفکر' انسان کو اللہ عزوجل کی حقیقی معرفت، اس کی عظیم سلطنت (اور بادشاہی) نیز اس کی پوری قدرت وحکمت اور رحمت کی انتہا کو پانے اور پہچاننے میں مدد ومعاون ثابت ہوگا، دلیل اور وضاحت کے طور پر درج ذیل فرامین باری تعالیٰ کافی ہوں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① ﴿أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾

''کیا ان لوگوں نے زمین و آسمان کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا، اور کسی چیز کو بھی، جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟'' (الاعراف:۱۸۵)

② ﴿إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا﴾

''(آپ ان سے کہئے) کہ: میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے حضور تم دو دو مل کر اور اکیلے اکیلے رہ کر (اس کے بارے) خوب سوچو!'' (سبا:۴۶)

③ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران:۱۹۰)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے باری باری آنے جانے میں اہل عقل کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

④ ﴿إِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ﴾ (یونس:۶)

''یقیناً رات اور دن کے الٹ پھیر میں اور ہر اس چیز میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہے، نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو (غلط بینی و غلط روی سے) بچنا چاہتے ہوں۔''

⑤ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (البقرۃ:۱۶۴)

''جو لوگ کچھ سوچتے سمجھتے ہیں ان کے لئے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں، جو لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں لئے سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، (نیز) اللہ تعالیٰ کے آسمان سے بارش نازل کرنے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


جس سے وہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اور اس میں ہر طرح کی جاندار مخلوق کو پھیلا دیتا ہے اور (اسی طرح) ہواؤں کی گردش میں، اور ان بادلوں میں، جو زمین و آسمان کے درمیان تابع فرمان ہیں، بے شمار (اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ کی) نشانیاں ہیں۔''

④ **اللہ جل شانہ کی شرعی آیات بینات میں غور وفکر کرنا** بھی بندے کا اپنے حقیقی پروردگار کی معرفت کے حصول کے اسباب میں سے ایک سبب ہے (کہ انسان اپنے رب کی پہچان کے لئے ان شرعی آیات میں تامل و تدبر کرے) اور یہ شرعی آیات وہ 'وحی الٰہی' ہے جو انبیاء ورسل، اللہ جل شانہ کی جانب سے (بذریعہ جبریل الامین علیہ السلام اپنی اپنی اقوام اور امتوں کے پاس) لائے ہیں، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ ان آیات بینات (یعنی روشن دلائل) میں گھس کر پوری توجہ اور یکسوئی سے ان میں موجود بڑی بڑی مصلحتوں (اور ان لامتناہی فوائد) میں غور وخوض کرے کہ جن کے بغیر دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں مخلوق کی زندگی (معمولی وقت کے لئے بھی) قرار نہیں پکڑ سکتی (اور نہ یہ گردش زمانہ ایسے مربوط اور منظم انداز سے جاری رہ سکتا ہے) تو جب وہ ان آیات شرعیہ (وحی الٰہی) میں پوری طرح غور وفکر کرے گا اور جس علم وحکمت (کے موجزن سمندر) پر یہ آیات مشتمل ہیں، ان میں تامل و تدبر بھی کرے گا، اور ساتھ ہی وہ ان کو اللہ کے بندوں کے مصالح وفوائد کے عین موافق اور ان کے مطابق پائے گا، تو اس پر اس کے پروردگار کی معرفت اور حقیقت پوری طرح عیاں ہو جائے گی (اور ان آیات میں اس کا غور وخوض ہی اس کے رب کی معرفت کے لئے کافی ہوگا) جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (النساء:۸۲)

''کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر (اور غور وخوض) نہیں کرتے اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے (نازل) ہوتا تو یہ اس میں ضرور بہت تفاوت (اختلاف) پاتے۔''

اللہ جل جلالہ کی معرفت کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل ایک مؤمن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دل میں اپنی معرفت کی شمع روشن کر دیتا ہے یہاں تک کہ یہ مومن کی اپنے رب کے بارے میں معرفت 'اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ گویا وہ اسے اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے' اور اسی حقیقت کی طرف راہنمائی اللہ کے نبی ﷺ کے اس فرمان میں بھی ہے، جب آپ ﷺ سے حضرت جبریل روح الامین نے پوچھا کہ: «مَا الإِحْسَانُ؟» کہ (اے اللہ کے رسولؐ) احسان کیا ہے؟ تو آپؐ نے جواب میں فرمایا: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»[۱۳] ''کہ تو اللہ کی عبادت اس انداز سے کرے، جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہو اور اگر تو اس کو نہ دیکھ رہا ہو تو (کم از کم معرفت اور قربت کا یہ درجہ ضرور ہونا چاہئے) کہ وہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

مطلب یہ کہ معرفت کے تین اُصولوں میں سے دوسرا اُصول دین اسلام کی معرفت ہے، جس پر عمل کرنے کا مسلمان کو مکلّف اور پابند کیا گیا ہے اور جو حکمت و رحمت اور مخلوق کی مصلحتوں اور منافع کا منبع و سرچشمہ اور مفاسد و مضرات سے بچاؤ کا ضامن ہے تو جس شخص نے بھی (حقیقت پسندی کے ساتھ) اور وحی الٰہی (کتاب و سنت) پر مبنی خالص تعلیمات کے مطابق اس دین اسلام میں تامل و تدبر کیا، وہ بہرصورت معرفت کے اس درجے پر پہنچ کر رہے گا کہ یہ 'دین، برحق (یعنی سچا) ہے اور مخلوق کے مصالح و منافع' اس کو اپنائے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہیں اور ہمیں کسی طرح سے بھی اس (دین اسلام) کو آج کے مسلمانوں کے (ظاہری) کردار و اعمال پر قیاس نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ آج کے ان مسلمانوں نے 'دین حق' کی بہت سی تعلیمات و شعائر میں کوتاہی (برتتے ہوئے انہیں پامال کیا) ہے اور اس بارے میں بہت بڑے جرائم (اور حدود کو توڑنے) کے مرتکب ہوئے ہیں، یہاں تک کہ بعض اسلامی ممالک میں رہنے والے لوگوں کے درمیان زندگی بسر کرنے والا شخص اپنے آپ کو غیر مسلموں (کافروں) کے ماحول میں رہتے محسوس کرتا ہے۔

اور 'دین اسلام' (الحمدللہ تعالیٰ) ان تمام مصلحتوں اور منافع کو بھی شامل ہے، جو پہلے اَدیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



و مذاہب میں پائے جاتے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ ان سے اس اعتبار سے امتیازی شان رکھتا ہے کہ یہ دین ہر دور میں، ہر علاقے اور جگہ میں، ہر اُمت کے طبقہ میں درست اور قابل عمل ہے (گویا کہ یہ ایک کامل، جامع، ہمہ گیر اور عالمگیر دین ہے) اس دین کے ہر زمانے، ہر جگہ اور ہر اُمت کے لئے درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس دین کے ساتھ وابستگی اور اس پر عمل، کسی بھی دور یا علاقے کے لوگوں کے مصالح و مقاصد سے ٹکرا نہیں سکتا۔ (بلکہ اس کے برعکس ان سے مکمل طور پر ہم آہنگی رکھتا ہے) اور یہ 'دین اسلام' ہر اچھے عمل کا حکم دیتا اور ہر برائی سے منع کرتا ہے، ہر اچھی عادت کو اپنانے کی ترغیب دیتا اور ہر قسم کی اخلاقی پستی کی مذمت کرتا ہے۔

▣⑤ یہ ہے وہ تیسرا اصول اور وہ یہ کہ ''انسان کا اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں حقیقی معرفت حاصل کرنا، اور یہ معرفت، نبی رحمت ﷺ کی حیات طیبہ کو پڑھنے اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو، خاص طور پر آپؐ کی عبادت و ریاضت، حسن اَخلاق، اللہ جل شانہ کے دین کی طرف دعوت و تبلیغ اور اللہ کی راہ میں جہاد و قتال وغیرہ پر گہرے غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے، لہٰذا ہر وہ انسان جو اپنے نبی مکرم ﷺ کی ذات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معرفت اور آپؐ پر پختہ ایمان اور آپؐ سے گہری وابستگی کا متمنی ہو، تو اسے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے جملہ روشن پہلوؤں کا مطالعہ کرنا چاہئے اور جہاں تک اس کے لئے (ممکن) ہو سکے وہ آپؐ کی حیاتِ طیبہؐ کے تمام احوال جیسے جنگ، امن، تنگی، خوشحالی، سختی اور آسانی میں آپؐ کے رویوں پر بھی نظر رکھے۔ ہم اللہ عزوجل کے حضور دعاء گو ہیں کہ وہ ہمیں ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے اپنے پیغمبر ﷺ کے (صحیح) پیروکاروں میں سے کردے، اور اسی حالت پر ہی ہمیں موت دے، بے شک وہ ذات آپؐ کی مددگار اور اس دعاء کی قبولیت پر قادر مطلق ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِذَا قِيلَ لَكَ: مَنْ رَبُّكَ⑥؟ فَقُلْ: رَبِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ رَبَّانِيْ وَرَبّٰى جَمِيْعَ الْعٰلَمِيْنَ بِنِعَمِهِ⑦

''اگر آپ سے یہ پوچھا جائے کہ آپ کا رب (پروردگار) کون ہے، تو آپ (جواب میں) کہہ دیجئے: کہ میرا رب اللہ ہے، جس نے اپنی (لامتناہی) نعمتوں کے ساتھ میری اور تمام جہانوں کی پرورش کی۔''

▣⑥ یعنی سوال یہ کیا جائے کہ کون ہے تیرا وہ رب جس نے تجھ کو پیدا کیا، تیری فریادرسی اور مدد کی، تجھے پوری طرح اور مکمل تیار کیا اور تجھے بہم رزق عطا کیا؟

▣⑦ لفظ التربية یہ الرعاية (جملہ امور میں دیکھ بھال اور نگرانی کرنا) سے عبارت ہے اور اس سے مراد، انتظامی امور کی وہ نگرانی ہے کہ جس کے ذریعے الْمُرَبّٰى (جس کی تربیت کی جارہی ہو) کی صحیح اور درست سمت میں تربیت کی جائے، اس کے ہر نقص کو ختم اور ہر ٹیڑھے پن کو سیدھے رخ پر کر دیا جائے، (یہ تقويم المربى کا مفہوم ہے)......اور

یہاں مولف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ!) کا کلام یہ باور کراتا ہے کہ: لفظ (الرب) 'التربية' مصدر سے ماخوذ (لیا گیا) ہے، کیونکہ امام موصوفؒ کا قول یہ ہے: (الَّذِيْ رَبَّانِيْ وَرَبّٰى جَمِيْعَ الْعٰلَمِيْنَ بِنِعَمِهِ)، تو اس طرح کائنات میں جتنے جہان ہیں ان سب کی اللہ ہی نے اپنے فضل و کرم سے تربیت و پرورش فرمائی اور جس مقصد کے لئے انہیں پیدا کیا، اس مقصد کی تکمیل کے لئے انہیں تیار کیا اور ان کی بقاء و سلامتی کے لئے اپنے وافر رزق سے ان کی مدد فرمائی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین ہونے والی گفتگو (کے بارے) میں ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوسٰى قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ (طٰہٰ:۴۹،۵۰)

''فرعون کہنے لگا: ''اچھا، تو پھر تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟ موسیٰؑ نے جواب دیا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کو (سیدھا) راستہ بتایا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لہٰذا ان تمام جہانوں میں موجود ہر ایک مخلوق کو اللہ عزوجل نے ہی اپنے فضل و کرم سے پروان چڑھایا، اور اس کی تربیت و پرورش فرمائی ہے''..... نیز اللہ عزوجل کی اپنے بندوں پر بے بہا اور بے شمار نعمتیں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (النحل:۱۸)

''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی (عطا کردہ) نعمتوں کو شمار کرو، تو تم ان کو شمار نہ کرسکو گے۔''

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے (اے انسان) تجھ کو پیدا کیا، تجھے (حقیقی مقاصد کی تکمیل کے لئے درست اور) تیار کیا، تجھے ہر طرح کی مدد دی اور تیری فریاد رسی کی اور (پھر) تجھے رزق عطا فرمایا، لہٰذا وہی اکیلی ذات بندگی (اور عبادت) کی مستحق ہے۔

وَهُوَ مَعْبُوْدِیْ لَیْسَ لِیْ مَعْبُوْدٌ سِوَاهُ[۸] وَالدَّلِیْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰی:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[۹] (الفاتحہ:۲)

''اور وہ اللہ ہی میرا معبود (برحق) ہے، اس کے علاوہ میرا اور کوئی معبود نہیں اور اس کی ربوبیت والوہیت (معبودیت) کی دلیل، اس کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب (پروردگار) ہے۔''

■ ⑧ مطلب یہ کہ ایک اللہ ہی وہ ذات ہے جس کی میں بندگی کرتا ہوں، اور اسی ذات کی خاطر گریہ زاری کرتے ہوئے، اسی کی محبت میں سرشار اور اسی کی عظمت کے گن گاتے ہوئے، اسی کے آگے عاجزی اور فروتنی کرتے ہوئے جھکتا ہوں، میں وہی کام کروں گا، جس کا وہ مجھے حکم دے گا اور اس کام سے باز رہوں گا جس سے وہ مجھے روک دے گا، تو میرے لئے اللہ عزوجل کی ذات کے سوا اور کوئی (ایسی ذات ہے ہی) نہیں کہ جس کی بندگی (اور غلامی) کا سہرا میں اپنی جبیں پر سجا لوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:۲۵)

''اور آپؐ سے پہلے ہم نے جو بھی رسولؑ بھیجا، اس کی طرف ہم یہی وحی کرتے رہے، کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے سوا کوئی اِلٰہ (معبود برحق) نہیں لہٰذا، تم صرف میری ہی عبادت کرو''.....اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:﴿وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾(البیّنۃ:۵)

''اور انہیں تو یہی حکم دیا گیا تھا کہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی مکمل حاکمیت تسلیم کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں پوری طرح یکسو ہوکر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی درست دین ہے۔''

▣⑨ مولف رحمہ اللہ نے اس بات کی دلیل کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ساری مخلوق کا پالنے والا ہے، اللہ جل شانہ کے اس فرمان سے لی ہے:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحہ:۲) ''کہ ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب (پروردگار) ہے۔'' مطلب یہ کہ ہر طرح کے کمال، ہر طرح کی بزرگی، اعلیٰ شان، اور عظمت کا وصف اللہ واحد کے لئے سزاوار ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِين: یعنی لامتناہی نعمتوں (اور اپنے فضل وکرم) سے تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا، ان کو پیدا کرنے والا ہے، ان کا مالک ہے اور ان کے جملہ امور کی اپنی مرضی اور مشیت کے مطابق تدبیر کرنے والا ہے۔

وَكُلُّ مَا سِوَى اللهِ عَالَمٌ وَأَنَا وَاحِدٌ مِنْ ذٰلِكَ الْعَالَمِ⑩

(اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ایک عالم (جہان) ہے، اور میں اس عالم کا ایک فرد ہوں۔''

▣⑩ اللہ جل شانہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز ایک عالم (جہان) ہے اور انہیں عالَم کا نام اس لئے دیا گیا ہے، کہ وہ اپنے حقیقی خالق، مالک اور مدبر کے وجود پر عَلَم (بڑی علامت اور نشانی) کی دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں اور جہان کی ہر چیز میں ایک ایسی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر دلالت کرتی ہے اور میں بھی اس جہاں میں ایک ایسا فرد ہوں جو اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رب العلمین کی ربوبیت کا قائل ہوں اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ جب 'اللہ واحد' میرا رب ہے تو مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں اس یکتا ذات کی بندگی اور غلامی کروں۔

فَإِذَا قِيلَ لَكَ بِمَ عَرَفْتَ رَبَّكَ؟ فَقُلْ بِآيَاتِهِ وَمَخْلُوقَاتِهِ⑪

''اگر آپ سے یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے اپنے رب کو کس چیز کے ذریعے پہچانا تو کہہ دیجئے کہ اس کی آیات (نشانیوں) اور مخلوقات کے ذریعے سے پہچانا۔''

■⑪ یعنی جب آپ سے یہ سوال پوچھا جائے: کہ کس چیز کے ذریعے آپ نے اللہ عزوجل کو پہچانا؟ تو آپ اس سوال کے جواب میں یہ کہئے: ''کہ میں نے اس کی معرفت اسی کی آیات بینات (روشن دلائل) اور اس کی مخلوقات کے ذریعے حاصل کی۔''

■⑫ الآیات: 'آیـــة' کی جمع ہے اور یہ ہر چیز کی اس علامت (اور نشانی) کو کہتے ہیں، جو اپنی اس متعلقہ چیز پر دلالت بھی کرتی ہے اور اس کی وضاحت بھی کرتی ہے''.....اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی دو بڑی قسمیں ہیں: ① کونی آیات ② شرعی آیات

'کونی آیات' سے مراد اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ساری مخلوقات ہیں اور 'شرعی آیات' وہ 'وحی' ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر اُتاری تو اس اعتبار سے مؤلف (شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ) کا یہ قول (بِآيَاتِهِ وَمَخْلُوقَاتِهِ) نحو کے اس قاعدے "عَطْفُ الْخَاصِ عَلَى الْعَامِ" (یعنی خاص چیز کا عطف عام پر) کے مطابق ہوگا، جب ہم 'آیات' سے مراد ایک ساتھ آیات 'کونیہ' اور آیات 'شرعیہ' لیں۔ (کیونکہ مجرد 'آیات' میں 'مخلوقات' اور 'وحی' دونوں شامل ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ آیات کونیہ 'مخلوقات' ہیں، اور آیات شرعیہ 'وحی الٰہی' ہیں۔ لیکن دوبارہ 'آیات' کے بعد 'مخلوقات' کا ذکر گویا کہ 'خاص کا عطف عام پر ہوا' اس لئے کہ عبارت ہذا میں بآیاتِہٖ عام ہے اور بعد میں دوبارہ مَخْلُوْقَاتِہٖ کے الفاظ خاص ہوئے) [یا] پھر اس عبارت میں عطف مباین و مغایر' ہے۔ (یعنی جو دو مختلف النوع چیزوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کا ایک دوسرے پر 'عطف' ہوتا ہے تب یہاں عام اور خاص والی بات نہیں) اور یہ اس وقت ہوگا جب ہم عبارت ہذا (بِآيَاتِهِ وَمَخْلُوْقَاتِهِ) میں 'آیات' سے مراد صرف 'آیات شرعیہ' یعنی 'وحی الٰہی' لیں اور پھر بعد میں 'مخلوقات' کے ذکر سے دونوں میں عطف تباین صاف ظاہر ہے۔'' بہرصورت اللہ عزوجل کی ذات جلیلہ اپنی پیدا کردہ کونی آیات سے پہچانی جاتی ہے اور یہ وہ بڑی بڑی مخلوقات ہیں جو اللہ جل شانہ کی قدرتوں کے عجائبات، اس کی کاریگری اور کامل علم اور بالغ حکمت کے عظیم شاہکار ہیں۔ اور اسی طرح وہ 'ذات الٰہی' اپنی 'شرعی آیات' (یعنی وحی) کی تاثیر اور اس کی انوار وتجلیات سے بھی پہچانی جاتی ہے جو سراسر اور بھرپور انداز سے ایک کامل نظام عدل کے مصالح ومنافع کے حصول اور مفاسد ومضرات کے سدباب پر مشتمل ہے۔ اور بقول شاعر: ع

وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ وَاحِدٌ

''اور کائنات (کے ذرے ذرے سے لے کر آسمانوں کی وسعتوں تک) کی ہر چیز میں اس اللہ (واحد کی قدرتوں) کی نشانی پنہاں ہے، جو کہ اس ذات کے یکتا (اکیلا) ہونے پر (بھی) دلالت کر رہی ہے۔''

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ، وَمِنْ مَخْلُوْقَاتِهِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَمَا بَيْنَهُمَا ۝

''اور اس (اللہ جل شانہ، کی معرفت) کی نشانیوں میں سے رات، دن اور سورج اور چاند کا وجود ہے اور اس کی (جملہ) مخلوقات میں سے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہیں، اور جو کچھ ان سب کے اندر اور ان کے مابین (درمیان) ہے۔''

■ ۱۲ تو یہ سب کی سب اللہ جل شانہ کی (پیدا کردہ مخلوقات کی) نشانیاں ہیں، جو اس کی کمال قدرت، کمال حکمت اور کمال رحمت پر دلالت کرتی ہیں تو ان بڑی آیات میں سے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سورج ہے جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا عظیم شاہکار ہے، وہ اس طرح کہ جب سے اللہ عزوجل نے اسے پیدا کیا ہے، اس وقت سے لے کر (آج تک بلکہ اس سے بھی آگے) اس دن تک جب اللہ تعالیٰ اس کائنات کو برباد کر دے گا، ایک انتہا درجے کی حد تک منظم و مربوط اور انتہائی انوکھے اور دلکش انداز کے ساتھ اپنے اس راستے پر (اور محور کے گرد) گامزن ہے جو اس کے لئے (شروع سے) مقرر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (یٰسین:۳۸)..... ''اور سورج اپنی مقرر گزرگاہ پر چل رہا ہے، یہی زبردست (اور) علیم ہستی کا مقرر کردہ اندازہ ہے''..... اور اللہ تعالیٰ کی (قدرت کی) یہ نشانی اپنے حجم (جسامت) اور اثر و نفوذ، ہر دو طرح سے ہے، اس کی جسامت اتنی بڑی ہے (کہ اس میں کسی کو کوئی نہ شبہ ہے نہ کلام) اور جہاں تک اس (مخلوق) کی اثر پذیری اور نفوذ کا تعلق ہے تو اس بات کا اندازہ اس سورج سے حاصل ہونے والے ان بے بہا فوائد سے لگایا جاسکتا ہے، جو براہ راست، بنی نوع انساں کے جسموں، درختوں، دریاؤں اور سمندروں پر اپنے گہرے اثرات چھوڑتے ہیں، تو جب ہم سورج جیسی اس بڑی نشانی کو بغائر نظر دیکھیں اور جو ہمارے اور اس کے درمیان دوری کا فاصلہ ہے (جو کہ سائنسی تحقیقات کے مطابق تقریباً اس کرۂ ارضی (زمین) سے نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے) اس کے باوجود ہم اس کو (اہل زمین کے لئے) حرارت و توانائی کا ایک بڑا منبع پاتے ہیں، پھر ذرا یہ دیکھئے کہ اس بڑی روشنی و حرارت کے سرچشمے سے لوگوں کو حاصل ہونے والے اموال کس قدر زیادہ ہیں۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ لوگ اس روشن چراغ کے ہوتے ہوئے (روئے زمین کے ہر حصے میں) ہر قسم کی روشنی سے مستغنی (بے پرواہ) ہو جاتے ہیں، جس میں روشنی کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مالی منفعت کی بھی بہت بڑی مصلحت پائی جاتی ہے، اور یہ ان آیات بینات کی ایک جھلک ہے جن میں سے ہم (عام طور پر) کم ہی کا اندازہ کر پاتے ہیں۔''

اسی طرح اللہ عزوجل کی قدرت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک چاند ہے کہ اس نے اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دلکش اور دلفریب مخلوق کی ہر رات کے لئے ایک منزل (حد) مقرر کردی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ (یٰسین:۳۹) ''اور چاند (تو) اس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں، یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کی طرح ہوجاتا ہے۔'' ..... یہ چاند جب (پہلی رات) ظاہر ہوتا ہے تو بہت چھوٹا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے، یہاں تک کہ وہ پورا (جوان) ہوجاتا ہے، پھر وہ (جوانی کے بعد) زوال پذیر ہونا شروع ہوجاتا ہے، گویا کہ وہ (اپنے بڑھنے اور ڈھلنے میں) انسان کے مشابہ ہے، جیسے وہ (انسان) کمزور حالت میں پیدا ہوتا ہے، پھر وہ ہمیشہ (اس کمزوری سے) قوت و طاقت کی طرف (مرحلہ وار) رواں دواں رہتا ہے، یہاں تک کہ (وہ اپنی پوری طاقت و رعنائی کے عروج پر پہنچنے کے بعد) دوبارہ کمزوری (یعنی بڑھاپے) کی جانب ڈھلنا شروع ہوجاتا ہے، لہٰذا بابرکت ہے وہ ذات باری تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والی ہے۔)

وَالدَّلِيْلُ ۞ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (فصلت:۳۷)

''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی دلیل، اس کا یہ ارشاد ہے۔'' اور اللہ (تعالیٰ) کی (قدرت کاملہ کی) نشانیوں میں سے ہیں، یہ رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو، بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے، اگر تم (فی الواقع) صرف اسی ذات کی عبادت (اور بندگی) کرنے والے ہو۔''

▣ ۞ یعنی اس بات پر دلیل کہ رات اور دن، سورج اور چاند اللہ کی (قدرت کاملہ) کی نشانیوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ...الآية﴾ مطلب یہ ہے کہ ایسی واضح نشانیاں جو اپنے مدلول (ذات باری تعالیٰ کی قدرتوں اس کی عظمت و سطوت و کبریائی اور الوہیت و ربوبیت اور دیگر تمام صفات علیا) کو کھول کھول کر بیان کردینے والی ہیں، ان میں سے یہ رات اور دن اپنی ذات کے اعتبار سے اور ایک دوسرے سے مختلف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہونے کے لحاظ سے بھی، اور پھر، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مخلوقات میں اپنے بندوں کی مصلحتیں اور منفعتیں (فوائد) ودیعت کردی ہیں اور جو آئے دن ان دونوں میں حالات اپنے رخ بدلتے اور حوادثات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے۔'' اور.....

اسی طرح سورج اور چاند بھی اپنی اپنی ذات کے اعتبار سے اور اپنے اپنے مقرر کردہ راستوں اور محور کے گرد انتہائی منظم اور مربوط انداز سے چلنے کے لحاظ سے بھی اور جو کچھ، ان کے اس نظام کائنات میں وجود کے سبب بندوں کو فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور وہ نقصانات و تکالیف سے بچتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی (کمال قدرتوں اور بالغ حکمتوں کی) بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے (اپنے) بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ سورج اور چاند کو سجدہ کریں، خواہ ان دونوں مخلوقات کی عظمت ان کے دلوں میں (کس حد تک) گھر کر جائے، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہونے کی بناء پر عبادت کی (قطعاً) مستحق نہیں ہوسکتیں (بلکہ وہ تو خود اپنے خالق کے حضور سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں) عبادت کا استحقاق صرف اور صرف اس حقیقی معبود برحق کا ہے، جس نے ان کو (اور بقیہ ساری کائنات کو) پیدا کیا ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيْثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الاعراف:۵۴)

''اور اس (خالق حقیقی) کی مخلوقات کی دلیل اس کا یہ فرمان بھی ہے۔ ''بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، پھر اپنے عرش بریں پر مستوی ہوا، جو رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے، اور پھر دن، رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، جس ذات نے سورج، چاند اور ستارے پیدا کئے (یہ سب) اسی کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو! اسی کی (ساری) مخلوق ہے اور اسی کا حکم (چلتا) ہے، بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک اور پروردگار۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



▣ ⑮ یعنی ان جملہ دلائل میں سے، کہ زمین و آسمانوں کو اللہ واحد نے پیدا کیا ہے، اللہ جل شانہ کا یہ بھی فرمان ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ... الآية﴾ آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ کی ذات بابرکات کی درج ذیل نشانیوں کا ذکر ہوا ہے:

☜ **پہلی:** کہ اللہ تعالیٰ نے ان بڑی بڑی مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ایک سیکنڈ (بلکہ اس سے بھی کم مدت) میں پیدا کر دیتا، مگر اس کی کمال حکمت کا تقاضا تھا کہ اس نے ان کی پیدائش میں مسبّبات (وجود میں آنے والی مخلوقات) کو ان کی پیدائش کے (ظاہری) اسباب کے ساتھ مربوط رکھا۔ (جیسا کہ نظام کائنات کے دیگر اُمور میں اللہ جل شانہ کی سنت اور طریقہ ہے)

☜ **دوسری:** کہ وہ عرش پر مستوی ہوا، یعنی اس خاص صفت اور شان کے ساتھ جیسے اس کی جلالت وعظمت کے لائق اور شایان شان ہے، وہ قادر مطلق، عرش پر بلند ہوا، اور یہ اس کی کمال ملوکیت اور کمال سلطنت کا عنوان (وصف) ہے۔

☜ **تیسری:** کہ وہ دن کو رات سے ڈھانپ دیتا ہے، مطلب یہ کہ اس نے رات کو، دن کا ایک دبیز پردہ بنایا ہے، تو وہ رات گویا کہ اس موٹے کپڑے کی طرح ہے جب اسے دن کی روشنی کے سامنے (لاکر) لٹکایا جاتا ہے تو وہ اس دن کو ڈھک دیتی ہے (اور اس طرح رات چھا جاتی ہے اور دن غائب ہو جاتا ہے۔)

☜ **چوتھی:** کہ اس نے سورج، چاند اور ستاروں جیسی بڑی بڑی مخلوقات کو (پیدا کرنے کے بعد) اپنا تابع فرمان بنایا ہے، وہ (اللہ جل جلالہ) انہیں اپنے بندوں کی مصلحت ومنفعت کی خاطر جیسے چاہتا اور جس چیز کے لئے چاہتا ہے حکم کرتا ہے (جس سے وہ سرمو انحراف نہیں کرتے)۔

☜ **پانچویں:** اس ذات باری تعالیٰ کی بادشاہی کی عمومیت اور اس کی 'قبضہ حکمرانی' اور کلی اختیار کی عالمگیریت یہاں تک کہ ساری کی ساری مخلوقات اسی کی ملکیت ہے اور ہر قسم کا (امر) اختیار اور حکم اسی کے لئے ہے نہ کہ اس کے سوا کسی اور کے لئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چھٹی: اس جل شانہ کی ربوبیت کی عمومیت اوراس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام جہانوں کا خالق بھی ہے، مالک بھی، رازق بھی ہے اور معبود بھی، (وہ یکتا ذات خالق ہے اس کے سوا باقی سب مخلوق ہے)

وَالرَّبُّ هُوَ الْمَعْبُوْدُ⑯ وَالدَّلِيْلُ⑰ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يَآيُّهَا النَّاسُ⑱ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ⑲ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ⑳ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا㉑ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً㉒ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً㉓ فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ㉔ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا㉕ وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ㉖﴾ (البقرۃ:۲۱،۲۲)

''اور کائنات کا پروردگار ہی عبادت کے لائق اور حقیقی معبود ہے،اس کی دلیل حق تعالیٰ جل شانہ کا یہ فرمان ہے: ''اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی بندگی اختیار کرو، جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں سب کو پیدا کیا ہے تاکہ تم (دوزخ کی عقوبت سے) بچ جاؤ، وہی ذات تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت، اور آسمان سے پانی اتارا، پھر اس (پانی) کے ذریعے سے (ہر طرح کے) پھلوں میں سے، تمہارے لئے رزق بہم نکالا، بس جب تم یہ (حقیقت) جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدمقابل (اور شریک) نہ ٹھہراؤ۔''

⑯ مولف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ) نے اپنے اس قول (وَالرَّبُّ هُوَ الْمَعْبُوْدُ) کی وضاحت میں اللہ عزوجل کے اس فرمان کی طرف اشارہ کیا ہے۔﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الاعراف:۵۴)

''یقیناً تمہارا (حقیقی) پروردگار اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر اپنے عرش بریں پر مستوی ہوا، جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے، اور پھر دن، رات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، جس ذات نے سورج، چاند اور ستارے پیدا کئے (یہ سب) اسی کے فرمان کے تابع ہیں، خبردار رہو، اسی کی ساری مخلوق ہے اور اسی ذات کا حکم (چلتا) ہے، بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک اور پروردگار۔"

تو کائنات کا رب (پروردگار) ہی عبادت کا مستحق ہے، مطلب یہ کہ وہی یکتا ذات اس بات کا استحقاق رکھتی ہے کہ اس کی بندگی (عبادت) کی جائے۔یا (بالفاظ دیگر) بندگی اور غلامی کا حق رکھنے کی بناء پر اس اکیلی ذات کی عبادت کی جائے گی اور آیت ہذا کا قطعی طور پر یہ مفہوم نہیں بنتا کہ ہر وہ جس کی عبادت کی جائے گی، وہ رب (پروردگار) ہے، لہٰذا وہ معبودانِ (باطلہ) جن کی اللہ کے سوا پوجا کی جاتی ہے اور جنہیں ان کے پجاریوں نے اللہ کے علاوہ رب مان لیا ہے رب نہیں ہو سکتے۔

اور حقیقی (الربُّ) پروردگار وہ خالق، مالک اور کائنات کے تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔

▣ ⑰ یعنی اس بات کی دلیل کہ بے شک ربّ کائنات ہی عبادت (بندگی) کا مستحق ہے۔

▣ ⑱ (یَاَیُّھَا النَّاسُ) میں نداء (پکار) کے منادیٰ (جنہیں پکارا جارہا ہے) ساری اولاد آدمؑ ہے۔ اللہ عزوجل نے (بلاتفریق) سب کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک (ساجھی) نہیں اور نہ اس کا مخلوق میں سے کوئی مدمقابل ٹھہرائیں۔ (نیز آیت ہذا میں) اللہ نے یہ واضح طور پر بیان کردیا ہے کہ وہ یکتا عبادت کا اس لئے مستحق ہے، کہ وہ تنہا پوری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اور (اس پوری کائنات کو پیدا کرنے میں بھی) اس کا کوئی شریک (اور مددگار) نہیں۔

▣ ⑲ حق تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ﴾ یہ حقیقتِ حال کو منکشف کرنے والی اور (کھول دینے والی) وہ صفت ہے جو گذشتہ حکم کی علت (اصل وجہ) بیان کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی عبادت کرو، کیونکہ وہ تمہارا، پروردگار ہے، جس نے تم کو پیدا کیا، تو اس ذات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی رب (پروردگار) اور خالق (پیدا کرنے والے) ہونے کی وجہ سے، تم پر یہ لازم ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو...... اور اسی بناء پر ہم یہ کہتے ہیں: کہ ہر وہ شخص جو اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ صرف اسی ایک معبود برحق کی بندگی کرے وگرنہ اس شخص کی اپنی ذات متناقض ہوگی (یعنی اس کے قول وفعل میں واضح تضاد اور تناقض ہوگا۔)

▣⑳ یعنی یہ حکم اس لیے بجالاؤ تاکہ تم متقی بن سکو، اور تقویٰ (کا ایک مفہوم) یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ اَحکامات کی پیروی کرتے ہوئے اور اس کے سارے منہیات (منکرات) سے بچتے ہوئے اللہ عزوجل کے تیار کردہ عذاب سے بچ جانا، (جس کا اصل مغز اللہ تعالیٰ کا خوف ہے)

▣㉑ یعنی اس زمین کو فرش اور بچھونا بنا دیا، جس سے ہم بغیر مشقت اور تھکاوٹ کے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس پر ہم ایسے آرام سے لیٹ جاتے ہیں، جیسے انسان اپنے بستر پر سوتا ہے۔

▣㉒ یعنی ہمارے اوپر آسمان کو چھت بنا دیا، اس لئے کہ یہ پوری عمارت آسمان سے اوپر ہے جو کہ اہل زمین کے لئے ایک قسم کی چھت ہے، اور یہ چھت انتہائی مضبوط ومحفوظ ہے، جیسا کہ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ (الانبیاء:۳۲) ''اور ہم نے آسمان کو (اہل زمین کے لئے) ایک محفوظ چھت بنا دیا، پھر بھی یہ لوگ اس کی نشانیوں سے اعراض کرنے (یعنی منہ موڑنے) والے ہیں۔''

▣㉓ یعنی بلندی (میں موجود) بادلوں میں سے پاکیزہ پانی اتارا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ﴾ (النحل:۱۰)

''جس (پانی) سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو، اس سے درخت (یعنی کھیتیاں وغیرہ بھی) سیراب ہوتی ہیں جن میں تم (اپنے مویشی) چراتے ہو۔''

▣㉔ ﴿رِزْقًا لَّكُمْ﴾ یعنی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطاء کردہ رزق ہے، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری آیت کریمہ میں یہ الفاظ ہیں: ﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾ (النازعات:۳۳) (یہ سب کچھ) تمہارے لئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے سامان زندگی ہے۔

▣ ㉕ مطلب یہ ہے کہ (اے لوگو!) تم اس ذات باری تعالیٰ کے لئے، جس نے تم کو پیدا کیا اور اِن لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور تمہاری خاطر زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو ایک محفوظ چھت اور تمہاری خاطر ہی آسمان (کی بلندیوں) سے پاکیزہ پانی اتارا اور پھر اسی پانی کی بدولت تمہارے لئے مختلف انواع کے پھلوں میں سے رزق کا وافر انتظام فرمایا، کسی قسم کا کوئی ساجھی اور مدمقابل نہ ٹھہراؤ، کہ تم ان (بتوں) کی عبادت ایسے انداز سے کرنی شروع کردو جس طرح تم 'اللہ واحد' کی عبادت کرتے ہو، یا تم ان سے اس طرح کی محبت کرنی شروع کردو، جس طرح کہ تم 'اللہ واحد' سے محبت کرتے ہو، یہ کام تمہارے شایان شان نہیں اور نہ ایسا کرنا تمہارے لئے عقلی اور شرعی ہر اعتبار سے جائز ہے۔''

▣ ㉖ یعنی تم اس حقیقت کا پہلے سے ہی خوب علم رکھتے ہو کہ اس ذات باری تعالیٰ کا کوئی مدمقابل نہیں ہوسکتا، اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ساری مخلوق، ہر قسم کا رزق اور تمام امور کی تدبیر کرنا ہے لہذا تم (اس حقیقت سے آگاہی رکھتے ہوئے اب) اس کی عبادت میں کسی کو شریک اور ساجھی نہ ٹھہراؤ۔''

(قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى ㉗: الْخَالِقُ لِهٰذِهِ الْأَشْيَاءِ هُوَ الْمُسْتَحَقُّ لِلْعِبَادَةِ) (تفسیر ابن کثیر: ۱/۷۵ طبع مصر)

''امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان تمام (مذکورہ) اشیاء کا خالق (حقیقی پیدا کرنے والا) ہی ہر قسم کی عبادت کا حقدار ہے۔''

▣ ㉗ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا پورا نام ونسب یہ ہے: حافظ عماد الدین، ابوالفداء، اسماعیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عمر قریشی، دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ! آپ مشہور صاحب تفسیر و تاریخ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ ۷۷۴ ہجری میں فوت ہوئے۔"

وَأَنْوَاعُ الْعِبَادَةِ الَّتِيْ اَمَرَ اللهُ بِهَا: مِثْلُ الاِسْلَامِ، وَالاِيْمَانِ وَالاِحْسَانِ [۲۸]

"اور عبادت کی وہ انواع واقسام جن کو بجالانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جیسے اسلام، ایمان اور احسان ہے۔"

▣ [۲۸] مولف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ!) نے جہاں یہ بات بیان کی ہے کہ ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم ایک اللہ کی بندگی کریں، جس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں، اب انہوں نے ذیل میں عبادت کی کچھ اقسام بھی ذکر کی ہیں اور کہا ہے کہ: عبادت کی (کچھ) اقسام ہیں مثلاً: اسلام، ایمان اور احسان اور عبادت کی یہی تین بڑی اَنواع اسلام، ایمان اور احسان پورے دین کے مساوی ہیں (بلکہ دین ہی کا مجموعہ ہیں) جیسے اس بات کی وضاحت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم کی ایک مشہور حدیث میں آئی ہے: (حدیث کے راوی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں:

"اس حال میں کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک ہم پر، انتہائی سفید کپڑوں میں ملبوس اور بہت ہی زیادہ سیاہ بالوں والے ایک صاحب آوارد ہوئے، جن کے جسم پر سفر کے کوئی آثار تک نہ دکھائی دیتے تھے، اور نہ ہی ہم میں سے کوئی ان کا شناسا تھا، یہاں تک کہ وہ (صاحب) اللہ کے نبی ﷺ کی طرف رخ کرکے بیٹھ گئے اور اپنے گھٹنوں کو آپ ﷺ کے گھٹنوں کی طرف موڑ کر دوزانو ہوکر بیٹھے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنی (یا پھر رسول اللہ ﷺ کی) رانوں پر رکھ لیا اور کہا: اے محمدؐ! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے کہ اسلام کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو یہ گواہی دے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد (ﷺ) اللہ کے (سچے) رسول ہیں اور تو (ایک دن میں پانچ وقت فرض نماز قائم کرے اور تو (اگر صاحب نصاب ہے) سال میں ایک بار اپنے مال سے فرض) زکوٰۃ ادا کرے اور تو (سال میں ایک بار) رمضان کے فرضی روزے رکھے اور تو (کم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از کم زندگی میں ایک مرتبہ) اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج ادا کرے اگر تو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔اس (نووارد شخص) نے یہ سن کر کہا: آپؐ نے سچ فرمایا ہے: حضرت عمرؓ کہتے ہیں: ہمیں اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ یہ (اجنبی شخص) آپؐ سے پوچھتا بھی ہے اور پھر تصدیق (بھی خود ہی) کرتا ہے!..... پھر اس شخص نے کہا: (اے اللہ کے رسولؐ!) مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: یہ کہ تو ایک اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، نیز اس بات پر بھی تو ایمان لائے (یعنی زبان سے اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے بھی تصدیق کرے) کہ ہر اچھی اور بُری تقدیر (یعنی ہر اچھے اور بُرے امر کا فیصلہ) منجانب اللہ ہے (یہ سن کر) اس اجنبی شخص نے پھر یہ کہا: آپؐ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر اس نے آپؐ سے پوچھا، (اے محمدؐ!) مجھے کچھ احسان کے بارے میں بتایئے کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کہ تو اللہ جل شانہ کی اس انداز سے عبادت کرے، گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے (دوران عبادت) نہیں دیکھ رہا تو (کم از کم اس درجے پر تجھے ہونا چاہئے کہ) اللہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔ پھر اس (نووارد شخص) نے کہا: (اے اللہ کے رسولؐ) مجھے قیامت قائم ہونے کے بارے میں کچھ بتایئے، آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اس بارے میں سائل (سوال کرنے والے) سے زیادہ مسئول (جس سے سوال کیا جارہا ہے) نہیں جانتا، اس (اجنبی شخص) نے مزید استفسار کرتے ہوئے کہا: ''مجھے اس قیامت بپا ہونے (سے پہلے رونما ہونے والی چند) علامات کے بارے میں بتایئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ (جب) لونڈی اپنے مالک، (یعنی خاوند) کو جنم دے گی، (مطلب یہ کہ قرب قیامت بدکاری اتنی کثرت سے عام ہوجائے گی کہ مرد کو یہ پتہ نہ چل سکے گا کہ جس عورت سے وہ یہ فعل بد کررہا ہے یہ اس کی اپنی ماں ہے اور نہ ہی عورت کو علم ہوگا کہ یہ مرد اس کا بیٹا ہے یا پھر اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت کے قریب اولاد والدین کی اس قدر نافرمان ہوجائے گی کہ ایک بیٹا اپنی حقیقی والدہ سے اپنی زرخرید لونڈی کا سا برتاؤ کرے گا۔) (الأمان والحفیظ) اور یہ کہ جب تو یہ دیکھے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور فقر کے مارے ہوئے تنگدست لوگ بھیڑ بکریوں کے چرواہے، ایک دوسرے سے بڑھ کر بلند و بالا عمارتیں بنانے میں فخر محسوس کریں گے۔ (حدیث کے راوی) حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پھر یہ آنے والے صاحب وہاں سے چلے گئے، تو میں کچھ دیر وہاں ٹھہرا رہا، بعد ازاں (رسول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ نے) مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: 'اے عمرؓ! کیا تو سائل کے بارے میں جانتا ہے کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا: کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں، تب آپؐ نے فرمایا: ''یہ جبریلؑ تھے جو تمہارے پاس (اس لئے) آئے تھے کہ تمہیں، تمہارے دین کی بابت تعلیم دے سکیں۔'' (۱۴)

◉ تو اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث میں مذکوران تمام اشیاء کو 'دین' قرار دیا، یہ اس لئے کہ یہ (سارا مضمون) پورے دین کو متضمن (اور شامل) ہے۔

وَمِنْهُ الدُّعَاءُ وَالْخَوْفُ، وَالرَّجَاءُ، وَالتَّوَكُّلُ، وَالرَّغْبَةُ، وَالرَّهْبَةُ، وَالْخُشُوْعُ وَالْخَشْيَةُ، وَالانَابَةُ، وَالِاسْتِعَانَةُ، وَالاِسْتِعَاذَةُ، وَالاِسْتِغَاثَةُ، وَالذَّبْحُ، وَالنَّذْرُ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنْ أَنْوَاعِ الْعِبَادَةِ الَّتِىْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا كُلُّهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى (۱۵)، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (الجن:۱۸) (فَمَنْ صَرَفَ مِنْهَا شَيْئًا لِغَيْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مُشْرِكٌ كَافِرٌ وَالدَّلِيْلُ: قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ (۱۶)﴾ (المؤمنون:۱۱۷)

''اور ایسے ہی دعاء و خوف، امید و رجاء، توکل (بھروسہ)، رغبت و رہبت (ڈر) خشوع و خشیت (اللہ کا خوف) رجوع، استعانت (مدد طلب کرنا)، استعاذہ (پناہ طلب کرنا)، استغاثہ (مدد مانگنا)، ذبح و قربانی اور نذر و منت (ماننا) اور ان کے علاوہ دیگر عبادات بھی ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ سب کی سب حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان باتوں پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اور بے شک مساجد صرف اور صرف اللہ کے لئے ہیں، پس تم (ان میں) اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔''...... تو جس کسی نے ان مذکورہ عبادات میں سے کسی بھی عبادت کو کسی غیر اللہ (جیسے کسی فرشتے، جن، نبی، ولی اور پیرومرشد وغیرہ) کے لئے ادا کیا وہ مشرک و کافر ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے، جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس شخص کا حساب اس کے رب کے پاس ہے (اور وہ حساب یہ ہے کہ) بے شک (یہ لوگ کافر ہیں اور) کافر کبھی فلاح (کامیابی) نہیں پا سکتے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

▣ ㉙ یعنی عبادت کی جملہ اقسام جن کا یہاں ذکر ہوا ہے یا ان کے علاوہ وہ جن کا ذکر نہیں ہوا، سب کی سب اسی ایک ذات کے لئے خاص ہیں جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے خاص کرنا قطعی طور پر جائز نہیں (بلکہ اس کا ارتکاب کفر وشرک ہے)۔ والعیاذ باللہ تعالی

▣ ㉚ مولف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں عبادت کی جملہ انواع واقسام کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جس کسی نے ان مذکورہ عبادات میں سے کسی بھی عبادت کو کسی غیر اللہ (مثلاً فرشتے، نبی، جن، ولی، پیرومرشد وغیرہ) کے لئے خاص کیا تو وہ مشرک وکافر ہے اور اس بات کی دلیل انہوں (رحمہ اللہ) نے اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کو بنایا ہے:

① ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الجن:۱۸)

”اور بے شک مساجد اللہ ہی کے لئے ہیں، لہٰذا تم (ان میں) اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔“

② ﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المؤمنون:۱۱۷)

”اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے، جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، کہ بیشک کافر کبھی فلاح (کامیابی) نہیں پاسکتے۔“ (ان مذکورہ آیات میں سے)

پہلی آیت کریمہ میں دلالت کی وجہ یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے اس بات کی خبر دی ہے کہ مساجد، جو کہ سجدہ کرنے کی جگہیں ہیں یا وہ اعضائے سجدہ (جن کو انسان سجدہ کرتے وقت زمین پر رکھتا ہے) اللہ جل شانہ کے لئے ہیں اور اسی کی ملکیت ہیں، بعد ازاں اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مرتب ہوا ہے کہ: ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ ...... ”تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔“

☆ ......مطلب یہ ہے کہ جب عبادت گاہیں اور سجدہ کے اعضاء سب کچھ اللہ کے لئے ہے تو پھر اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس (اللہ واحد) کے ساتھ کسی اور کی بندگی نہ کرو، کہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کو پھر سجدے کرنا بھی شروع کردو'' ......

اور دوسری آیت کریمہ سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا: جوکوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے وہ کافر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ ...... ''بے شک کافر (لوگ) کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔''

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں: ﴿لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ﴾ ''کہ اس (کافر) کے پاس اس (کفر وشرک) کی کوئی دلیل بھی نہیں۔'' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ (ایک سے زیادہ) معبودان باطلہ کے وجود پر کوئی دلیل مل سکے۔ تو یہ وصف ﴿لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ﴾ ایسا وصف ہے جو اس حقیقت کو کھول کر اور اصل معاملے کو واضح طور بیان کردیتا ہے، (کہ اللہ واحد کے سوا کسی اور کو معبود پکڑ لینا بلا حجت و بلا دلیل ہوگا) نہ کہ یہ ایسا وصف ہے جو مقید ہو، یعنی جہاں کوئی ایسی (باطل پر مبنی) دلیل مل جائے تو وہاں سے یہ وصف خارج ہو جاتا ہے اور اپنی حیثیت کھو دیتا ہے (بالفاظ دیگر آیت کریمہ میں یہ 'صفت مبینہ' ﴿لَا بُرْهَانَ لَهُ﴾ کے ذکر کا یہ مقصد نہیں کہ اگر کہیں سے کوئی 'برھان' (دلیل) کسی جھوٹے معبود پر مل جائے تو اس وقت اللہ کے ساتھ اس معبود (باطل) کو پکارنا جائز ہوگا، بلکہ یہ تو حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے ذکر کی گئی ہے کہ) یہ بات سرے سے ہی ناممکن ہے کہ یہاں کوئی دلیل مل جائے کہ 'اللہ واحد' کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے۔

وَفِي الْحَدِيْثِ: الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾[21] (غافر:٦٠)

''اور دعاء کے عبادت ہونے کی دلیل ایک یہ حدیث پاک ہے ''کہ دعاء عبادت کا مغز (یعنی اصل) ہے'' اور قرآن حکیم میں 'دعاء' کے عبادت ہونے کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ''تمہارا رب کہتا ہے کہ: مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جولوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہوکر واصل جہنم ہوں گے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


▣ ③ یہ مؤلف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ) کی جانب سے عبادت کی ان اقسام کے دلائل کے بارے میں آغاز ہے، جوانہوں نے اپنے اس قول میں ذکر کی ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جن انواع واقسام کی عبادت کو بجالانے کا حکم دیا ہے جیسے اسلام، ایمان اور احسان اور انہی میں سے دعاء ہے.....الخ'')

تو مؤلف رحمہ اللہ نے (اس ضمن میں) ابتداء، دعاء کی دلیلوں کے ذکر سے کی ہے (کہ دعاء عبادات میں سے ایک عبادت ہے) اسی طرح اسلام، ایمان اور احسان پر بھی۔ ان شاء اللہ عنقریب تفصیل آگے آئے گی۔''

تو یہاں مؤلف رحمہ اللہ نے امام ترمذیؒ کی روایت کردہ ایک حدیث سے دلیل لی ہے کہ: «اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ»[۱۵] .....''کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔''

اور قرآن حکیم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔ ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (غافر:۶۰)

''اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بے شک وہ لوگ جو گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ جلدی (ذلیل وخوار ہوکر) جہنم میں داخل ہوں گے۔'' العیاذ باللہ

تو آیت کریمہ اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ دعا، عبادت کی انواع میں سے ایک نوع (قسم) ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کہنا بھی درست نہ ہوتا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ ''بے شک وہ لوگ جو گھمنڈ میں آ کر میری عبادت (یعنی دعاء کرنے) سے پہلوتہی برتتے ہیں، وہ جلدی ذلیل وخوار ہوکر واصل جہنم ہوں گے'' .....تو جس شخص نے غیر اللہ (اللہ کے علاوہ کسی دوسرے) کو کسی ایسی چیز کی بابت پکارا، کہ اس پر سوائے اللہ عزوجل کی ذات کے اور کوئی قدرت و اختیار نہیں رکھتا، تو وہ شخص مشرک وکافر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوگا، خواہ جسے (اللہ کے علاوہ) پکارا جارہا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، اور جو شخص کسی زندہ کو پکارے اور وہ زندہ اس چیز پر قدرت بھی رکھتا ہو، جس کے بارے میں اسے پکارا جارہا ہے، مثلاً: کوئی شخص یہ کہے: يَا فُلَانُ أَطْعِمْنِيْ "کہ اے فلاں مجھے کھانا کھلا یا اے فلاں مجھے پانی پلا، تو ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر کوئی ایسی ہی بات یا کلمات کسی میت کو یا غائب شخص کو کہے تو وہ (کہنے والا) مشرک ہوگا، اس لئے کہ میت یا غائب شخص، ممکن ہی نہیں کہ وہ ایسے مطالبات پورے کر سکے، تو اس شخص کا ایسے لوگوں کو (حاجت برآری کے لئے) پکارنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خود یہ عقیدہ رکھتا ہے، کہ مدعو (پکارا جانے والا مردہ یا غائب شخص) کائنات میں اپنی مرضی چلا سکتا ہے لہٰذا وہ اسی باطل عقیدے کی بدولت مشرک ٹھہرے گا۔

اور یہ بات بھی جان رکھئے، کہ دعاء کی دو قسمیں ہیں: ① دعاء مسئلہ اور ② دعاء عبادت۔

☜ دعائے مسئلہ: اور اسے 'دعائے طلب' بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی حاجات وضروریات کو طلب کرنا، مانگنا، اور 'دعاء' کی یہ قسم اس وقت 'عبادت' شمار ہوگی جب بندہ اپنے رب سے کوئی چیز مانگے، اس لئے کہ یہ 'دعاء' اللہ تعالیٰ کے حضور احتیاج والتجاء (یعنی اس ذات باری تعالیٰ کے آگے محتاجی اور اسی کی طرف ہاتھ پھیلا کر مانگنے) کو شامل ہے، اور اس اعتقاد کو بھی متضمن ہے کہ وہی یکتا ذات، قادر مطلق ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی رحیم وکریم اور بہت فضل وکرم والی بھی ہے اور اسی طرح کی 'دعاء' بندے کے لئے، مخلوق میں سے اپنے ہی جیسے انسان کے سامنے اس وقت کرنا جائز ہوگی جب مدعو (جسے پکارا جارہا ہو) 'دعاء' کو سمجھتا ہو (کہ اس میں کیا ہے اور کس لئے اسے بلایا جارہا ہے؟) اور ساتھ ہی وہ اس پکار کا جواب دینے کی بھی استعداد رکھتا ہو، جیسا کہ پہلے اس شخص کا قول گزر چکا ہے (يا فُلَانُ أَطْعِمْنِيْ!) کہ اے فلاں مجھے کھانا کھلا!

☜ دعائے عبادت: اور دعائے عبادت یہ ہے کہ بندہ اس دوران مدعو (جسے پکارا جارہا ہے) سے ثواب واجر حاصل کرنے یا اس کی سزا سے بچنے کی نیت سے اس کی بندگی بجالائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اور دعاء کی یہ قسم 'غیر اللہ' (اللہ عزوجل کے علاوہ کسی دوسرے) کے لئے درست نہیں، لہٰذا اس دعاء کو اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کی طرف پھیرنا (حقیقت میں غیر اللہ کی صریحا عبادت کرنا ہے اور یہی) شرک اکبر (بڑا شرک) ہے جو انسان کو ملت اسلامیہ سے نکال باہر کرتا ہے، اور اسی پر انتہائی سخت وعید (عذاب کا وعدہ) ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ (غافر:۶۰)

''بے شک جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری بندگی (عبادت) سے منہ موڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (العیاذ باللہ)

وَدَلِيْلُ الْخَوْفِ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾[۴] (آل عمران:۱۷۵) اور 'خوف' کے عبادت ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:''پس تم ان (انسانوں) سے نہ ڈرنا اور مجھ سے ڈرنا اگر تم (حقیقت میں اپنے تئیں) صاحب ایمان ہو۔''

▣ (۴) 'خوف' سے مراد ڈر اور ہیبت ہے، نیز 'خوف' انسان کے متاثر ہونے کا وہ فعل ہے جو کسی ایسی چیز کی موجودگی سے حاصل ہوتا ہے جس میں اسے ہلاکت، تکلیف یا کوئی مصیبت وغیرہ پہنچنے کا خدشہ ہو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے شیاطین کے ساتھیوں سے ڈرنے سے روکا ہے اور صرف اپنی ذات سے خوف کھانے کا حکم دیا ہے۔...... آگے خوف کی تین اقسام ہیں:

◉ پہلی قسم: 'وہ خوف طبعی ہے' جیسے انسان کا درندے سے، آگ سے یا پانی میں ڈوبنے سے ڈرنا وغیرہ اور اس قسم کے خوف پر انسان کو کوئی پکڑ یا ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:﴿فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ﴾ (القصص:۱۸) ''پھر وہ (موسیٰؑ) صبح سویرے، ڈرتے ڈرتے، اور ہر طرف سے خطرے کو بھانپتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے''، لیکن اگر یہی 'خوف' جیسا کہ شیخ موصوف رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کسی واجب کے چھوڑنے اور حرام کام کے ارتکاب کا سبب بن رہا ہو تو خوف کی یہ قسم بھی حرام ہوگی، اس لئے کہ جو چیز بھی کسی واجب کے ترک کرنے اور حرام کام کے ارتکاب کا سبب بنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو وہ (خود بھی) حرام ہے، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران:۱۷۵) ''پس تم ان سے مت ڈرنا اور (صرف) مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو'' .....

اور اللہ تعالیٰ سے خوف (اپنے نتائج کے اعتبار سے) دو طرح کا ہے۔

① یہ وہ 'خوف' ہے جس کے نتیجے میں انسان شریعت کی نظر میں قابل ستائش اور قابل تعریف ہوتا ہے۔

② یہ وہ 'خوف' ہے جس کے نتیجے میں انسان شریعت کی نظر میں قابل مذمت ٹھہرتا ہے تو

**خوف کی پہلی قسم:** (یعنی خوف محمود) کا مقصود (اور ہدف) یہ ہوتا ہے کہ وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان حائل اور آڑے آ جائے، یہاں تک کہ وہ تجھے واجبات کی ادائیگی پر انگیخت دلائے اور حرام کاموں کو چھوڑ دینے پر اکسائے، اگر (اللہ کے خوف سے) یہ مقصد حاصل ہو گیا، تو پھر دل بھی اطمینان وسکون سے لبریز، اس کی نعمتوں اور اس کے فضل وکرم کو پا لینے کی خوشی سے سرشار اور اس کے اَجر وثواب کے حصول کی اُمید میں ڈوب جائے گا۔

**خوف کی دوسری قسم:** (یعنی غیر محمود) وہ ہے جو بندے کو اللہ کی رحمت سے نا اُمیدی اور مایوسی پر اُکساتی ہے اور اس وقت بندہ انتہائی افسردہ اور غمگین ہو جاتا ہے اور بسا اَوقات وہ اس مایوسی کی زیادتی کی بنا پر اللہ کی نافرمانی میں بھی حد سے بڑھ جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

◉ **دوسری قسم:** 'خوف عبادت' ہے کہ آدمی کسی سے خوف کھاتا ہو اور اس خوف کی وجہ سے وہ اس کی بندگی (عبادت) بھی کرے، لہٰذا یہ خوف اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی سے کھانا جائز نہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے خاص کرنا یا اس کی طرف پھیرنا 'شرک اکبر' ہے۔ (العیاذ باللہ)

◉ **تیسری قسم:** 'سری خوف' ہے، جیسے کوئی آدمی قبر میں پڑے ہوئے مردے سے ڈرتا رہے یا پھر اپنے سے بہت دور کسی بزرگ، ولی یا پیر وغیرہ سے دل ہی دل میں خوف کھاتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


رہے، خواہ وہ اس پر اثر انداز ہونے کی سکت بھی نہ رکھتا ہو، تو خوف کی اس قسم کو بھی علماء نے 'شرک' کے زمرے میں داخل کیا ہے۔

وَدَلِيْلُ الرَّجَاءِ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا﴾ [۴] (الکہف:۱۱۰)

''اور امید کے عبادت ہونے کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے:'' پس جو کوئی اپنے پروردگار کی ملاقات کا امیدوار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔''

(۴) رجاء (یعنی اُمید) انسان کا کسی ایسے معاملے میں طمع کرنا، جسے وہ قریب وقت (اور قریب جگہ) میں پاسکتا ہو، اور کبھی وہ گوہرِ مراد اس کی پہنچ سے (حقیقت میں) دور ہوتا ہے، (مگر) امید اسے اس کے قریب کی منزل (مقام) پر اتار دیتی ہے ...... اور رجاء (اُمید) کی وہ قسم جو عاجزی و انکساری اور فروتنی کو متضمن (شامل) ہو، وہ صرف اور صرف اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے، اور اسے غیر اللہ (یعنی کسی فرشتے، نبی، ولی یا جن وغیرہ) کی طرف پھیرنا، امیدوار کے دل کی کیفیت کے اعتبار سے یا تو یہ شرک اصغر ہوگا اور یا پھر شرک اکبر۔ (والعیاذ باللہ) ...... اور مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ! نے اپنے اس مؤقف کی دلیل میں اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے۔: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا﴾ (الکہف:۱۱۰) '' تو جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو تو اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور عبادت میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔''

اور رجاء (اُمید) کے سلسلے میں یہ بات جان لیجئے، کہ محمود رجاء (یعنی قابل ستائش اُمید) صرف اسی شخص کے لئے ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور اس اطاعت پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا امیدوار ہو، اس کی نافرمانی سے (کلی طور پر) تائب ہو،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور پھر وہ اس توبہ کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُمید بھی رکھتا ہو،......اور اس کے برعکس بغیر عمل کے اُمید (جیسا کہ آج کل اکثر و بیشتر لوگوں کا وطیرہ ہے۔ والعیاذ باللہ) ... یہ محض (دھوکہ، فریب) غرور و گھمنڈ اور مذموم روش ہے۔

وَدَلِيْلُ التَّوَكُّلِ قَوْلُهٗ تَعالى:﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (المائدۃ:۲۳) وَقَالَ (جَلَّ مِنْ قَائِلٍ)﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (الطلاق:۳) اور 'توکل' کے 'عبادتِ الٰہی' ہونے کی دلیل یہ ارشادِ ربانی ہے: ''اور اللہ پر (ہی) بھروسہ رکھو، اگر تم مؤمن ہو۔'' قرآن حکیم کے ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا ہے: ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا، تو اللہ اس کے لئے کافی ہوگا۔''

▣ ⑭ کسی چیز پر توکل سے مراد، اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ فوائد کے حصول اور مصائب سے بچاؤ میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس حد تک بھروسہ اور اعتماد کہ وہ ذات (مقصود کے حصول میں) کمال درجے تک کافی اور وافی ہے اور یہ 'توکل' ایمان کے کمال اور اس کی علامات میں سے ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (المائدۃ:۲۳) ''اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھو، اگر تم مؤمن ہو۔'' ......اور جب بندہ صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر فکر و پریشانی والے معاملے کے بارے کافی ہوگا، جو اسے درپیش ہو اور اس کی دلیل اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد ہے:﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (الطلاق:۳)...... ''اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے گا، تو اللہ اس کو کافی ہوگا۔''

☆......مطلب یہ کہ اللہ اس کے ہر معاملے میں اس کا مددگار، معاون و محافظ اور کافی ہوگا، پھر اس پر متوکل (اعتماد کرنے والا شخص) اللہ کے حضور سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے کامل اطمینان کی نعمت سے سرفراز ہوگا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بدولت ﴿اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ﴾ (الطلاق:۳) ''بیشک اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے۔''......لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ہر اس کام کے کرنے سے جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا وہ ارادہ کر لیتا ہے کوئی چیز نہ عاجز کر سکتی ہے نہ روک سکتی ہے۔(اس پر متوکل اور زیادہ مطمئن اور اللہ کے حضور جھک جاتا ہے۔''.....اور یہ بات بھی جان لیجئے کہ:

توکل کی کئی ایک قسمیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

☜ پہلی قسم: (جو کہ شریعت طاہرہ میں مطلوب ومقصود ہے) اور وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا اعتماد اور بھروسہ اور یہ کمال ایمان اور ایمان کی سچائی کی علامات میں سے ہے۔ یہ ہر مسلمان پر لازم ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا، اور اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

☜ دوسری قسم: 'توکل' کی یہ قسم 'سری توکل' کہلاتی ہے، کہ کوئی شخص، کسی فائدے کے حصول یا کسی مصیبت سے بچاؤ کی غرض سے کسی میت (مردہ) پر اعتماد کرے، یہ 'شرک اکبر' ہے، اس لئے کہ اس قسم کی (باطل سوچ) صرف ایسے شخص سے متوقع ہو سکتی ہے، جو یہ اعتقاد رکھتا ہو، کہ یہ میت (مرنے والا) کائنات میں (اپنی مرضی سے کوئی بھی) پوشیدہ طور پر (تبدیلی لانے کا) اختیار رکھتا ہے، خواہ وہ (جس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا گیا ہے) کوئی نبی ہو، یا ولی اور بزرگ ہو یا کوئی طاغوت (شیطان کا ساتھی) اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو، اس بارے میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

☜ تیسری قسم: کہ آدمی کسی ایسی چیز کے بارے میں کسی شخص پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے جو کسی اور شخص کے دائرہ اختیار میں ہو، یہ شعور اور علم رکھتے ہوئے کہ جس پر وہ اعتماد کر رہا ہے اس کا مرتبہ کتنا بلند ہے اور جس کے بارے میں وہ اس پر بھروسہ کر رہا ہے وہ اپنے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے کتنا گرا ہوا اور پست ہے' مثال کے طور پر ایک آدمی کسی پر حصول معاش (یعنی ملازمت یا نوکری حاصل کرنے کے لئے) اعتماد کرتا ہے (کہ وہ آگے سفارش کے ذریعے کسی دوسرے سے ملازمت دلوا دے گا) وغیرہ اور توکل کی یہ قسم'' بھروسہ کرنے والے کی اس (متوکل علیہ جس پر بھروسہ کیا جا رہا ہے) کے ساتھ انتہائی دلی وابستگی اور اس پر 'حد' سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرنے کی بناء پر 'شرک اصغر' کی قبیل میں سے ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیکن اگر وہ شخص اس پر صرف اس حد تک بھروسہ اور اعتماد کرتا ہے کہ وہ تو صرف اَسباب میں سے ایک 'سبب' ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے ہاتھوں، اس کام کی راہ ہموار کی ہے، تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں، (خاص طور پر) جب متوکل علیہ (جس پر بھروسہ کیا جارہا ہے) میں وہ مطلوب کام سرانجام دینے کی صحیح صلاحیت موجود ہو۔''

چوتھی قسم! کسی دوسرے شخص پر، ایسی چیز کے بارے میں اعتماد کرنا، جس میں خود توکل کرنے والا شخص اختیار رکھتا ہو، جیسے وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کو (اس پر بھروسہ کرتے ہوئے) کسی ایسے معاملے میں اپنا نائب مقرر کردے، جس میں نیابت (قائم مقام بنانا) جائز ہو۔'' تو ایسے توکل میں کوئی حرج نہیں، اس کے جواز پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع اُمت (صریحاً) دلالت کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا: ﴿يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ﴾ (یوسف:۸۷)

''اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کی سرتوڑ کوشش کرو۔''

اور اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے صدقات و خیرات پر عاملین اور محافظوں کو (ان پر اعتماد کرتے ہوئے) مقرر کیا۔ نیز اللہ کی حدود (اور ان کو لوگوں پر قائم اور نافذ کرنے) کا بھی آپؐ نے اوروں کو اختیار سونپا اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کو 'حجۃ الوداع' کے موقعہ پر اپنی قربانی کے جانوروں کی ذمہ داری سونپی کہ ان کے چمڑوں کو اور ان کے جھولوں کو صدقہ کردیں، اور قربانی کے سو جانوروں میں سے جو باقی بچ جائیں ان کو ذبح کردیں، جبکہ ان میں سے تریسٹھ (۶۳) جانور آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ذبح کئے تھے اور جہاں تک اس کے جواز کے بارے میں 'اجماع' (امت کے اتفاق) کا تعلق ہے، تو یہ ہر اعتبار سے معلوم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَدَلِيلُ الرَّغْبَةِ[۲۵] وَالرَّهْبَةِ[۲۶] وَالْخُشُوعِ[۲۷] قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾[۲۸]

''اور رغبت و رہبت اور خشوع کے عبادت ہونے کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''یہ لوگ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے (پوری فروتنی کے ساتھ) جھکے ہوئے تھے۔'' (الانبیاء:۹۰)

▣ [۲۵] الرَّغْبَة: کسی محبوب (پسندیدہ) چیز کو محبت سمیت پالینا (اس تک رسائی پانا)

▣ [۲۶] الرَّهْبَة: خوف کی وہ بارآور نوع جو مخوف (جس ذات سے ڈرا جاتا ہے) سے راہ فرار اختیار کرنے یعنی بچنے (کا باعث) ہو نیز یہ وہ 'خوف' ہے، جو عمل سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

▣ [۲۷] الخُشُوع: اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے سامنے انتہا درجے کی عاجزی و انکساری، اس طرح کہ بندہ اللہ جل جلالہ کے کونی و شرعی ہر طرح کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کردے۔

▣ [۲۸] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے اَوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پوری رغبت، رہبت، اور خشوع وخضوع میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس سے دعائیں مانگتے ہیں اور یہاں 'دعاء' (دعاء کی ہر دو قسموں) 'دعائے محبت' اور 'دعائے مسئلہ' کو شامل ہے (یعنی اس دعاء سے مراد دونوں قسم کی دعائیں ہوسکتی ہیں جن کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے) ...... تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو، جو اس کے پاس ہے ان میں پوری) رغبت رکھتے ہوئے اور اس ذات سے اجر وثواب کا طمع کرتے ہوئے، اس کی سزا اور اپنے گناہوں کی شامت سے لرزہ براندام ہوتے ہوئے پکارتے ہیں...... اور مؤمن کو چاہیئے کہ وہ 'خوف' (اللہ تعالیٰ کے ڈر) اور رجاء (اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید) کے درمیان رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنے کی کوشش کرے، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں 'رجاء' (اُمید) کا پہلو غالب رکھے، تاکہ اس فرمانبرداری پر وہ اور زیادہ چست، مستعد اور اس (اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


تعالیٰ کی بارگاہ میں) قبولیت پر مزید پراُمید ہو سکے، اور جب اسے اللہ کی نافرمانیوں میں سے کسی نافرمانی کے فعل کا خیال آئے تو ایسے وقت میں وہ اللہ کے خوف کا پہلو غالب رکھے تا کہ وہ اس خوف کی بناء پر اس نافرمانی کے ارتکاب سے بچ نکلے اور اس طرح اس کی سزا سے بھی نجات پا جائے۔"

⊙ ......بعض اہل علم یہ کہتے ہیں: کہ انسان بیماری کی حالت میں رجاء (اُمید) کا پہلو غالب رکھے، اور صحت وتندرسی میں خوف کے پہلو کو، اس لئے کہ بیمار (اپنی بیماری کے سبب) نرم، مزاج اور کمزور دل ہو جاتا ہے اور یہ بھی بہت ممکن ہوتا ہے کہ اس کا آخری وقت قریب آ گیا ہو، تو وہ مر جائے اور اللہ عزوجل کے ساتھ وہ اچھا گمان رکھتا ہو۔ جبکہ صحت وتندرستی کی حالت میں انسان بہت زیادہ ہوشیار، تیز، اور درازی عمر کی اُمید رکھتا ہے، اور یہ سوچ اس کو اکثر غرور، اکڑ اور کبر پر اکساتی رہتی ہے تو ایسے میں وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کا پہلو غالب رکھے تا کہ ان مذموم حالات وخیالات سے وہ محفوظ رہ سکے۔

⊙ ......اور اس بارے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اس کی رجاء اور خوف کے دونوں پہلو (بیک وقت) برابر کی سطح پر ہونے چاہئیں، تا کہ زیادہ پراُمید ہونا اس کو اللہ تعالیٰ کی سزا اور پکڑ سے بے خوف نہ کر دے اور زیادہ خوف زدہ ہونا، اس کو اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہی نہ کر دے، اور یہ دونوں طرف کی انتہائیں قبیح (بری) اور اپنانے والے کو ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

> وَدَلِيْلُ الْخَشْيَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ﴿٢٩﴾﴾ (البقرة:١٥٠)
>
> "اور 'خشیت' کے عبادت ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:
>
> "پس تم ان (ظالموں) سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو۔"

▣ ⑳ **الْخَشْيَة**: جس ذات سے انسان ڈرتا ہے اس کی عظمت ورفعت اور اس کی کامل بادشاہی کی معرفت پر مبنی 'خوف' کو 'خشیت' کہتے ہیں، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (فاطر:۲۸) ''بلا شبہ اللہ کے بندوں میں سے اس (اللہ) سے ڈرتے وہی ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔'' یعنی 'علماء حق' اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی، اس کی کامل بادشاہی (اور اس کے کلی اختیارات و تصرفات کی بناء پر اس سے ڈرتے ہیں تو اس طرح سے یہ (خشیت) خوف کی نسبت زیادہ خاص ہے اور ان دونوں کے مابین فرق اس مثال سے مزید واضح ہو جاتا ہے کہ جب آپ کسی ایسے شخص سے ڈرتے ہوں، جس کے بارے میں آپ یہ نہیں جانتے کہ آیا وہ شخص آپ کو نقصان پہنچانے پر قدرت بھی رکھتا ہے کہ نہیں، تو یہ 'خوف' ہوگا، اور اگر آپ کسی ایسے شخص سے ڈرتے ہیں، جس کے بارے میں آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ آپ کو نقصان اور تکلیف دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے تو یہ خشیت ہے اور قبل ازیں جو احکام 'خوف' کی اقسام کے ضمن میں رقم کئے گئے ہیں، وہی احکام خشیت کی اقسام کے بعد کے ہیں۔

وَدَلِيْلُ الاِنَابَةِ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ [۴۹]﴾ (الزمر:۵۴)
''اور انابت (یعنی رجوع) کے عبادت ہونے کی دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے...اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ، اور اس کے اطاعت گزار (اور فرمانبردار) بن جاؤ۔''

[۴۹] **الإِنَابَةُ:** اللہ تعالیٰ کی اطاعت و وفا شعاری کا دم بھرتے ہوئے اور اس کی نافرمانی سے کلی طور پر بچتے ہوئے اس کی طرف پلٹنا۔ اس اعتبار سے 'انابت' اپنے معنی و مفہوم میں 'توبہ' کے قریب ہے، البتہ وہ (انابت) اللہ جل شانہ پر اعتماد اور اس ذات کی پناہ پکڑنے (نیز اس کی آغوشِ رحمت میں آنے) کے اعتبار سے 'توبہ' کی نسبت زیادہ رقت اور گریہ زاری کا باعث ہے، لہٰذا 'انابت' بھی دیگر انواع عبادت کی طرح صرف اور صرف اللہ جل شانہ کے لئے خاص ہے اور بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے: ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ (الزمر:۵۴) ''اور اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اور اسی کے فرمانبردار بن جاؤ۔''
اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ﴿وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ ''اور اس کے لئے سر تسلیم خم کرو'' اسلام سے مراد 'شرعی اسلام' ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جملہ شرعی اَحکام کو من و عن تسلیم کرنا اور ان پر عمل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


پیرا ہونا ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ جل جلالہ کے تابع فرماں اور اس کے سامنے جھک جانے کی دو قسمیں ہیں:

☜ **پہلی قسم** 'کونی اسلام' ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے کونی حکم (یا تکوینی نظام) کے سامنے جھک جانا ہے اور یہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام مخلوقات خواہ وہ مومن ہو یا کافر، نیکوکار ہو یا بدکار (نیز نباتات ہوں، یا حیوانات، یا جمادات، ذوی العقول میں سے ہو یا غیر ذی العقول میں سے) سب کو عام ہے اس سے روگردانی کرنا، یا کبر و نخوت کے بل بوتے پر اس سے راہ فرار اختیار کرنا کسی کے لئے بھی ممکن نہیں اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ﴾ (آل عمران:۸۳)

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی موجود ہے سب چار و ناچار اسی (ذات) کے تابع فرمان (مسلم) ہیں اور سب کو اسی (ذات) کی طرف پلٹنا ہے۔''

☜ **دوسری قسم** 'شرعی اسلام' ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے شرعی حکم کو بجا لانا اور اس ذات کے حضور اطاعت و وفا شعاری کے ساتھ جھک جانا ہے، اور 'اسلام' کی یہ قسم انبیاء و رسل علیہم السلام، ان کے پیروکاروں، اور ہر اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھتے ہوئے اس کی فرمانبرداری میں جھک گیا ہو۔'' اس پر قرآن حکیم میں بہت سے دلائل موجود ہیں، جن میں ایک یہ آیت کریمہ بھی ہے، جسے مؤلف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔''

وَدَلِیْلُ الاِسْتِعَانَةِ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (الفاتحہ:۵) وَفِی الْحَدِیْثِ «إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ»[۱۶]

''اور 'استعانت' کے عبادت ہونے کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور حدیث شریف میں 'استعانت' کے عبادت ہونے کے متعلق رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد ایک واضح دلیل ہے: ''(اے عبداللہ بن عباسؓ!) جب بھی تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◙ (۴۱) الاسْتِعَانَةُ: کا مطلب ہے مدد طلب کرنا اور اسکی متعدد اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

☜ پہلی قسم: الاسْتِعَانَةُ بِاللّٰہِ: (یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا) اور یہ 'استعانت' بندے کا اپنے رب کے حضور انتہا درجے تک عاجز اور منکسر المزاج ہونے، اپنے سارے معاملات کو اس ذات کے سپرد کردینے، اور اس ذات کے کافی و وافی ہونے کے عقیدے کو شامل ہے، اور یہ 'استعانت' اللہ جل شانہ کی ذات کے سوا کسی اور کو لائق نہیں، جس کی دلیل اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحہ:۵) ''کہ (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' نیز اس (استعانت) کے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ نے عامل (نَعْبُدُ) پر معمول (إِيَّاكَ) کو مقدم کیا ہے اور اسی طرح (نَسْتَعِينُ) عامل پر اس کے معمول (إِيَّاكَ) کو مقدم کیا ہے (جبکہ اصل عبارت یوں تھی (نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِينُكَ) لیکن اختصاص کی بناء پر دونوں جگہوں میں مفعول بہ (إِيَّاكَ) کو مقدم کیا گیا ہے)......اور لغت کا وہ قاعدہ جو قرآن لایا ہے اس کی رو سے، اس چیز کو مقدم کرنا، جو کہ اپنے اصل مقام کے اعتبار سے مؤخر تھی یہ حصر اور اختصاص کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے 'استعانت' کی اس قسم کو غیر اللہ (یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور مخلوق) کے لئے خاص کرنا یا اس کی طرف 'پھیرنا' شرک اکبر ہے جو کہ انسان کو ملت اِسلامیہ سے خارج کردیتا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

☜ دوسری قسم: الاسْتِعَانَةُ بِالْمَخْلُوْقِ: (یعنی مخلوق سے کسی ایسے معاملے کے سلسلے میں مدد مانگنا جس کو حل کردینے پر وہ (مخلوق) قدرت اور طاقت رکھتی ہو) تو استعانت کی اس قسم کے جائز یا ناجائز ہونے کا انحصار اس چیز پر ہوگا جس کے بارے میں مدد مانگی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر استعانت کوئی نیکی کا کام سرانجام دینے کی غرض سے کی گئی ہے تو یہ مدد مانگنے والے کے لئے جائز اور مدد دینے والے کے لئے مشروع (باعث اَجر و ثواب) ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ (المائدۃ:۲) ''اور تم نیکی اور پرہیز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔'' ..... لیکن اگر کسی گناہ کے کام پر کسی سے 'استعانت' کی جائے تو یہ مدد مانگنے والے اور مدد دینے والے دونوں پر حرام ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ:۲) ''اور گناہ اور ظلم وزیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کیا کرو۔''

اور اگر یہ استعانت کسی مباح (جائز) کام کے سلسلے میں لی جائے تو یہ دونوں (مدد لینے اور مدد دینے والے) کے لئے جائز ہے، بلکہ بسا اوقات ایسے کام کے بارے میں مدد کرنے والے شخص کو دوسرے پر احسان کے بدلے میں ثواب سے بھی نوازا جاتا ہے، تو اندریں صورت یہ مدد دینے والے کے حق میں مشروع (باعث اجر وثواب) ہوگی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (البقرۃ:۱۹۵)

''اور (دوسروں پر) احسان کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

☜ **تیسری قسم:** یعنی مخلوق میں سے کسی زندہ اور ایسے حاضر شخص سے مدد طلب کی جائے، جو کہ وہ مدد دینے پر نہ قدرت رکھتا ہو نہ اس کا کوئی بس چلتا ہو، تو یہ انتہائی لغو اور بے مقصد کام ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں، جیسے کوئی شخص انتہائی بوجھل چیز اٹھانے میں کسی ضعیف و ناتواں اور بوڑھے شخص سے مدد طلب کرے۔

☜ **چوتھی قسم:** یعنی مردوں سے مطلق طور پر، اور زندہ لوگوں سے کسی ایسے معاملے کے بارے میں مدد مانگنا، جو وہاں موجود نہ ہو، اور وہ زندہ لوگ براہ راست اس معاملے کو حل کرنے کی سکت بھی نہ رکھتے ہوں، استعانت کی یہ قسم 'شرک' ہے، اس لئے کہ یہ صرف ایسے شخص سے متوقع ہوسکتی ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ان لوگوں کو کائنات میں اپنی مرضی سے معاملات کو چپکے سے الٹ پلٹ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

☜ **پانچویں قسم:** ایسے اچھے اعمال واحوال کے ذریعے مدد مانگنا، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوں، اور 'استعانت' کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کی جانب سے، اس کے حکم سے مشروع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


(باعث اجروثواب) ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے)﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾(البقرۃ:۱۵۳)"اے اہل ایمان، صبر اور نماز سے مدد طلب کیا کرو۔"

اور کتاب ہذا کے (متن کے) مولف الشیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ ! نے استعانت کی پہلی قسم (کے ثبوت میں) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾(الفاتحہ:۵)"کہ الٰہی! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" ...... اور احادیث رسول ﷺ میں سے آپؐ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے: «إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ»[(۱۷)]"اے عبداللہ بن عباسؓ!) جب تو مدد مانگے تو صرف اور صرف اللہ سے مدد مانگ۔"

> وَدَلِيْلُ الاِسْتِعَاذَةِ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾(الفلق:۱)
> قوله تعالى ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ[(۳۲)]﴾(الناس:۱)
> "اور 'استعاذہ' (یعنی پناہ طلبی) کے عبادت ہونے کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ ہے:"﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾(الفلق:۱)"(اے نبیؐ) کہہ دو کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔" نیز اللہ تعالیٰ کا اس کی دلیل میں یہ بھی ارشاد ہے۔"(اے نبیؐ!) کہو میں انسانوں کے رب، کی پناہ مانگتا ہوں۔"

▣ (۳۲) **الاِسْتِعَاذَةُ:** کسی کی پناہ طلب کرنا، کسی کی پناہ میں آنا ہے اور الإعاذة سے مراد ہے کسی کی، ناپسندیدہ یا 'تکلیف دہ' چیز سے حفاظت کرنا، تو اس اعتبار سے پناہ کا طلبگار جس کی پناہ چاہ رہا ہو اس پر قطعی اعتماد کرنے والا اور اس کی ذات سے دلی وابستگی اور حتمی یقین رکھتا ہے، اور دیگر انواع عبادت کی طرح 'استعاذہ' کی بھی کئی ایک اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

☜ **پہلی قسم!** اللہ تعالیٰ کی ذات کی پناہ طلب کرنا اور یہ 'استعاذہ' کی وہ قسم ہے جو کہ بندۂ مومن کی اپنے حقیقی معبود برحق کے حضور انتہا درجے کی احتیاج، اس کے ساتھ پختہ دلی، وابستگی، اس ذات برحق کے کافی و وافی ہونے کا مکمل یقین اور ہر ایک موذی چیز سے پوری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طرح اس کی حفاظت اور نصرت وحمایت کو شامل ہے، خواہ وہ موذی چیز موجود ہو یا آئندہ اس کے نقصان پہنچانے کا خدشہ ہو، چھوٹی ہو یا بڑی، بشر (انسانوں) میں سے ہو یا غیر بشر (جن و فرشتے وغیرہ) میں سے، اور اس کی دلیل اللہ جل شانہ کے درج ذیل فرامین ہیں:

① ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (سورۃ الفلق)

''(اے پیغمبرؐ!) کہہ دیجئے، کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے، اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔''

② ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ، إِلٰهِ النَّاسِ، مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ (سورۃ الناس)

''(اے پیغمبرؐ!) کہہ دیجئے، کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں، جو لوگوں کا (حقیقی) بادشاہ ہے، جو لوگوں کا (حقیقی) الٰہ (معبود) ہے، اس وسوسہ ڈالنے والے (شیطان) کے شر سے جو (وسوسہ ڈال کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے، خواہ وہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے۔''

☜ دوسری قسم! اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ میں سے کسی صفت کے ذریعے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ طلب کرنا، جیسے، اس کی جملہ صفات میں سے اس کا کلام ہے، اس کی عظمت وسطوت ہے، اس کی عزت و بزرگی ہے اور اسی طرح کی دیگر صفات ہیں، اور اس کی دلیل آنحضور ﷺ کے یہ ارشادات ہیں:

① «أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ»[۱۸]

''میں اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ و کامل کلمات کے ساتھ ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بھی شریر چیز) اس نے پیدا کی ہے۔"

② «أَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ»[۱۹]

"اے اللہ! میں تیری عظمت و بڑائی کے ذریعے تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے نیچے سے نقصان پہنچایا جاؤں۔"

③ اور دکھ، درد اور تکلیف کے وقت پڑھی جانے والی دعاء میں آنحضور ﷺ کے یہ دعائیہ کلمات ہیں: «أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ»[۲۰]

"میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی قدرت کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جسے میں حاضر پاتا ہوں اور (اس سے) بچنا چاہتا ہوں۔" نیز اس بارے میں آپ ؐ کا یہ قول بھی ہے:

④ «أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ»[۲۱]

"کہ الٰہی! میں تیری رضا اور خوشنودی کے ذریعے، تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں۔"

⑤ اور آنحضور ﷺ کے یہ دعائیہ کلمات (أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ)[۲۲]

"کہ اے اللہ! میں تیری ذات کے (پرنور) چہرے کے ذریعے (تیری ذات کی) پناہ پکڑتا ہوں۔"

اور یہ کلمات آپ ؐ نے اس وقت ارشاد فرمائے جب اللہ جل شانہ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ (الانعام:۶۵)

"(اے پیغمبرؐ!) کہہ دو، کہ وہ (اللہ) اس بات پر قادر مطلق) ہے کہ وہ تم پر تمہارے اوپر (آسمان کی بلندیوں) سے عذاب بھیج دے۔"

☜ **تیسری قسم:** مُردوں یا ان غیر حاضر زندہ لوگوں کی پناہ طلب کرنا، جو پناہ دینے پر قدرت نہ رکھتے ہوں، تو ایسا کرنا شرک ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ (الجن:۶)

"اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ، جنوں کے کچھ لوگوں کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ ان کے اس فعل نے جنوں کو غرور اور سرکشی میں اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔"

**چوتھی قسم:** مخلوق میں سے کسی آدمی یا ان مقامات وغیرہ کی پناہ پکڑنا جن کے ذریعے محفوظ ہو جانا ممکن ہو، تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، اور اس کی دلیل آنحضور ﷺ کا وہ ارشاد گرامی ہے جس میں آپؐ نے (قرب قیامت) ظاہر ہونے والے فتنوں کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

«مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ»(۲۳)

"تو جو شخص بھی ان فتنوں کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھے گا، تو یہ فتنے اس کا سامنا کرنے کے لئے (پہلے سے) سیدھے کھڑے ہوں گے، اور جو کوئی شخص (ان حالات میں) کوئی پناہ گاہ یا کوئی محفوظ مقام پالے، تو وہ وہاں اپنے آپ کو محفوظ کر لے۔"

اس حدیث کو امام بخاریؒ و امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔" ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے اس پناہ گاہ اور محفوظ جگہ کا (واضح طور پر) ذکر بھی فرمایا ہے:

«فَمَنْ كَانَ لَهُ إِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ..... الحديث»

"تو جو شخص (ایسے پُرفتن دور میں) اونٹ کی سواری رکھتا ہو، تو وہ اپنے اس اونٹ سے جا ملے"

(مطلب یہ کہ اس پر سوار ہو کر کہیں دور نکل جائے یا پھر اسی کی خاطر مدارات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے تاکہ ان فتنوں کے شر سے بچ سکے) اس حدیث کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے.....اور

'صحیح مسلم' ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کر لی، جسے اللہ کے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا، وہاں پر اس (چور عورت) نے اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی پناہ طلب کی (یعنی ان سے حمایت اور مدد طلب کی).....الحدیث"(۲۴)

اور صحیح مسلم ہی کی روایت میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے نبی ﷺ سے (مرفوعاً) روایت کرتی ہیں، آپؐ نے فرمایا: يَعُوْذُ عَائِذٌ بِالْبَيْتِ فَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ»(۲۵) "کہ پناہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


پکڑنے والا (اللہ کے) گھر کی پناہ پکڑے گا تو اس پر، اس کی جانب ایک فوج (جماعت) بھیجی جائے گی ...... آخر تک) لیکن اگر کوئی شخص کسی ظالم کے شر سے (بچنے کی خاطر کسی کی) پناہ طلب کرے تو (ممکنہ حد تک) اس کو پناہ دینا اور اس کی حفاظت کرنا واجب ہے، اور اگر کوئی شخص اس لئے (کسی کی) پناہ طلب کرتا ہے تا کہ وہ کسی ممنوع کام تک رسائی حاصل کر سکے، یا وہ اس کے ذریعے کسی واجب اور ضروری کام سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہو، تو ایسے میں اس کو پناہ دینا یا اس کی حفاظت کرنا حرام ہے۔''

> وَدَلِيْلُ الِاسْتِغَاثَةِ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴿٣﴾
>
> ''اور 'استغاثہ' کے عبادت ہونے کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''(اے نبیؐ!) (اس وقت کو یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری (وہ) فریاد سن لی۔'' (الانفال:۹)

▣ ﴿٣﴾ **الاِسْتِغَاثَةُ**: سے مراد مدد طلب کرنا ہے، اور اس کے نتیجے میں 'مغیث' (یعنی مدد کرنے والا) فریاد کرنے والے کو سختی اور ہلاکت سے بچاتا ہے۔ اس کی بھی متعدد اقسام ہیں:

☜ **پہلی قسم**: اللہ عزوجل سے مدد طلب کرنا اور اس سے مشکل اور تکلیف دہ حالات میں فریاد کرنا وغیرہ اور یہ سب سے افضل و اکمل عمل ہے، کیونکہ یہ انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کے پیرو کاروں کا طریقہ اور سنت رہی ہے، اس کی دلیل میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے قرآن حکیم کی یہ آیت ذکر کی ہے: ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ (الانفال:۹) ''اے نبی، وہ وقت یاد کرو) جب تم اپنے رب سے (میدان بدر میں) فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری (وہ) فریاد سن لی (اور فرمایا) کہ میں یکے بعد دیگرے آنے والے ایک ہزار فرشتوں سے تماری مدد کرنے والا ہوں۔

اور یہ دُعا غزوۂ بدر کے موقعہ پر کی گئی، جب اللہ کے نبی ﷺ نے مشرکین مکہ کو دیکھا کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک ہزار کی تعداد میں ہیں، جبکہ آپ ؐ کے صحابہؓ کی تعداد تین سو دس آدمیوں سے کچھ اوپر تھی، تب آپ ﷺ اپنے خیمہ (یا چبوترہ) پر تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک اٹھائے ہوئے، قبلہ رخ ہو کر اپنے اللہ عزوجل کے حضور دعاء گو ہوئے آپ ؐ یہ فرما رہے تھے:

«اللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَّنِيْ، اللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الإِسْلَامِ لاَ تُعْبَدْ فِي الأَرْضِ»(۲۶)

''الٰہی! جو تو نے مجھ سے (فتح کا) وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما، الٰہی! فرزندان اسلام کی اس مختصر جماعت کو اگر آج تو نے ختم کر دیا، تو پھر زمین پر تیری عبادت نہ ہو سکے گی۔''

آپ مسلسل اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے اپنے رب کے حضور گریہ زاری و فریاد کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ؐ کے شانوں سے آپ کی چادر نیچے گر گئی، اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کی چادر کو پکڑا اور (دوبارہ) آپ ؐ کے کندھوں پر ڈال دی، پھر پیچھے سے آپ کو اپنے ساتھ لگا لیا، اور کہا: ''اے اللہ کے نبیؐ! آپ کی آپ ؐ کے رب کے حضور فریاد و گریہ زاری کافی ہے وہ (آپ کا رب) آپ ؐ سے کئے ہوئے وعدہ کو (ضرور اور) جلدی پورا فرمائے گا۔'' تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

**دوسری قسم:** مردوں سے فریاد کرنا یا ان غیر حاضر زندہ لوگوں سے جو داد رسی اور مدد کرنے پر قدرت نہ رکھتے ہوں، اور ایسا کرنا شرک ہے، اس لئے کہ ایسا فعل صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ان لوگوں کو کائنات کے مختلف اُمور میں اپنی مرضی سے پوشیدہ طور پر تصرف اور ردوبدل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ تو اس طرح یہ فریاد کرنے والا شخص (اللہ تعالیٰ کی خاص صفت) ربوبیت سے ایک حصہ ان لوگوں کے لئے خاص کر دیتا ہے (جن سے یہ فریاد کرتا ہے) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''بھلا وہ کون ہے جو لاچار و بے بس کی فریاد رسی کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے، اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے، اور (کون ہے وہ جو) تمہیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ کوئی اور الٰہ (معبود) ہے؟ تم لوگ تھوڑا ہی غور کرتے ہو۔'' (النمل:۶۲)

☜ تیسری قسم: ان زندہ لوگوں سے فریاد کرنا، جو باشعور اور فریاد رسی پر قدرت رکھتے ہوں، تو یہ جائز ہے، بالکل ایسے ہی، جیسے ضرورت پڑنے پر کسی سے تعاون یا مدد لی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کے ضمن میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ﴾ (القصص:۱۵) ''تو جو شخص موسیٰ کی اپنی قوم سے تھا، اس نے موسیٰ سے اس (قبطی) کے خلاف فریاد کی، جو دشمن کی قوم سے تھا، موسیٰ نے اسے 'مکا مارا' تو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔''

☜ چوتھی قسم: ایسے زندہ شخص سے فریاد کرنا، جو فریاد رسی پر قدرت تو نہ رکھتا ہو، مگر فریادی اس کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ اسے کوئی خفیہ طاقت یا اختیار حاصل ہے، جیسے کوئی ڈوبنے والا شخص کسی اپاہج یا معذور سے فریاد کرے، تو ایسا کرنا ایک تو بالکل بیکار اور لغو ہے اور دوسرے، جس سے وہ فریاد کر رہا ہے اس کے ساتھ یہ مذاق کے مترادف ہے تو اس بناء پر اسے ایسا کرنے سے روکا جائے، اور یہاں اس قسم کی فریاد سے روکنے کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ خود ڈوبنے والا شخص ہے، بسا اوقات کوئی دوسرا شخص اس کے اس فعل سے دھوکا کھاتے ہوئے یہ خیال (اپنے دل و دماغ میں) بٹھا سکتا ہے کہ یہ اپاہج اور معذور شخص، جس سے فریاد کی گئی ہے، ضرور اس کے پاس کوئی ایسی خفیہ طاقت اور قوت کا راز موجود ہے، جس کے ذریعے وہ بیٹھے بٹھائے دوسروں کو مصائب و شدائد سے رہائی دلا سکنے اور بچا سکنے پر قدرت رکھتا ہے۔

WWW.KITABOSUNNAT.COM

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَدَلِيْلُ الذَّبْحِ قَوْلُهُ تَعَالىٰ:﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ (۴۳)﴾(الانعام:۱۶۲،۱۶۳) وَمِنَ السُّنَّةِ: «لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ» (۲۷)

”ذبح وقربانی کے عبادت ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔“(اے نبیؐ) کہہ دو، بے شک میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت (قربانی وغیرہ) میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں، اور حدیث شریف میں اسی کی دلیل رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے: ”جس نے کسی غیر اللہ (نبی، بزرگ، پیرومرشد، صاحب قبر وغیرہ) کے تقرب (کے حصول) کے لئے جانور ذبح کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔“ (العياذ بالله)

(۴۳) **اَلذَّبْحُ:** سے مراد ایک خاص طریقے سے جانور کا خون گرانا کہ جس سے اس کی روح اس کے بدن سے نکل جائے اور ذبح کا یہ عمل کئی ایک اسباب اور وجوہات کی بناء پر وقوع پذیر ہوتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

**پہلا سبب:** کہ کوئی جانور عبادت کے طور پر ذبح کیا جائے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص جانور ذبح کرتے وقت اس ذات کی تعظیم کا ارادہ رکھتا ہو اس کے حضور عاجزی و انکساری کا اظہار کرتا ہو اور اس کے تقرب کے حصول کا متمنی ہو، جس کے لئے وہ یہ جانور ذبح کر رہا ہے تو ایسا تعبدی (عمل) صرف اور صرف اللہ عزوجل کے ساتھ اس طریقے کے مطابق خاص ہے جو طریقہ خود اللہ جل شانہ نے مشروع (اور مقرر) فرمایا ہے اور عبادت کی اس قسم (ذبح) کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے ادا کرنا، شرک اکبر ہے اور اس بات کی دلیل شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے جو اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الانعام:۱۶۲،۱۶۳) ''(اے نبیؐ!) کہہ دو، میری نماز، میری تمام عبادات، (قربانی وغیرہ) میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ، جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ..... آخر تک''

**دوسرا سبب:** یہ کہ کوئی جانور، کسی مہمان کی عزت افزائی یا کسی کی شادی کے ولیمے کے موقعہ پر یا اسی طرح کے کسی عام اجتماع وغیرہ پر لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے ذبح کیا جائے تو اس کا شریعت طاہرہ میں ایک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے خواہ یہ وجوب (فرض) کا حکم رکھتا ہو یا مستحب ہونے کا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ» (۲۸)

''جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت و خاطر مدارات کرے۔''

نیز اس بات کی دلیل اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: (جو آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ان کی شادی کے موقعہ پر فرمایا تھا: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ» (۲۹)

''کہ ولیمہ کرو خواہ (کم از کم) ایک بکری کے ساتھ ہی سہی۔''

**تیسرا سبب:** کہ انسان کوئی جانور خود کھانے کی غرض سے یا ذاتی کاروبار کے لئے یا اسی طرح کی کسی اور ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ذبح کرے تو اس کا یہ عمل مباح اُمور کی قبیل سے ہوگا، اس لئے کہ تمام اُمور اور معاملات میں اصل جواز ہے (الا یہ کہ ممانعت کے لئے کوئی واضح شرعی دلیل موجود ہو) اور اس کی دلیل اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ﴾ (یٰسین:۷۱،۷۲)

''کیا وہ لوگ دیکھتے نہیں کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہیں، ان میں سے ان کے لئے چوپائے تو ہم نے پیدا کئے اور اب یہ ان کے مالک ہیں'' اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کا مطیع (تابع فرمان) بنا دیا ہے کہ ان میں سے کسی پر تو وہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کھاتے ہیں۔"

اور 'ذبح' کی یہ صورت اپنے 'وسیلہ' کے مطابق کبھی شرع میں مطلوب ہوگی یا پھر ممنوع ہوگی (مطلب یہ کہ یہ جانور ذبح کرنے کا کون سا ذریعہ اختیار کیا گیا ہے اگر تو وہ شرعاً صحیح اور درست ہے تو جانور ذبح کرنا بھی صحیح ہوگا، وگرنہ پھر ممنوع اور ناجائز ہوگا۔

> وَدَلِيْلُ النَّذْرِ قَوْلُهُ تَعَالَى:(۴۵) ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا﴾ (الدہر:۷)
>
> اور 'نذر' کے عبادت الٰہی ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "(یہ وہ لوگ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔"

▣ (۴۵) مطلب یہ ہے کہ 'نذر' کے عبادت الٰہی ہونے کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا﴾ (الدہر:۷) "(یہ وہ لوگ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر (سختی) ہر طرف پھیلا ہوگا۔"

▣ (۴۶) آیت کریمہ میں دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے، جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور یہ اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل (نذر مان کر اس کو پورا کرنا) کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال میں سے ہر محبوب چیز عبادت (کا درجہ رکھتی) ہے اور اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

﴿وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا﴾

"اور وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر ہر طرف پھیلا ہوگا۔"

(یعنی حساب و کتاب کے دن سے ڈرنا بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کیونکہ یہی خوف انسان کو برائی سے بچاتا اور نیکی کی رغبت دلاتا ہے، لہٰذا اللہ کے تیار کردہ عذاب سے ڈر کر گناہ کو چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر لینا بذات خود نیکی اور عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔)

اور یہ بات (اچھی طرح سے) جان لیجئے، کہ وہ 'نذر' جس کو پورا کرنے اور جس پر کاربند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے یہاں تعریف کی ہے، اس سے مراد وہ تمام عبادات ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے، تو وہ فرضی عبادات، جن کی ادائیگی کے لئے انسان جب ابتداء کرلے تو وہ (ایک طرح سے) ان کو اپنے اوپر لاگو کرلیتا ہے، لہٰذا ان کو پورا کرنا انسان پر ضروری اور لازم ہوجاتا ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج:۲۹)

''پھر چاہئے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں، اور اپنی نذریں پوری کریں، اور اس قدیم (اور آزاد) گھر کا طواف (بھی) کریں۔''

اور 'نذر' کی وہ قسم جس میں انسان کسی بھی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جذبے سے کسی ایسے کام کی نذر مان لیتا ہے جو اس پر (عام حالات میں) واجب نہیں، تو یہ 'مکروہ' کا حکم رکھتی ہے اور بعض علمائے کرام کا کہنا ہے کہ ایسی نذر کا پابند ہونا حرام ہے، اس لئے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایسی 'نذر' سے روکتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّهُ لَا يَأْتِي بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ» (۳۰)

''کہ یہ کسی بھلائی کا پیش خیمہ نہیں ہوسکتی (اس کا صرف اتنا فائدہ ہوسکتا ہے کہ) اس کے ذریعے کنجوس آدمی سے مال نکلوایا جاسکے۔''

مگر اس کے باوجود اگر انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جذبے سے (اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی حد میں رہتے ہوئے) نذر مان لے، تو اس کی انجام دہی اس پر واجب ہوگی، اس لئے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ» (۳۱)

''جس شخص نے اس غرض سے 'نذر' مانی کہ وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی اس نذر کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کام کرگزرے۔''

☆.....مذکورہ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ 'نذر' کا اطلاق عام حالات میں صرف فرض عبادات پر ہوتا ہے۔ اور 'نذر خاص' کا اطلاق، جو کہ انسان کسی چیز کو اللہ عزوجل کے لئے اپنے آپ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لازم کرلیتا ہے تو اس 'نذر خاص' کو علمائے حق نے کئی ایک قسموں میں منقسم کیا ہے جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔




## مرکز الکتاب کا قیام

(وقت کی پکار، وقت کا تقاضا، وقت کی ضرورت)

مرکز ہذا کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے دینی لٹریچر کے فروغ اور کتاب وسنت پر مشتمل تعلیمات کی نشر واشاعت کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔ سلسلہ صلاح وفلاح کے ضمن میں مطبوعہ درج ذیل تین کتابیں طبع ہو کر قارئین تک عنقریب پہنچ رہی ہیں۔

① **حج اور عمرہ گائیڈ** (ضیوف الرحمن إلی البلد الحرام)

(عبدالقوی لقمان کیلانی، خطیب مرکزی جامع مسجد دبئی (متحدہ عرب امارات)

ایم۔اے عربی، ایم۔اے اسلامیات، فاضل درس نظامی، فاضل مدینہ یونیورسٹی

② **علم کے آداب** (عربی سے اردو ترجمہ)

مترجم: (عبدالقوی لقمان کیلانی)

③ **ایمان کے تین اجزاء** (عربی سے اردو ترجمہ)

مترجم: (عبدالقوی لقمان کیلانی)


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


دوسری اصل

# معرفة دين الإسلام

(دین اسلام کی پہچان)

الاصْلُ الثَّانِی ①:مَعْرِفَةُ دِيْنِ الإِسْلَامِ بِالاَدِلَّةِ، وَهُوَ:الاِسْتِسْلَامُ ② لِلّٰهِ بِالتَّوْحِيْدِ③ وَالاِنْقِيَادُ لَهُ بِالطَّاعَةِ④ وَالْبَرَاءَةُ مِنَ الشِّرْكِ وَاَهْلِهِ⑤

''دوسرا اصول: دین اسلام کو دلائل کے ساتھ جاننا، اور وہ یہ ہے کہ توحید الٰہی کو دل و جان سے اپناتے ہوئے، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مطیع وسپرد کردینے، اس کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اس کا سراپا تابع فرمان بنے رہنے، اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے والے سے اور اہل شرک سے کلی بیزاری کا نام ہے۔''

▣① یعنی دین کے تین اصولوں میں سے، دوسرا اصول 'دین اسلام' کی دلائل کے ذریعہ معرفت کا حصول ہے، کہ انسان دین اسلام کی پہچان 'کتاب وسنت' کے دلائل کے ساتھ کرے۔''

▣② یعنی دین اسلام اور اگر آپ چاہیں تو مجرد 'اسلام' بھی کہہ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ توحید الٰہی کو دل و جان سے اپناتے ہوئے، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ مکمل طور پر اس ذات کے سپرد کردینے اور ساتھ ہی ساتھ 'شرک' اور اہل شرک سے قطعی طور پر بیزاری کا نام ہے اور یہ اسلام ان تین بڑے اُمور کو شامل ہے:

① توحید الٰہی کو دل و جان سے اپنانا۔

② اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ڈوبے ہوئے مکمل طور پر اپنے آپ کو اس ذات کے سپرد کردینا۔

③ شرک اور اہل شرک سے مکمل بیزاری اور ان سے بائیکاٹ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



▣ ④ مطلب یہ کہ بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں اپنے آپ کو شرعی طور پر جھکا دے، اس کے لئے سرِتسلیم خم کردے، اس کی اطاعت سے سرمو انحراف نہ کرے، اور یہ اللہ عزوجل کی توحید کے اثبات اور عبادت میں اس ذات کی یکتائی تسلیم کرلینے سے ہی ممکن ہوسکتا ہے اور یہی وہ 'اسلام' ہے، جس پر بندۂ مومن کی مدح سرائی کی جاتی ہے اور اسے ثواب سے نوازا جاتا ہے، اور جہاں تک اس بندے کا اپنے رب کے حضور قدری (یعنی تکوینی) نظام کے تحت جھکنا اور اطاعت کرنا ہے تو اس میں کوئی اجروثواب نہیں ہے، کیونکہ اس میں انسان کا کوئی ذاتی حیلہ (یعنی ارادے اور جذبے کے تحت حکم ماننا وغیرہ) نہیں اللہ تعالیٰ قدری (اور تکوینی) اطاعت گزاری کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی موجود ہے سب چار و ناچار اسی (اللہ واحد) کے تابع فرمان (مسلم) ہیں اور (سب) اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے'' (آل عمران:۸۳)

▣ ④ اور یہ (الطاعة) اللہ جل شانہ کے جملہ احکامات کو بجا لانا اور تمام منکرات سے پرہیز کرنا ہے، اس لئے کہ حکم میں 'اطاعت' اُس حکم کو بجا لانا ہے اور 'نہی' میں اطاعت اُس کام سے رک جانا ہے۔

▣ ⑤ یعنی 'شرک سے براءت' سے مراد، اس شرک سے قطعی طور پر بیزار ہونا اور اس سے الگ تھلگ ہوجانا ہے اور اس سے بیزاری اہل شرک (یعنی اصل میں مشرکین) سے بیزاری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَآؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَحْدَهُ﴾ (الممتحنة:۴)

''تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے، جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے قطعی بیزار ہیں اور ان سے بھی جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، ہم تمہارے (دین کے) منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بَیر پیدا ہو چکا تا آنکہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ۔"

| |
|---|
| وَهُوَ ثَلاثُ مَرَاتِبَ⑥ :الإِسْلامُ، وَالإِيْمَانُ، وَالإِحْسَانُ، وَكُلُّ مَرْتَبَةٍ لَهَا أَرْكَانٌ⑦ |
| "اور 'دین' کے تین درجات ہیں: ۱۔اسلام، ۲۔ایمان، ۳۔احسان، اور پھر ان تینوں میں سے ہر ایک درجے کے کئی ایک ارکان ہیں۔" |

⑥ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں دین کے تین مراتب بیان کئے ہیں، جن میں کچھ دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں، اور وہ مراتب یہ ہیں، اسلام، ایمان اور احسان۔

⑦ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس قول "کہ آگے ان تینوں میں سے ہر ایک کے کچھ ارکان ہیں" کی دلیل آنحضور ﷺ کا 'حدیث جبریلؑ' میں وہ تفصیلی فرمان ہے، جسے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جب حضرت جبریل علیہ السلام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں) آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں پوچھنے لگے، آپ ﷺ نے جواب میں ان کی وضاحت کی اور فرمایا: «هٰذَا جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ» (۳۲)

"یہ جبریلؑ تھے، آپ کے پاس آئے تھے تاکہ وہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دیں۔"

| |
|---|
| فَأَرْكَانُ الاِسْلامِ خَمْسَةٌ:⑧ شَهَادَةُ أَنْ لاَ اِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ⑨ وَإِقَامُ الصَّلاةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ بَيْتِ اللهِ الْحَرَامِ |
| تو 'اسلام' کے پانچ ارکان یہ ہیں: ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے (سچے) رسول ہیں ② نماز قائم کرنا ③ زکوٰۃ ادا کرنا ④ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ⑤ اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔" |

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



⑧ یعنی اسلام کے مذکورہ پانچ ارکان کی دلیل، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جس میں وہ کہتے ہیں، کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے'' ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔ ② نماز قائم کرنا، ③ زکوٰۃ ادا کرنا ④ رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور ⑤ بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا۔''(۳۳)

⑨ ''اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' یہ پورا بیان ایک رکن بن گیا ہے اور یہ مکمل بیان دو حصوں پر مشتمل ہونے کے باوجود اسلام کا ایک مستقل رکن ہے، اس لئے کہ دین میں جملہ عبادات کا وقوع پذیر ہونا انہی دونوں گواہیوں پر منحصر ہے، لہٰذا کوئی عبادت اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی جب تک وہ اللہ عزوجل کے لئے خالص ہو کر نہ کی جائے، اور قبولیت کی اس شرط کو، 'ایک اللہ کی گواہی' (یعنی رکن کا پہلا حصہ) شامل ہے، اور اسی طرح کوئی بھی عبادت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں نہ ہو، اور قبولیت کی اس شرط کو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی (یعنی رکن کا دوسرا حصہ) شامل ہے۔

> فَدَلِيْلُ الشَّهَادَةِ قَوْلُهُ تَعَالى:﴿شَهِدَ اللهُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑩﴾ (آل عمران:۱۸)
>
> ''شہادت توحید (اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی اور وحدہ لا شريك له ہونے) کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اللہ نے خود شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور (یہی گواہی) سب فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے، وہ انصاف پر قائم ہے، اس زبردست حکیم کے سوا حقیقتاً کوئی لائق عبادت نہیں۔''

⑩ اس آیت کریمہ میں خود اللہ جل شانہ کی اپنی ذات کی گواہی کا ذکر ہوا ہے کہ اس یکتا ذات کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں اور اسی عقیدہ توحید پر فرشتوں اور علمائے حق کی بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


گواہی کا بیان ہے اور یہ بھی کہ اللہ جل مجدہ انصاف پر قائم اور حاکم ہے، پھر اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان سے اپنی ان مذکورہ صفات علیا کی تقریر و توثیق فرمائی ہے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی عبادت کا حقدار نہیں'' نیز آیت ہذا میں علمائے حق کا عظیم وصف بیان ہوا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کی بابت یہ خبر دی ہے کہ وہ خود اس کی ذات کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اس کی وحدانیت پر گواہی دینے والے ہیں اور ان علماء کرام سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو اللہ کی شریعت طاہرہ (کتاب وسنت میں وثوق) کا علم رکھتے ہیں، اور جن میں انبیاء ورسل علیہم السلام سرفہرست ہیں اور آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ یہ گواہی، اپنے گواہ اور جس بات کے بارے گواہی دی جارہی ہے دونوں کی عظمت کے اعتبار سے سب سے بڑی گواہی ہے، کیونکہ گواہی دینے والا وہ خود اللہ تعالیٰ ہے، اس کے مقربین فرشتے اور علمائے حق ہیں اور جس بات کی گواہی دی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے میں یکتائی اور وحدانیت کی ہے، جس کی تقریر و توثیق آخر میں اس فرمان باری تعالیٰ سے کی گئی ہے۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''کہ اس زبردست حکیم ذات کے سوا کوئی اور عبادت کا حقدار نہیں۔''

وَمَعْنَاهَا: لاَ مَعْبُوْدَ بِحَقٍ اِلاَّ اللهُ (لَآاِلٰهَ) نَافِيًا جَمِيْعَ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ تَعَالٰى اِلاَّ اللهَ مُثْبِتًا الْعِبَادَةَ للهِ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ فِيْ عِبَادَتِهِ، كَمَا أَنَّهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ فِيْ مُلْكِهِ[1]

اور اس شہادتِ توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، کلمہ (لَا اِلٰہَ) میں ہر اس چیز کی نفی ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاتی ہے، اور (اِلَّا اللہُ) میں صرف ایک اللہ کے لئے ہر قسم کی عبادت کا اِثبات ہے، اس کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں، بلکہ اسی طرح، جیسا کہ اسکی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک اور حصہ دار نہیں ہے۔

[1] شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے اس قول (وَمَعْنَاهَا) سے مراد یہ ہے کہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا اصل مطلب یہ ہے کہ ایک اللہ کے سوا معبود برحق کوئی نہیں، (جبکہ بغیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حق کے معبودان باطلہ ہوسکتے ہیں) تو کلمہ 'لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ' کی گواہی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی زبان اور دل سے یہ اعتراف کرے، کہ اللہ عزوجل کے سوا حق کے ساتھ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس لئے کہ کلمہ میں 'اِلٰـــہَ' معبود کے معنی میں ہے اور 'التَّــاَلُّــہُ' (باب تفعل سے) کا 'التَّعَبُّــدُ' معنی کیا گیا ہے اور یہ پورا جملہ (لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ) بیک وقت نفی و اِثبات پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ یعنی 'لَا اِلٰـــہَ' نفی جبکہ دوسرا حصہ 'اِلاَّ اللہُ' اثبات ہے اور لفظ جَلَالَہٗ (اللہ) یہاں 'لا' کی محذوف خبر کا 'بدل' ہے اور 'لَا' کی محذوف خبر حقٌّ مبدل منہ ہے، تو اس طرح اصل عبارت یوں ہوگی (لَآ اِلٰہَ حَقٌّ اِلاَّ اللہُ)

نیز اس پورے جملہ میں 'لَا' کی محذوف خبر (اور وہ حَــقٌّ کا کلمہ ہے) مقدر ماننے سے ہمارے لئے درج ذیل اشکال کا جواب واضح ہوجاتا ہے: (اور اشکال یہ ہے): کہ یہ کہنا کیسے ممکن اور صحیح ہے (لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ) کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" جب کہ یہاں دنیا میں (بے شمار) معبودان ایسے موجود ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اور جن کا نام خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں 'آلِـهَـــة' رکھا اور ان کو پوجنے والے بھی اسی نام آلِـهَـة سے ہی پکارتے ہیں اور اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾(ہود:۱۰۱) "اور جب تیرے رب کا حکم آ گیا تو ان کے وہ معبود، جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے، ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔" اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم 'اُلوہیت' (عبودیت) کو اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت کریں، جب کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام اپنی اقوام کو یہ کہتے رہے ہیں: ﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾(الاعراف:۵۹) "ایک اللہ کی عبادت کرو، تمہارے لئے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں" (تو آیت ہذا میں اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے بھی غیر اللہ کو الــہ کے نام سے ذکر کیا ہے) تو اس اشکال کا جواب (جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں) کہ جملہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ میں لا نافیہ کی خبر مقدر ماننے سے واضح ہوجاتا ہے تو ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب میں یہ کہیں گے (لَا اِلٰـهَ حَقٌّ اِلاَّ اللّٰهُ) کہ ''ایک اللہ کے سوا معبود برحق کوئی نہیں'' اور بقیہ جتنے معبودان ہیں، جن کی اللہ کے سوا پوجا کی جاتی ہے، وہ اٰلِـهَـةٌ معبودان تو ہیں، مگر سب خود ساختہ، باطل (یعنی جھوٹے طاغوت) ہیں اور نہ ہی اُلوہیت میں سے کچھ حق ان کیلئے ہوسکتا ہے اور اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (الحج:۶۲)

''یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی 'حق' ذات ہے اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ سب کچھ باطل ہے اور اللہ ہی عالی شان اور کبریائی والا ہے۔''

نیز اس بات کی حقیقت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ (النجم:۱۹تا۲۳)

''کیا بھلا تم نے لات وعزیٰ (دیویوں) پر بھی غور کیا؟ اور ایک تیسری (دیوی) منات پر بھی؟ کیا تمہارے لئے تو لڑکے ہوں اور اس (اللہ عزوجل) کے لئے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی بھونڈی تقسیم ہے، یہ تو بس ایسے نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لئے ہیں، (ان ناموں کے علاوہ ان کی کچھ حقیقت نہیں) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کوئی دلیل نہیں اتاری، یہ (مشرک) لوگ محض ظن (گمان) کی پیروی کررہے ہیں یا پھر اس چیز کی جو ان کے دل چاہتے ہوں (یعنی خواہشات نفس کے پجاری ہیں) حالانکہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد بھی اس بات کی تائید کرتا ہے ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ (یوسف۴۰) ''اس (اللہ عزوجل) کو چھوڑ کر تم جن (بتوں) کی پوجا کررہے ہو، کہ وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہیں، کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اَجداد نے رکھ لئے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کوئی سند (دلیل وغیرہ) نہیں اتاری۔"

تب مذکورہ بالا بحث کی رُو سے لَا اِلٰـهَ إِلاَّ اللّٰهُ کا معنی یہ ہوگا: "کہ اللہ عزوجل کے سوا حق کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں اور جو اس دنیا میں اللہ کے سوا 'معبودان' پائے جاتے ہیں، تو ان کی ان کے ناموں کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں اور نام بھی ان کے صرف ان کے پجاریوں نے رکھ چھوڑے ہیں، تو اس طرح سے ان کی الوہیت (عبودیت کا وصف) جس کا ان کے پجاری دعویٰ کرتے ہیں، حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ اس کے برعکس جھوٹ اور باطل ہے۔

وَتَفْسِيرُهَا الَّذِي يُوَضِّحُهَا ، قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ⑫ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ⑬ مِّمَّا تَعْبُدُونَ، إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي⑭ فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ⑮ وَجَعَلَهَا⑯ كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ⑰ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ⑱﴾ (الزخرف:۲۶ تا ۲۸)

"اور اس کلمۂ شہادت کی تفسیر و تشریح اللہ تعالیٰ ہی کے ان فرامین میں واضح طور پر موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:" اور (اے پیغمبرؐ) وہ وقت یاد کرو، جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا، "تم جن کی بندگی کرتے ہو، میرا ان سے کوئی تعلق نہیں، میرا تعلق صرف اس سے ہے، جس نے مجھے پیدا کیا، وہی میری راہنمائی کرے گا اور ابراہیم علیہ السلام یہی کلمۂ (عقیدہ) اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے تاکہ وہ اس کی طرف رُجوع کریں۔"

▣⑫ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل (دوست) حُنَفَاءَ (جو لوگ ساری دنیا سے تعلق توڑ کر صرف اور صرف اللہ کی طرف رجوع کر لیں ان) کے امام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل (اور اولوالعزم) پیغمبر ہیں۔

▣⑬ (بَرَاءٌ) یہ لفظ کلمۃ الْبَرَاءَةُ سے صفت مشبہ ہے (یعنی اس میں مبالغہ کا معنی ہے) اور یہ بریٔ (بیزار) سے زیادہ بلیغ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ﴾ "کہ تم جن کی بندگی کرتے ہو، میرا ان سے کوئی تعلق نہیں"...... لَا اِلٰـهَ کے مساوی ہے (یعنی معنی کی ادائیگی میں اس کے مترادف ہے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑭ سوائے اس ذات کے، جس نے ابتداء ہی میں مجھے فطرت اسلام پر پیدا فرمایا (میرا ان سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو) اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي﴾ یہ اپنے معنی میں (إلاّ اللہ) کے مساوی و مترادف ہے، لہٰذا وہ پاک اور بلند و بالا ذات، جس کا اس کی عبادت میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا، اسی طرح اس کی بادشاہی میں بھی اس کا کوئی ہمسر و ساجھی نہیں بن سکتا، بطور دلیل اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (الاعراف:54)

''خبردار رہیو، اس (اللہ) کے لئے ہی ساری مخلوق اور ہر قسم کا حکم (اور اختیار) ہے، بابرکت ہے وہ اللہ (جو) تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ساری مخلوقات اور ہر قسم کا امر و حکم اور سارے اختیارات صرف اللہ واحد کے لئے محصور (یعنی بند) کر کے رکھ دیئے گئے ہیں، جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ تو اسی یکتا ذات کے لئے ہی مخلوق ہے اور اسی کے لئے ہی امر (حکم) ہے (بالفاظ دیگر) تمام مخلوقات اسی کی ملکیت اور تمام کونی و شرعی اُمور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

⑮ سَيَهْدِينِ: یعنی عنقریب وہ (اللہ) میری حق بات (اور جادہ حق) پر میری رہنمائی فرمائے گا اور مجھے اس پر چلنے اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق بھی مرحمت فرمائے گا۔

⑯ وَجَعَلَهَا: یعنی اس 'کلمہ' کو باقی رکھ دیا، اور اس 'کلمہ' سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک 'معبود باطل' سے بیزار اور متنفر ہونا ہے۔

⑰ فِي عَقِبِهِ: مطلب یہ کہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں (اس کلمہ کو رکھ دیا)

⑱ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ تاکہ وہ (اس کلمہ کی طرف) رجوع کریں اور شرک سے منہ موڑ لیں۔

وَقَوْلُهُ ﴿قُلْ⑲ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ⑳ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ㉑ فَإِن تَوَلَّوْا㉒ فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ㉓﴾ (آل عمران:64)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


''اور اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے: ''(اے نبیؐ) آپؐ فرما دیجئے، کہ اے اہل کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے (اور وہ بات) یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنالے (اس دعوت کو قبول کرنے سے) اگر وہ منہ موڑ لیں تو (ان سے) صاف کہہ دیجئے کہ تم لوگ (اس بات پر) گواہ رہو، ہم تو مسلمان (صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کرنے والے) ہیں۔''

▣ ⑲ قُـل: یہاں، اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے مناظرہ کے لئے اللہ کے نبی ﷺ کو خطاب کیا گیا ہے (اور مخاطب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے)

▣ ⑳ ﴿تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ میں کَلِمَة سے مراد یہ ہے ''کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کریں اور نہ کسی اور کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی، کسی اور کو اللہ کے سوا رب نہ پکڑ لے، تو ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس سارے کلام کا مجموعہ اصل میں لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ کا مفہوم ہے، اور آیت کریمہ میں ﴿سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ کا معنی یہ ہے ''کہ ہم (مسلمان) اور تم (یہود و نصاریٰ) اس عقیدۂ توحید میں برابر ہیں۔

▣ ㉑ مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو اپنا رب نہ بنالے، کہ وہ اس کی اس انداز سے تعظیم کرنا شروع کر دے، جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتا ہے، اور اس کی اس طرح سے عبادت کرے، جس طرح سے وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر کسی اور کے حکم کو مضبوطی سے پکڑ لے'' (والعیاذ باللہ)

▣ ㉒ فَإِنْ تَوَلَّوْا: یعنی اگر یہ (یہودی و عیسائی) لوگ اس بات سے منہ پھیر لیں جس کی طرف تم ان کو دعوت دیتے ہو۔

▣ ㉓ تو پھر تم (اے اہل ایمان) ان کے سامنے یہ واشگاف اعلان کرو اور اس بات کے اظہار پر ان کو گواہ بھی بنا لو، کہ بے شک ہم تو اللہ کے لئے تابع فرمان ہیں اور اس عظیم کلمۂ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید (لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ) سے اِعراض کرنے اور اس سے بغض و عداوت رکھنے کی جس روش پر تم قائم ہو، اس سے ہم بریٔ الذمہ ہیں (اور ہم تم کو اس کی طرف دعوت دے کر اپنے معبود برحق کے ہاں بھی بریٔ الذمہ ہو گئے ہیں)

وَدَلِيْلُ شَهَادَةِ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۝ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ۝ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ۝ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبۃ:۱۲۸)

''اور اس گواہی کی دلیل کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تحقیق تم لوگوں کے پاس ایک رسولؐ آیا ہے، جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق (گزرتا) ہے، تمہاری فلاح (دنیوی و اخروی کامرانی) کا وہ بہت زیادہ خواہش مند ہے، ایمان والوں کے لئے وہ بڑا شفیق اور رحیم پیغمبر ہے۔''

■ ㉔ اللہ کے اس فرمان ﴿مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ سے مراد ہے کہ وہ پیغمبرؐ تمہاری ہی جنس سے ہے (کوئی فرشتہ یا جن وغیرہ نہیں) بلکہ وہ تمہاری قوم سے اور تم میں سے ہی ایک خاندان کے گھر پیدا ہوا اور پروان چڑھا جیسا کہ (ایک اور جگہ پر) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الجمعۃ:۲)

''(اللہ) وہی تو ہے، جس نے اَن پڑھ لوگوں میں، انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو انہیں اللہ (تعالیٰ) کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح (اور کھلی) گمراہی میں پڑے تھے۔''

■ ㉕ مطلب یہ ہے کہ جو چیز تم پر گراں گزرتی ہے یا تم کو نقصان اور دکھ دیتی ہے، وہی چیز اس پیغمبرؐ پر بھی شاق گزرتی ہے اور اسے کرب اور دکھ دیتی ہے۔

■ ㉖ یعنی یہ پیغمبرؐ تمہارے فائدے کے حصول اور تم سے ہر طرح کی تکلیف اور دکھ درد کے مداوے اور ازالے پر بڑے حریص واقع ہوئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


▣ ㉗ یعنی اہل ایمان کے حق میں بڑے نرم مزاج اور رحم دل ہیں اور آپ کی ان صفات کو مؤمنین کے لئے، اس بنا پر خاص ذکر کیا گیا ہے، کہ آپ کو کفار و منافقین کے ساتھ جہاد و قتال کرنے اور ان کے ساتھ سخت رویہ اپنانے کا اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی یہ صفات اس حقیقت پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، جیسا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''(اے نبیؐ) کہہ دو، کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بنا کر بھیجا گیا) ہوں۔''

اور اس معنی کی بہت ہی زیادہ آیات بینات ہیں جو اس بات پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبرؐ ہیں۔''

وَمَعْنَى شَهَادَةُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ: طَاعَتُهُ فِيْمَا اَمَرَ، وَتَصْدِيْقُهُ فِيْمَا اَخْبَرَ، وَاجْتِنَابُ مَا عَنْهُ نَهَى وَزَجَرَ، وَأَنْ لاَّ يُعْبَدَ اللّٰهُ إِلاَّ بِمَا شَرَعَ[۲۸]

''اور حضرت محمد ﷺ کے 'رسول اللہ' ہونے کی شہادت (گواہی) کے معنی یہ ہیں: کہ آپؐ نے جو حکم دیا ہے اس کی اطاعت کی جائے، اور آپؐ نے جو خبر دی ہے، اسے سچ مانا جائے، اور جن امور سے آپؐ نے روکا اور منع کیا ہے اس سے کلی اجتناب کیا جائے، اور اللہ عزوجل کی عبادت صرف اسی طریقہ ہی سے کی جائے جو اس نے مشروع کیا ہے۔''

▣ ㉘ اس گواہی کا مطلب ''کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' وہ زبان سے اقرار اور دل کی عمیق گہرائیوں سے ایمان لانا اور تصدیق کرنا ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ، قریشی، ہاشمی، جن و انس کی تمام مخلوقات کی طرف اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

اور اللہ تعالیٰ کی یہ عبادت صرف اس مشروع طریقے کے مطابق ہی درست ہوسکتی ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے حضرت محمد ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (الفرقان:۱)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل فرمایا فرقان (قرآن) اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر تاکہ وہ (اس کتاب ہدایت کے ذریعے) تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔''

اور اس شہادت (گواہی) کا تقاضا یہ ہے کہ (اے مخاطب!) تو ہر اس بات کی دل سے تصدیق کرے، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے اور جس کام کا آپؐ حکم دیں اس کی فوری تعمیل کرے اور جس چیز سے آپؐ نے روکا یا خبردار کیا ہے، اس سے تو قطعی طور پر پرہیز کرے اور بچ جائے اور یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے مقرر کئے ہوئے طریقہ کے مطابق کرے، نیز اس شہادت کا یہ بھی تقاضا ہے، کہ تیرا حتمی طور پر یہ عقیدہ نہیں ہونا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسی ہستی ہیں کہ ان کا (اللہ جل شانہ کی طرح) ربوبیت میں بھی حصہ ہے اور جس کی بناء پر آپؐ اس کائنات کے اُمور اور معاملات کو اپنی مرضی سے بدلنے اور الٹ پلٹ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں یا آپ (اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ) عبادت کے حق میں بھی شریک ہیں (العیاذ باللہ) بلکہ اس کے برعکس تیرا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ خود ﷺ اللہ کے وہ بندے ہیں، جن کی عبادت نہیں کی جاسکتی (یعنی عابد ہیں معبود نہیں)، آپ وہ رسولؐ ہیں جن کی تکذیب نہیں کی جاسکتی اور نہ آپؐ خود اپنی ذات اور نہ اپنے سوا کسی اور کے نفع و نقصان کے مالک ہیں، مگر اس حد تک جو خود اللہ تعالیٰ چاہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ (الانعام:۵۰)

''(اے محمدؐ!) آپؐ ان سے کہئے کہ: میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ ہی میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں، جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


آپؐ تو اللہ کے مامور بندے ہیں اس لئے آپؐ صرف اس حکم کی پیروی کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُّجِيرَنِي مِنَ اللّٰهِ أَحَدٌ وَّلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهِ مُلْتَحَدًا﴾ (الجن:۲۱،۲۲)

''(اے نبی) ان سے کہ دیجئے کہ میں تمہارے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا، آپ کہیے کہ مجھے اللہ سے ہرگز کوئی بچا نہ سکے گا اور نہ ہی میں اس کے سوا کوئی پناہ گاہ پاسکوں گا۔''

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَّبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۸۸)

''(اے محمدؐ!) ان سے کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی قسم کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا، اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ ان لوگوں کے لیے جو میری بات سنیں۔''

اور (اے مخاطب!) ان مذکورہ آیات کی روشنی میں تو یہ بات بخوبی سمجھ لے کہ یہاں مخلوقات میں سے کوئی بھی ہستی اللہ وحدہ لاشریک کے سوا عبادت کی مستحق نہیں، نہ رسول اللہ ﷺ اور نہ آپ کے علاوہ کوئی اور مخلوق، اور یہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

''اے نبی! کہہ دو کہ میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت (یعنی قربانی وغیرہ) میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ تمام جہانوں کے پروردگار کیلئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی بات کا ہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور (اس ضمن میں) سب سے پہلے سر تسلیم خم کرنے والا میں ہوں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اور آپؐ کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو آپؐ کو وہ مقام اور مرتبہ دے، جس مقام اور مرتبے سے خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے اور آپؐ کا وہ مقام ومرتبہ یہ ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ( صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ )

وَدَلِيْلُ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ㉙ وَتَفْسِيْرُ التَّوْحِيْدِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿وَمَآ أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ㉚ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ㉛﴾㉜ (البينة:٥)

”نماز، زکوۃ اور تفسیرِ توحید کی، مشترکہ دلیل خالق کائنات کا یہ فرمان ہے: ”اور ان (لوگوں) کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے۔“

㉙ مطلب یہ ہے کہ نماز اور زکوۃ دونوں عبادتیں دین میں سے ہیں اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿وَمَآ أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ”اور ان (لوگوں) کو اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اسی ذات کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ یہ آیت کریمہ عبادت کی تمام قسموں کو شامل ہے، لہٰذا انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں ان عبادات کی ادائیگی کے وقت اللہ عزوجل کے لیے خالص ہو، حنیف بنے (یعنی صرف اللہ جل شانہ کی طرف رجوع کرے اور اس پر بھروسہ رکھے) اور صرف اسی ذات کی نازل کردہ شریعت طاہرہ کی پیروی کرتا رہے۔

㉚ اس کلام الٰہی میں خاص (اور وہ نماز اور زکوۃ دونوں عبادت ہیں) کا عطف، عام (اور یہ عبادات کی تمام انواع ہیں) پر ہے اس لیے کہ نماز کی اقامت اور زکوۃ کی ادائیگی بھی عبادت کی قبیل سے ہیں، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں انہیں ان دونوں کی، شریعت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اہمیت وفضیلت کے پیش نظر الگ ذکر کیا ہے، تو نماز بدنی عبادت ہے اور زکوۃ سراسر مالی عبادت ہے، اور اللہ عزوجل کی کتاب قرآن حکیم میں ان دونوں عبادات کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

◘ ③ وَذٰلِكَ اور یہ اس اسم اشارہ کا مشار الیہ یہ ہے "کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت، دین کو اسی کے لیے خالص کر کے اور اس کے لیے یکسو ہو کر کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا۔"

◘ ④ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ مطلب یہ ہے کہ ٹھوس اور مضبوط، درست اور صحیح ملت کا دین، جس میں کسی قسم کا کوئی ٹیڑھ پن اور کجی نہ ہو، اس لئے کہ یہ اللہ عزوجل کا دین ہے اور اللہ تعالیٰ کا دین بالکل سیدھا اور صحیح ہے۔ جیسا کہ اس کی شہادت میں خود اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ (الانعام:۱۵۳)

"اور بلاشبہ یہی میری سیدھی راہ ہے، لہٰذا اسی پر چلتے جاؤ، اور دوسری راہوں پر نہ چلو، ورنہ وہ (دوسری راہیں) تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا کر جدا جدا کر دیں گی۔"

اور یہ آیت کریمہ: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ جس طرح عبادت و نماز کے 'ذکر' کو شامل ہے، اسی طرح یہ 'حقیقتِ توحید' کا بھی تذکرہ کرتی ہے، اور 'حقیقت توحید' یہ ہے کہ ہر قسم کے شرک سے بیزار اور اس سے منہ موڑتے ہوئے اللہ عزوجل کے لئے خالص ہو کر بندگی کرنا، تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص نہ ہوگا وہ موحد (توحید پرست) نہیں بن سکے گا، اور اسی طرح جس شخص نے اپنی عبادت کو غیر اللہ (مثلاً کسی نبی، ولی، جن یا فرشتے وغیرہ) کے لئے خاص کیا تو وہ بھی موحد (توحید پرست) نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


وَدَلِيْلُ الصِّيَامِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرة:۱۸۳)

''اور رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اے اہل ایمان! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔''

یعنی ان روزوں کی فرضیت کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔'' (البقرۃ:۱۸۳)

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''کہ جس طرح یہ روزے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔''...... میں چند فوائد درج ذیل ہیں:

**پہلا فائدہ: روزوں کی اہمیت وفضیلت:** اس حیثیت سے کہ عزوجل نے انہیں ہم سے پہلی امتوں پر فرض کیا تھا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی ان روزوں سے محبت کی دلیل ہے اور اس بات کی بھی کہ یہ ہر امت کے لئے لازم اور ضروری رہے ہیں۔

**دوسرا فائدہ: اس اُمت محمد ﷺ پر آسانی اور تخفیف:** اس اعتبار سے کہ صرف اس اُمت کو ہی روزوں جیسی عبادت کا پابند نہیں کیا گیا، جس میں بسا اوقات انسانی نفوس و اجسام کو مشقت اور تکلیف سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔

**تیسرا فائدہ:** اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس کے دین کو مکمل کردیا ہے، اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فضائل کی بھی تکمیل فرمادی ہے جو گذشتہ اُمتوں میں تھے (مگر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے تھے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



▣ ㉝ اللہ عزوجل نے اس آیت کریمہ میں روزوں کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ یعنی تم روزوں جیسی عبادت کی ادائیگی اور جو کچھ اس کے نتیجے میں پرہیزگاری اور اللہ کے خوف کی صورت میں صلہ ملتا ہے، کے سبب اللہ عزوجل کی تیار کردہ سزا سے بچ سکو (یا اس کی نافرمانی سے محفوظ رہ سکو) اور اس بڑے فائدے کی جانب اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں یوں وضاحت فرمائی ہے: «مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ»(۳۴)

''جو شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی قطعی ضرورت نہیں کہ یہ شخص اپنے کھانے اور پینے کو چھوڑ دے۔''

وَدَلِيْلُ الْحَجِّ ۞ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ۞﴾ (آل عمران:۹۷)

''اور بیت اللہ شریف کا حج کرنے کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے، کہ جو شخص اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی (استطاعت کے باوجود) اس حکم کی پیروی سے انکار کرے، تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

▣ ㉞ یعنی حج کی فرضیت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ ''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو شخص اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو، وہ اس (گھر) کا حج کرے، اور جو کوئی (استطاعت کے باوجود) اس حکم کی تعمیل سے انکار کرے (تو اسے معلوم ہونا چاہئے) کہ اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

یہ آیت کریمہ، ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی اور اسی وقت حج فرض ہوا، مگر اللہ تعالیٰ نے (اپنے بندوں پر رحمت کے طور پر) یہ فرمایا: ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ کہ جو شخص اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو (صرف اسی پر حج فرض ہے) جس کا مدلول یہ ہے کہ جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو، اس پر حج سرے سے فرض ہی نہیں۔

▣ ۳۶ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے (اسے تو ان تمام دنیا والوں کی نافرمانی کی بھی کوئی پرواہ نہیں)''...... اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص نے طاقت رکھتے ہوئے 'حج' چھوڑ دیا تو یہ کفریہ طرزِ عمل ہوگا، ایسا کفریہ عمل، جو جمہور علماء کے مطابق اسے ملت اِسلامیہ سے تو نکال باہر نہیں کرے گا (مگر وہ انتہا درجے کا منکر اور کمزور ایمان والا شخص ہوگا۔ (والعیاذ باللہ) اور جمہور علماء رحمہم اللہ! کا یہ مؤقف حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بناء پر ہے کہ: «كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ» (۳۵)

''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز کے سوا اور کسی عمل کو ترک کر دینا کفر نہیں خیال کرتے تھے۔'' (مطلب یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز چھوڑ دینا کفر تھا) والعیاذ باللہ

> اَلْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ۳۷ :الْإِيْمَانُ ۳۸ وَهُوَ بِضْعٌ ۳۹ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً ۴۰ فَأَعْلَاهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى ۴۱ عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ ۴۲ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ (صحیح مسلم:۳۵)
>
> ''دوسرا درجہ: (ایمان اور اس کے ارکان کی بحث کے ضمن میں) ایمان کے ستر سے کچھ اوپر شعبے ہیں، جن میں سے اعلیٰ ترین درجہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کہنا ہے، اور سب سے ادنیٰ درجۂ ایمان، راستے سے ایذاء وضرر رساں چیزوں (کانٹے وغیرہ) کو ہٹانا ہے اور شرم وحیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ (یعنی شاخ) ہے۔''

▣ ۳۷ یعنی 'دین' کے ان درجات میں سے، جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے دوسرا درجہ ایمان ہے۔

▣ ۳۸ <u>الإیمان</u>: 'ایمان' کا لغوی معنی ہے 'تصدیق' (سچ ماننا) اور شرعی اصطلاح میں ایمان سے مراد دل میں سچائی کا اعتقاد، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل پیرا ہونا ہے اور یہ ایمان ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ شاخوں پر مشتمل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



■ ㉙ **اَلْبِضْعُ**: باء کے کسرہ یعنی زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کا اطلاق تین کے عدد سے نو تک ہوتا ہے۔

■ ㉚ **اَلشُّعْبَةُ**: کسی چیز کے ایک حصے کو (شعبہ) کہتے ہیں۔

■ ㉛ **إِزَالَةُ الْاَذىٰ**: یعنی کسی موذی چیز کو راستے سے ہٹا دینا (اِمَاطَةُ الْاَذٰی کا معنی ہے) اور یہ ہر وہ چیز ہوسکتی ہے جو کسی بھی گزرنے والے کو اذیت اور تکلیف دے، جیسے کوئی چٹان، کانٹے، کوڑا کرکٹ، گندگی اور بدبودار اشیاء وغیرہ

■ ㉜ 'حیا' وہ تاثراتی وصف ہے، جو انسان میں شرمندگی و ندامت کے وقت واقع اور ظاہر ہوتا ہے اور انسان کو مروت کے خلاف کام کرنے سے روکتا ہے۔

☆......اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے اس کلام ''کہ ایمان کی ستر (۷۰) سے کچھ اوپر شاخیں ہیں'' اور اس کلام 'ایمان کے چھ (۶) ارکان ہیں' کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے ہم یوں کہیں گے: کہ ایمان کی وہ قسم، جس کا تعلق اعتقاد سے ہے یا بالفاظ دیگر وہ ایمان جسے 'عقیدہ' سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کے اصول (یا ارکان) تو چھ ہی ہیں، جو کہ حدیث جبریل علیہ السلام میں ذکر ہوئے ہیں، جب حضرت جبریل الامینؑ نے آپؐ سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے تو آپؐ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے، کہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے پیغمبروںؑ پر، آخرت کے دن پر اور اس کی اچھی اور بُری ہر دو طرح کی تقدیر (فیصلے) پر بھی ایمان لائے۔''(۳۶)

اور 'ایمان' کی وہ قسم جو اَعمال، ان کی اقسام اور ان کی اجناس پر مشتمل ہے، تو اس کی ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نماز کو بھی 'ایمان' کا نام دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۴۳)

''اور اللہ نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے ایمان (یعنی نمازوں کو) ضائع کرے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مفسرینؒ کہتے ہیں: کہ اس سے تمہاری وہ نمازیں ہیں وہ تم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں، اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس سے پہلے کہ ان کو کعبہ مشرفہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

وَاَرْكَانُهُ سِتَّةٌ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ؈

"اور ایمان کے چھ ارکان ہیں: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔"

؈ اللہ تعالیٰ پر ایمان چار (۴) اُمور کو متضمن (یعنی شامل) ہے:

پہلا: اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان اور وجود باری تعالیٰ پر، فطرت، عقل، شریعت اور حس (واضح طور پر) دلالت کرتی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

## ① اللہ تعالیٰ کے وجود پر فطری دلالت

ساری مخلوق، بغیر کسی سابقہ تفکیر و تعلیم کے، اپنے حقیقی خالق پر ایمان رکھتے ہوئے پیدا ہوتی ہے، اور وہ اپنی فطرت کے اس تقاضے سے سر مو انحراف نہیں کرتی، سوائے اس کے کہ کوئی اس کے دل پر (ایسا خارجی) عامل مسلط ہو جائے، جو اسے اس کی اصل فطرت (اللہ پر ایمان) سے منحرف ہونے پر مجبور کر دے، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے اس فرمان میں آیا ہے:

«مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، اَوْ يُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ» (۳۷)

"کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام کی فطرت پر ہی پیدا کیا جاتا ہے، مگر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں، یا اسے عیسائی بنا دیتے ہیں، یا پھر اسے مجوسی (آتش پرست) بنا دیتے ہیں۔" (العیاذ باللہ)

## ② اللہ تعالیٰ کے وجود پر عقلی دلالت

تو یہ اس بناء پر ثابت شدہ ہے، کہ اس کائنات میں مخلوقات کا سابقہ (اول) اور لاحقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(آخر) ہے، جس کے لئے ایسے خالق کا ہونا ناگزیر ہے، جو اسے وجود میں لایا ہے، تو یہ بات ممکن ہی نہیں کہ کوئی چیز خود بخود وجود میں آجائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ یہ مخلوقات خود اپنے آپ کو وجود میں لاسکیں، اس لئے کہ کوئی چیز خود اپنے آپ کو پیدا نہیں کرسکتی، کیونکہ وہ اپنے وجود میں آنے سے پہلے خود معدوم (کالعدم) ہوتی ہے تو ایسی حالت میں وہ خالق کیونکر ہوسکتی ہے؟

اور نہ یہ ممکن ہے کہ یہ (مخلوقات کائنات کی ہستی پر) اتفاقی طور پر وجود میں آگئی ہوں، اس لئے کہ ہر وجود میں آنے والی چیز (یا وقوع پذیر ہونے والی چیز) کے لئے ضروری ہے کہ کوئی موجد (یا محدث) ہو جو اسے وجود میں لاسکے اور اس لئے بھی کہ ایسے انوکھے اور شاندار، ایک دوسرے سے انتہاء کی حد تک مانوس اور مربوط نظام کائنات پر، جو کہ اَسباب اور اس کے مسببات کے درمیان اور کائنات میں ایک دوسرے کے باہمی ترابط و تناسق کے درمیان چل رہا ہے، مخلوقات کا وجود اس بات کا قطعی طور پر انکار کرتا ہے کہ وہ محض اتفاقی طور پر (از خود) وجود میں آگئی ہیں، تو جب اتفاقی طور پر وجود میں آنے والی چیز، اپنے وجود کی اصل کے اعتبار سے ہی کسی نظام کے مطابق نہیں تو وہ چیز آگے چل کر اپنی بقاء اور درجہ بدرجہ کمال کے حصول میں کیسے منظم رہ سکتی ہے؟

☆.....اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس صفحہ ہستی پر مخلوقات کا ازخود وجود میں آجانا ناممکن ہے اور نہ یہ کہ وہ محض اتفاقیہ وجود میں آگئی ہیں، تو ان کا لامحالہ کوئی موجد (اور خالق) ہے اور وہ موجد اور خالق رب العالمین (یعنی تمام جہانوں کا پروردگار) ہی ہے'' اور اس بات کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے عقلی اور قطعی دلیل 'سورۂ طور' میں ان الفاظ میں ذکر فرمائی ہے:

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ (الطور:۳۵) ''یا کیا وہ بغیر کسی چیز کے خود ہی پیدا ہوگئے ہیں، یا یہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں؟'' مطلب یہ ہے کہ نہ وہ خالق کے بغیر پیدا کئے گئے ہیں اور نہ انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے، لہٰذا اس بات کا تعین ہوگیا کہ ان کا حقیقی خالق، صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے اور اسی بناء پر ہی حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے، جب رسول اللہ ﷺ کو سورۂ طور کی تلاوت فرماتے سنا، اور آپ اس وقت ان آیات پر پہنچے تھے: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾ (الطور: ۳۵ تا ۳۷)

''یا کیا وہ بغیر کسی چیز کے خود ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں؟ یا آسمانوں اور زمینوں کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ (اللہ کی قدرتوں پر) یقین ہی نہیں رکھتے، کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں؟ یا یہ ان خزانوں پر حکم چلانے والے ہیں؟''

اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اس وقت تک مشرک تھے آپ سے ان آیات کی تلاوت سن کر کہنے لگے: قریب تھا کہ میرا دل اڑ کر حلق سے باہر آ جاتا، اور یہ وہ پہلا موقعہ تھا، جب ایمان نے میرے دل میں جگہ پائی۔ اسے امام بخاریؒ نے اپنی 'صحیح' میں مختلف جگہوں پر[۳۸] (اور مختلف الفاظ کے ساتھ) روایت کیا ہے۔

یہاں ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں، جو اس بات کو مزید واضح کر دے گی: مثلاً کوئی شخص آپ سے کسی ایسے مضبوط، بلند و بالا اور پُرکشش محل جسے باغات گھیرے ہوئے ہوں، اور اس کے درمیان نہریں بہتی ہوں اور وہ نرم و گداز بچھونوں اور تخت پوشوں سے بھرپور ہو، نیز اپنے تمام زیب و زینت کے سامان سے وہ مکمل طور پر آراستہ و پیراستہ ہو، کے بارے میں بات کرتے ہوئے یہ کہے: کہ یہ محل اور جو کچھ اس کے بیچ میں کمال کی حد تک نعمتیں ہیں یہ سب اپنے آپ کو خود وجود میں لائی ہیں، یا یہ سب کچھ محض اتفاقی طور پر، بغیر کسی موجد (بنانے والے) کے وجود میں آ گئی ہیں، تو فوری طور پر آپ اس کی اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے اور (اس سے بڑھ کر) آپ اسے جھٹلا دیں گے، اور اس کی اس بات کو بے وقوفی پر مبنی شمار کریں گے، تو کیا اس کے بعد بھی یہ سمجھ لینا جائز اور درست ہوگا کہ یہ کائنات اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زمینوں اور آسمانوں، اپنے افلاک و احوال اور اپنے انتہائی عجیب اور پُرکشش نظام سمیت اپنے آپ کو خود وجود میں لائی ہے، یا بغیر کسی 'موجد' کے محض اتفاقیہ اس صفحۂ ہستی پر نمودار ہوگئی ہے؟! (ہرگز نہیں)

## ③ اللہ تعالیٰ کے وجود پر شرعی دلالت

اس بارے میں تمام آسمانی کتابیں شہادت دیتی ہیں کہ جن مخلوقات کی مصلحتوں اور فوائد پر مشتمل جملہ احکام کو وہ لے کر آئی ہیں، اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ وہ اس پروردگار حکمت والے کی طرف سے ہیں، جو اپنی مخلوق کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے، اور پھر جو تکوینی نظام سے متعلقہ خبریں ان سماوی کتب کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں اور جو کہ واقعات وحوادثات کی سچائی پر شاہد بھی ہیں، اس بات پر صریحاً دلالت کرتی ہیں کہ یہ سب کچھ اس حقیقی پروردگار کی طرف سے ہے، جو جس چیز کی بابت خبر دے، اس کو وجود میں لانے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور

## ④ اللہ تعالیٰ کے وجود پر حسی (شعوری) دلالت کی دو صورتیں ہیں

<u>ایک یہ کہ:</u> کہ ہم عام حالات میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے والوں کی دعاؤں کی قبولیت اور دکھ اور تکلیف میں مبتلا لوگوں کی مدد و نصرت آجانے کو سنتے بھی ہیں اور مشاہدہ بھی کرتے ہیں، جو کہ وجود باری تعالیٰ پر ایک قطعی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ﴾ (الانبیاء:۷۶) ''اور نوحؑ کو بھی (اپنی رحمت میں داخل کیا) جبکہ ان سب سے پہلے، اس نے (ہمیں) پکارا تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ (الانفال:۹)

''اور وہ موقع یاد کرو، جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری دعاء کو شرف قبولیت سے نوازا... الخ''

اور صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''کہ ایک اعرابی (بدو) جمعہ کے دن (مسجد میں) داخل ہوا اور اللہ کے نبی ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعرابی (بدو) کہنے لگا: (اے اللہ کے رسولؐ!) خشک سالی کی وجہ سے مال واَسباب برباد ہوگئے اور کنبہ وقبیلہ بھوک سے تڑپنے لگے ہیں، ہمارے لئے اللہ سے دعاء کیجئے، اس پر آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو اللہ کی بارگاہ میں اٹھایا اور دعاء کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑوں کی مانند بادل اٹھے، تو آپؐ ابھی اپنے منبر سے نیچے نہیں اُتر پائے تھے کہ میں نے دیکھا بارانِ رحمت کے قطرے آپؐ کی داڑھی مبارک پر ٹپک رہے تھے اور پھر آئندہ دوسرے جمعہ کو وہی اعرابی (بدو) یا کوئی اور کہنے لگا: (اے اللہ کے رسولؐ!) کثرت باراں سے گھر گر پڑے اور مال و اَسباب پانی میں ڈوب گئے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ہماری عافیت کی دعاء کیجئے، آپؐ نے (اُسی وقت) اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا «اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا»[۳۹]

کہ ''الٰہی! اب ہمارے گردوپیش میں بارش برسا ہمارے اوپر نہیں'' تو آپؐ (اس کے بعد) جس جانب بھی اِشارہ فرماتے اس طرف سے بادل چھٹ جاتے۔''

اور یہ دعاؤں کی قبولیت کا سلسلہ آج تک ہر اس شخص کے لئے قابل ملاحظہ دلیل ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے التجاء کرتا اور قبولیت کی شروط کا اہتمام کرتا ہے۔

<u>اور دوسری یہ کہ:</u> انبیاء علیہم السلام کی واضح نشانیاں، جنہیں معجزات کا نام دیا گیا ہے اور جن کا لوگ مشاہدہ کرتے اور ان کے بارے میں سنتے آئے ہیں، ان ہستیوں کو بھیجنے والی ذات کے وجود پر ایک قطعی دلیل ہیں، اور وہ ذات اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے کہ یہ اُمور، بشر کی طاقت اور بس سے باہر ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروںؑ کی حمایت اور نصرت میں جاری فرماتا ہے۔ اور اس کی ایک واضح مثال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا، جب ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اپنی لاٹھی کو سطح سمندر پر ماریں، تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے مارا تو وہ پانی بارہ خشک راستوں میں پھٹ گیا اور وہ پانی ان تمام راستوں کے درمیان پہاڑ کی طرح کھڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾ (الشعراء:۶۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''چنانچہ ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ ''اپنا عصا (لاٹھی) سمندر پر مارو۔ چنانچہ سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح (ساکن و جامد) ہوگیا۔''

**اور اس کی دوسری مثال:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بڑا معجزہ ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ اور ان کو ان کی قبروں سے باہر نکال کر کھڑا کر دیتے تھے، اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آل عمران:۴۹)

''اور میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔''

اور ایک جگہ یہ الفاظ ہیں: ﴿وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ﴾ (المائدۃ:۱۱۰)

''اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکال باہر کھڑا کرتا تھا۔''

**اور اس ضمن میں ایک تیسری مثال:** حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، جب آپؐ سے قریش مکہ نے یہ نشانی طلب کی، تو آپؐ نے چاند کی طرف اشارہ کیا، تو وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا، جسے لوگوں نے (اپنی آنکھوں سے) دیکھا۔'' اس کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ (القمر:۱،۲)

''(قیامت کی گھڑی) قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا، یہ کافر، خواہ کوئی بھی معجزہ دیکھ لیں، تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے، جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔''

تو یہ تمام حسی (اور شعوری) نشانیاں اور معجزات، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروںؑ کی حمایت و نصرت کیلئے جاری فرماتا ہے اس ذات باری تعالیٰ کے وجود پر قطعی اور واضح دلالت کرتی ہیں۔

**دوسرا: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان:** مطلب یہ ہے کہ وہ ذات، یکتا پروردگار ہے، جس کا نہ کوئی شریک و ساجھی ہے اور نہ مددگار'' اور الرَّب: وہ ہوتا ہے، جس کی مخلوق ہو، جس کی بادشاہی ہو اور جس کا اختیار چلتا ہو، لہٰذا مذکورہ تعریف کی روشنی میں، نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق (پیدا کرنے والا) ہوسکتا ہے، نہ اس اللہ کے سوا کوئی اور حقیقی بادشاہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کے سوا ہر قسم کے معاملے کا کسی کو اختیار ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَا لَهُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾(الاعراف:۵۴)''خبردار اسی ذات کے لئے ہی ساری مخلوق اور ہر قسم کا معاملہ ہے۔'' نیز ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾(فاطر:۱۳)

''یہ ہے اللہ (کی شان) جو تمہارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اور اسے چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو، وہ تو ایک 'پرکاہ' کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔''

اور مخلوق میں سے کسی ایک کے بارے میں (آج تک) یہ علم نہیں ہوسکا کہ کسی نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کیا ہو، سوائے اس شخص کے، جو کبر ونخوت میں حد سے بڑھ جائے اور بغیر اعتقاد کے ایسی بڑی بات کہہ دے، جیسا کہ فرعون سے سرزد ہوا تھا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾(النازعات:۲۴)''کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں'' اور اس نے یہ بھی کہا تھا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ (القصص:۳۸)

''اے میری قوم کے سردارو، مجھے اپنے سوا تمہارے کسی اور معبود کا علم نہیں۔''

لیکن فرعون کے یہ بول بغیر عقیدہ کے تھے (یعنی جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اس پر وہ یقین نہیں رکھتا تھا)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾

''اور انہوں نے از راہ ظلم اور تکبر انکار کردیا، حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے، (کہ موسیٰ سچے ہیں)''(النمل:۱۴)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرعون سے کہا اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حکایت کی ہے۔ ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾(الاسراء:۱۰۲)''تو خوب جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا کسی اور نے نازل نہیں کی ہیں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میرا خیال یہ ہے کہ اے فرعون تو ضرور ایک شامت زدہ آدمی ہے۔''

اور اسی بناء پر ہی مشرک لوگ باوجود اللہ تعالیٰ کی الوہیّت میں شرک کرنے کے، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ، قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ، قُلْ مَنْ بِّيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾

(المؤمنون:۸۴تا۸۹)

''(اے نبی!) آپؐ ان سے پوچھئے کہ: اگر تمہیں کچھ علم ہے تو بتا دو کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ کس کا ہے؟ وہ فوراً کہہ دیں گے کہ 'اللہ کا' ہے۔ آپؐ ان سے کہئے، پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟ پھر ان سے پوچھئے: کہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ فوراً کہہ دیں گے: کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے، آپؐ کہئے، پھر تم اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ پھر آپؐ ان سے پوچھئے کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ، ہر چیز پر حکومت کس کی ہے؟ اور وہ کون ہے جو پناہ دیتا ہے، مگر اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں مل سکتی، وہ فوراً کہیں گے: اللہ ہی ہے'' آپؐ ان سے کہئے، پھر تم پر کہاں سے جادو چل جاتا ہے؟''

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ (الزخرف:۹)

''اور (اے نبیؐ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً کہیں گے: کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا جو بڑا زبردست اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (الزخرف:۸۷) ''اور (اے پیغمبرؐ) اگر آپؐ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً کہیں گے کہ 'اللہ نے' پھر انہیں کہاں سے دھوکا لگ جاتا ہے؟''

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم تمام کونی وشرعی اُمور کو شامل ہے (اور تفصیل اس کی یہ ہے) کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


جس طرح وہ کائنات میں اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تدبیری فیصلے کرتا ہے، اسی طرح وہ اس کائنات میں اپنی حکمتوں کے تقاضوں کے مطابق عبادات کو مشروع کرنے اور (اپنے بندوں کے) معاملات سے متعلقہ احکامات کو نافذ کرنے پر بھی حاکم ہے، تو جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ عبادات میں کوئی مشرع (شرعی احکام نافذ کرنے والا) پکڑ لیا یا اس حاکم اعلیٰ کے ساتھ کوئی حاکم بنا لیا، تو اس نے واضح شرک کا ارتکاب کیا اور وہ اپنا ایمان بھی ثابت نہ رکھ سکا۔'' (والعیاذ باللہ)

تیسرا: اللہ تعالیٰ کی الوہیّت پر ایمان: یعنی اس بات پر ایمان کہ وہ ذات یکتا اور معبود برحق ہے، اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔'' اور کلمہ الالٰــہ، المَالُوْہ کے معنی میں ہے، یعنی معبود (مفعول کے وزن پر) جس کی محبت میں سرشار اور جس کی عظمت کے معترف ہوتے ہوئے اس کی بندگی کی جائے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرۃ:۱۶۳) ''اور تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت زیادہ رحم کرنے والا مہربان ہے۔''......

اور سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اللہ نے خود بھی اس بات کی گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زبردست ہے، حکمت والا ہے۔'' (آل عمران:۱۸)

لہٰذا ہر وہ چیز، جسے اللہ جل شانہٗ کے ساتھ معبود مان کر اس کی عبادت کی جائے، تو اس کی وہ الوہیت (کی صفت) باطل قرار پائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

''یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ذات ہے، اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ سب کچھ باطل ہے اور اللہ ہی عالی شان اور کبریائی والا ہے۔'' (الحج:۶۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اسی طرح اللہ کے سوا عبادت کی جانے والی چیزوں کا نام آلِـهَـةْ (یعنی معبود) رکھنے سے ان کو اصل اُلوہیّت کا حق نہیں مل سکتا، کیونکہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا (مشرکین مکہ کے بتوں) لات، منات اور عزیٰ کے بارے میں فرمان ہے: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (النجم:۲۳)

''یہ تو بس ایسے نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ (تعالیٰ) نے تو ان کے لئے کوئی دلیل نہیں اتاری۔''

اور حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں، جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (الاعراف:۷۱)

''کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو، جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے؟''

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں، جو بات انہوں نے اپنے دو قیدی ساتھیوں سے کہی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ءَ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (یوسف:۳۹،۴۰)

''کیا بہت سارے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ کی ذات، جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جس کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند (فرضی) نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ (تعالیٰ) نے ان کے لئے کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔''

اور اسی وجہ سے ہی اللہ کے پیغمبروں علیہم السلام نے اپنی قوموں کو یہ کہتے ہوئے دعوت توحید دی (اُعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُ) ''کہ تم اللہ واحد کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں'' لیکن مشرکین نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی اس دعوت کو قبول کرنے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار کر دیا، اور اللہ کے سوا اور جھوٹے معبود پکڑ لئے، جن کی وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ عبادت کرتے، ان سے مدد طلب کرتے اور ان سے مشکلات و مصائب میں فریادیں کرتے تھے، جبکہ اللہ جل شانہٗ نے مشرکین کے ان معبودان باطلہ کو (اپنا حقیقی معبود) پکڑنے کے عمل کو دو عقلی دلیلوں سے باطل قرار دیا۔

## پہلی دلیل

کہ ان معبودان باطلہ میں، جن کو ان لوگوں نے اپنا معبود بنا لیا ہے، اُلوہیّت نام کی کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی، وہ خود عاجز و بے بس مخلوق ہیں، جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے اور نہ اپنے عبادت گزاروں کو کوئی فائدہ بہم پہنچا سکتے ہیں، نہ ان سے کوئی دکھ یا تکلیف دور کر سکتے ہیں، نہ ان کے لئے ان کی زندگی اور موت کے مالک بن سکتے ہیں، نہ آسمانوں میں کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ ہی (ملکیت سے ہٹ کر) کسی چیز میں حصے دار ہیں" بطور دلیل اللہ جل شانہٗ کے درج ذیل فرامین کافی ہوں گے:

① ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُورًا﴾ (الفرقان:۳)

"اور لوگوں نے اللہ کے سوا کئی اور الٰہ (معبود) بنا ڈالے، جو کوئی چیز پیدا تو کیا خاک کریں گے وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں، انہیں خود اپنے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں اور نہ ہی انہیں کسی کو مارنے، زندہ کرنے اور مردہ کو اٹھا سکنے کا کچھ اختیار ہے۔"

② ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ وَّلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبا:۲۲،۲۳)

"(اے نبیؐ) ان سے کہئے، کہ جن کو تم اللہ کے سوا الٰہ (معبود) سمجھ رہے ہو، انہیں پکار کر دیکھ لو، وہ تو آسمانوں اور زمین کے معاملات میں ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے، نہ ہی ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موجودات میں ان کی کچھ شرکت ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی اللہ (تعالیٰ) کا مددگار ہے، اس کے ہاں صرف اس کی سفارش فائدہ دے سکتی ہے، جس کے لئے وہ خود اِجازت دے۔"

④ ﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ﴾ (الاعراف:۱۹۱،۱۹۲)

"(کیسے نادان ہیں) یہ لوگ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں، جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرسکتے، بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، جو نہ ان کی مدد کرسکتے ہیں اور نہ آپ اپنی مدد پر ہی قدرت رکھتے ہیں۔"

تو جب ان معبودانِ باطلہ کا (عاجزی و بے بسی میں) یہ حال ہے (جو کہ آیات میں ذکر ہوا ہے) تو ان کو اپنا مسجود و معبود پکڑ لینا غایت درجہ کی بے وقوفی اور سب سے بڑا بطلان ہوگا۔

## دوسری دلیل

یہ ہے کہ مشرک لوگ اس بات کا اقرار کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ یکتا ذات ہے جو جہانوں کا پروردگار اور ان کو پیدا کرنے والا ہے، اسی کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہی ذات ہے، جو پناہ دیتی ہے اور اس کی مرضی کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی، تو ان کا یہ اقرار اس بات کو لازم ٹھہراتا ہے کہ جس طرح وہ اللہ جل شانہٗ کو اس کی ربوبیت میں یکتا مانتے ہیں، بعینہٖ اس کو الوہیت میں بھی ایک تسلیم کریں۔ نیز اس بات کی وضاحت اللہ جل شانہٗ کے درج ذیل اِرشادات سے بخوبی ہوجاتی ہے:

① ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی (اور اس کی عبادت اس لئے کرو) تاکہ تم پرہیزگار بن سکو، اس (اللہ) کی عبادت کرو، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش (بچھونا) اور آسمان کو چھت بنا دیا اور آسمان سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی برسایا، جس سے تمہارے کھانے پینے کو پھل پیدا کئے، لہٰذا دوسروں کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور یہ باتیں تم جانتے بھی ہو۔" (البقرۃ:۲۱،۲۲)

② ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ (الزخرف:۸۷)

"اور اگر آپ انہیں پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے، تو یقیناً کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر انہیں کہاں سے دھوکا لگ جاتا ہے۔"

③ ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ فَذَلِكُمُ اللهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ﴾ (یونس:۳۱،۳۲)

"ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور کون جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالی کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ 'اللہ' کہو، پھر تم (مخالفت سے) کیوں نہیں بچتے؟ تب تو یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ گیا؟ آخر یہ تم کدھر پھرائے جا رہے ہو؟"

**چوتھا: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیاء پر ایمان:** مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے حسنیٰ اور صفات علیاء کو ماننا اور ثابت شدہ تسلیم کرنا، جن کو اس ذات باری تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) اور سنت رسولؐ (حدیث شریف) میں ذکر فرمایا ہے، اسی انداز پر، جو کہ اس ذات کے شایان شان ہے، بغیر کسی تحریف (کہ نام اور صفت کو اس کے اصل معنی سے ہٹا دینا جس کے لئے اس کو وضع کیا گیا ہو) اور تعطیل (کہ نام اور صفت سرے سے معطل ہی کر دینا) اور بغیر تکییف (کہ نام اور صفت کی کوئی اختراعی صورت تشکیل دینا) اور تمثیل (کہ نام اور صفت کے لفظی اشتراک کی بناء پر ایک ذات کو دوسری ذات کی مانند قرار دینا) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



أَسْمَآئِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۸۰)

''اور اللہ کے (سارے) نام اچھے ہیں، تو اُس کو اُن اچھے ناموں سے پکارو، اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو، جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔''

اور سورۃ الروم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان بالاتر ہے (یعنی اس ذات کی بلند مثال ہے) اور وہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔'' (الروم:۲۷)

اور سورۃ الشوریٰ میں یہ ارشاد ہوا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (آیت:۱۱)

''اس ذات کی مانند کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کے (اسماء وصفات کے) اس مسئلہ میں دو گروہ گمراہ ہوئے ہیں:

## پہلا گروہ: اَلْمُعَطِّلَة

جنہوں نے یہ گمان کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات یا ان میں سے بعض کا سرے سے انکار ہی کر دیا، کہ ان کو ماننا یا ان کا اِثبات 'تشبیہ' کو لازم قرار دیتا ہے اور 'تشبیہ' سے وہ یہ مراد لیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی مخلوق کے مشابہہ قرار دینا اور ان کا یہ گمان درج ذیل وجوہات کی بناء پر باطل اور لغو ہے:

☜ **پہلی وجہ:** کہ ایسا گمان کرنا جھوٹے لوازمات کو لازم قرار دیتا ہے، جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اپنے کلام میں تناقض وتضاد وغیرہ اور تفصیل اس کی یہ ہے: کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں اپنے اسماء وصفات کا اِثبات فرمایا ہے اور اس بات کی نفی کی ہے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز اس کی مانند ہو سکتی ہے۔'' تو اگر اب اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے اِثبات سے 'تشبیہ' لازم آتی ہے، تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے کلام میں تناقض بھی لازم آئے گا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا کچھ حصہ دوسرے حصے کی تکذیب کرتا ہے، (العیاذ باللہ)

**دوسری وجہ:** کہ کسی دو چیزوں کے نام اور صفت میں متفق ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب وہ حقیقت میں بھی ایک جیسی ہوگئی ہیں۔ مثال کے طور پر آپ دو شخصوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس اعتبار سے ایک دوسرے سے متفق ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک انسان ہے، سننے والا، دیکھنے والا اور بولنے والا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اب انسانی معانی (یعنی خدوخال اور حرکات وسکنات وغیرہ) اور سننے، دیکھنے، اور بولنے کی کیفیات میں بھی بالکل ایک جیسے ہیں، اسی طرح آپ مختلف (جنسوں کے) جانوروں کو دیکھتے ہیں کہ ان سب کے ہاتھ بھی ہیں، پاؤں بھی ہیں اور آنکھیں بھی، مگر ان کے (محض ناموں کے اتفاق سے) یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اب ان کے ہاتھ، ٹانگیں، آنکھیں (اور دیگر اعضاء وغیرہ) کیفیات میں بھی ایک جیسے ہیں۔

تو جب یہ اختلاف مخلوقات کی ان اشیاء میں ظاہر اور واضح ہے جو ناموں اور صفتوں کی حد تک آپس میں متفق ہیں تو خالق اور مخلوق کے اسماء وصفات میں لفظی اتفاق کے باوجود کیفیات کا اختلاف زیادہ بڑا اور واضح ہوگا۔"

## دوسرا گروہ: المُشَبِّهَة

یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی مخلوق کے مشابہ قرار دیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا اثبات کیا ہے، ان کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے بارے میں یہ عقیدہ، کتاب وسنت کی نصوص کی دلالت کا تقاضا ہے، جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے الفاظ سے خطاب کرتا ہے، جس کو وہ سمجھ سکتے ہوں، تو ان کا یہ گمان کئی وجوہات کی بناء پر باطل ہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

**پہلی وجہ:** اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے ساتھ مشابہت 'امر باطل ہے'، جسے عقل اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شریعت دونوں باطل قرار دیتی ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کتاب وسنت کی نصوص ایک باطل اور لغو بات کا تقاضا کریں۔"

☜ دوسری وجہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس انداز سے خطاب فرماتا ہے کہ جسے وہ بخوبی سمجھ سکیں، لیکن یہ خطاب کسی چیز پر دلالت کرنے والے لفظ کے اصل معنی کے اعتبار سے ہوتا ہے (نہ کہ اس کی حقیقت یا کنہہ کے اعتبار سے) اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کا تعلق ہے، تو یہ ان اُمور سے متعلقہ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے عام مخلوق سے اوجھل رکھا ہے، اور یہ مخلوق کی سمجھ وعمل سے باہر ہیں......تو

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے سننے کی صفت کا اثبات فرمایا ہے کہ وہ سَمِیْعٌ ہے، تو معنی کے اصل کے اعتبار سے یہ بات معلوم ہے کہ سماعت سے مراد "آوازوں کا اِدراک ہے" لیکن اس 'سماعت' کی حقیقت خاص طور پر جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، معلوم نہیں ہوسکتی، کیونکہ 'صفت سماع' کی کیفیات کی حقیقت، مخلوقات تک میں بھی مختلف ہوتی ہیں اور یہ اختلاف خالق ومخلوق کے درمیان تو بہت ہی واضح اور بڑا ہوگا......اسی طرح جب اللہ جل شانہٗ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ اپنے عرش پر 'مستوی' ہے، تو یہ 'استواء' اپنے اصل معنی کے اعتبار سے تو معلوم اور واضح ہے، مگر اس 'استواء' کی حقیقت اور اصل کیفیت خاص طور پر اللہ جل جلالہٗ کا اپنے عرش پر مستوی ہونا غیر معلوم (یعنی مجہول) ہے، اور اس لئے بھی کہ 'استواء' کی حقیقت مخلوق کے درمیان میں بھی تو مختلف ہے، مثلاً: ایک جگہ پر مستقل رکھی گئی کرسی پر 'استواء' کسی اونٹ کی پشت (کوہان) پر رکھے گئے، پُرمشقت اور ناپسندیدہ کجاوے پر استواء جیسا نہیں ہوسکتا......تو جب یہ فرق مخلوق کے حق میں ثابت شدہ ہے، تو خالق اور مخلوق کے درمیان 'استواء' کی حقیقت میں اختلاف زیادہ واضح اور بڑا ہوگا۔

☆ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس طرح سے 'ایمان' جو ہم نے بیان کیا ہے، اہل ایمان کے لئے جلیل القدر ثمرات کا باعث ہے، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا ثمرہ: توحیدِ باری تعالیٰ کی تحقیق اور اس پر عملدرآمد اس طرح سے کہ ایک مومن موحد شخص اس کی ذات کے سوا نہ کسی سے اُمید رکھتا ہے، نہ کسی سے خوف کھاتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی کی بندگی کرتا ہے۔

دوسرا ثمرہ: اللہ جل شانہٗ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیاء کے تقاضا کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اِدراک اور اس کی 'کمال محبت' کا حصول۔

تیسرا ثمرہ: اللہ جل شانہٗ کی بندگی کی تحقیق اور اس پر عملدرآمد اس طرح کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو بجالانا اور جس چیز سے روکا ہے اس سے بچ جانا۔

وَمَلآئِکَتِهِ (۳۹) ''اور اس کے فرشتوں پر ایمان لانا''

(۳۹) اَلْمَلَائِكَةُ: پوشیدہ جہان میں بسنے والی مخلوق، اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور اس کے تابع فرمان بندے ہیں، جن میں ربوبیت والوہیت کی خصوصیت نام کی کوئی چیز نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو نور سے پیدا کیا ہے اور انہیں اپنے حکم کی بجاآوری کی خصوصیت ودیعت فرمائی ہے اور اس حکم کو نافذ کرنے کی قوت و طاقت بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾

''اور جو مخلوق (فرشتے) اس کے حضور میں ہیں وہ اس کی بندگی سے اکڑتے نہیں اور نہ ہی وہ اکتاتے ہیں، وہ دن رات اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کبھی دم نہیں لیتے۔'' (الانبیاء:۱۹، ۲۰)

ان فرشتوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے انہیں کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی 'قصۂ معراج' کے حوالے سے ایک حدیث ذکر ہوئی ہے، جس میں آیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کو آسمان میں 'بیعت معمور' (فرشتوں کا قبلہ) دکھایا گیا، جس میں یومیہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں...... تو جب وہ نماز سے فارغ ہو کر نکل جاتے ہیں تو دوبارہ اس کی طرف آنے کی (آج تک اُن کی) باری نہیں آئی۔''(۴۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور فرشتوں پر ایمان درج ذیل چار اُمور کو شامل ہے:

☜ پہلا: فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا

☜ دوسرا: جن فرشتوں کے اسماء (ناموں) کا علم ہو جائے، تو ان کو اُن کے انہی ناموں کے سمیت دل سے سچ مان لینا، جیسے حضرت جبریل علیہ السلام حضرت اسرافیل علیہ السلام وغیرہ ہیں اور جن کے ناموں کا علم نہ ہو سکے تو ان پر اِجمالی ایمان لانا۔

☜ تیسرا: فرشتوں کی جن صفات کے بارے میں علم حاصل ہو جائے تو ان پر ان کی صفات سمیت ایمان لانا، جیسے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں تو ان کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ آپؐ نے ان کو اس صفت میں دیکھا ہے، جس پر وہ پیدا کئے گئے ہیں، کہ ان کے چھ سَو پر تھے، جنہوں نے پورے اُفق کو بھر رکھا تھا۔"(۴۱)

اور کبھی یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آدمی کی شکل وصورت بھی اختیار کر لیتے ہیں، جیسے حضرت جبریل الامین، نے جب ان کو اللہ تعالیٰ نے، حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا، تو انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کی خاطر ایک واضح اور سیدھے بشر (آدمی) کی ہیئت (شکل وصورت) اختیار کر لی اور اسی طرح جب حضرت جبریل الامین علیہ السلام، اللہ کے نبیؐ کے پاس آئے اور آپؐ اس وقت اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے، تو ایسے آدمی کے وصف میں آئے کہ ان کے انتہائی سفید کپڑے تھے، انتہائی سیاہ بال تھے اور ان پر سفر کی تکان وغیرہ کے آثار تک دکھائی نہ دیتے تھے اور نہ اُن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی پہچانتا تھا، تو حضرت جبریل علیہ السلام، اس انسانی صورت میں اللہ کے نبی ﷺ کی طرف رخ کر کے دو زانو بیٹھ گئے اور اپنی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیں اور پھر اللہ کے نبی ﷺ سے اسلام، ایمان، احسان، قیامت اور اس کی علامات کے بارے میں سوالات کئے، جن کا جواب نبی محترم ﷺ نے دیا، بعد ازاں حضرت جبریل الامین علیہ السلام وہاں سے چلے گئے، تو پھر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل امینؑ تھے جو تمہارے پاس، تمہیں دین کی تعلیم دینے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے۔"(۴۲)

اور اسی طرح وہ فرشتے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کی جانب بھیجا تھا وہ بھی آدمیوں کی شکل میں آئے تھے۔

**چوتھا:** فرشتوں کے ان اَعمال پر ایمان لانا، جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بجا لاتے ہیں اور جن کی بابت ہمیں علم حاصل ہو، جیسے فرشتوں کی تسبیح و تقدیس اور ان کا اللہ جل شانہٗ کے حضور رات اور دن بغیر کسی اکتاہٹ اور تھکاوٹ کے بندگی کرنا وغیرہ۔

اور ان فرشتوں میں سے بعض کے خاص اعمال ہیں، جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی توفیق سے سرانجام دیتے ہیں: مثلاً:

① حضرت جبریل الامین علیہ السلام 'اللہ تعالیٰ کی وحی پر مامور ہیں' جنہیں وہ (اللہ تعالیٰ) اپنا پیغام وحی دے کر انبیاء اور رسولوں (علیہم السلام) کی طرف بھیجتا ہے۔

② حضرت میکائیل علیہ السلام کو بارش اور اس کے نتیجے میں اگنے والی نباتات پر مقرر کیا گیا ہے۔

③ حضرت اِسرافیل علیہ السلام کو قیامت بپا کرنے اور مخلوق کو دوبارہ اٹھانے کے وقت صور پھونکنے پر مقرر کیا گیا ہے۔

④ حضرت (عزرائیل علیہ السلام اور یہ نام فرضی ہے) مَلَكُ الْمَوْت موت کے فرشتے کو موت کے وقت، روحیں قبض کرنے پر مامور کیا گیا ہے۔

'مالک' فرشتے کو آتش جہنم پر مقرر کیا گیا ہے اور یہ فرشتہ جہنم کا داروغہ بھی ہے۔

اور وہ فرشتے جو شکمِ مادر میں اَرحام کے اندر محفوظ (مرحلہ وار) پرورش پانے والے بچوں پر متعین ہیں، خاص طور پر جب شکم مادر میں اِنسانی جنین کے چار ماہ پورے ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اس کو اس پیدا ہونے والے انسان کے رزق، عمر، عمل اور اس کے شقی (بدبختی) اور سعید (سعادت مندی) کے لکھنے کا حکم دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



⑦ اور وہ فرشتے بھی ہیں جو اولادِ آدمؑ میں سے ہر ایک شخص کے اَعمال کی حفاظت کرنے اور ان کو لکھنے پر مامور کئے گئے ہیں یہ دو فرشتے ہیں، جن میں سے ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہوتا ہے۔ (انہیں کراماً کاتبین کا نام دیا گیا ہے)

⑧ اور اسی طرح وہ فرشتے بھی ہیں جو میت سے (جب مرنے والا شخص اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے) سوال کرنے پر مقرر کئے گئے ہیں یہ بھی دو فرشتے ہیں، جو میت کے پاس آ کر اس سے اس کے حقیقی رب، اس کے دین اور اس کے نبیؐ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (انہیں منکر، نکیر کا نام دیا گیا ہے)

☆.....اور فرشتوں پر ایمان، اہل ایمان کے لئے جلیل القدر ثمرات کا سبب ہے، جن میں چند درج ذیل ہیں:

☜ پہلا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی قوت و سطوت، اور اس قدرت و سلطنت کی معرفت کا حصول، اور یہ اس لئے کہ مخلوق کی عظمت خالق کی عظمت سے ہے۔

☜ دوسرا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار تشکر اور اس کی بے شمار نعمتوں کی قدردانی کے موقعہ کی فراہمی، جو کہ اس حقیقی منعم نے اولادِ آدمؑ کو عطاء فرمائی ہیں، جیسا کہ اس نے ان فرشتوں میں سے بعضوں کو اپنے بندوں کی حفاظت، ان کے اعمال لکھنے اور اس کے علاوہ ان کی دیگر مصلحتوں اور فوائد کے حصول پر متعین فرمایا ہے۔

☜ تیسرا ثمرہ: فرشتوں کی محبت کا حصول، اس اعتبار سے کہ وہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے نتیجے میں اس کے بندوں کے ہاں محبوب اور اپنے رب کے ہاں مقرب گردانے جاتے ہیں۔

اور صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی ایک قوم نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے کہ فرشتے اپنا جسمانی وجود رکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ فرشتوں سے مراد ''مخلوقات میں ایک بھلائی کی (غیر مرئی) یعنی پوشیدہ قوت ہے'' اور یہ کہنا یا یہ عقیدہ رکھنا، اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے رسول ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سنت اور تمام مسلم امہ کے اجماع (یعنی اتفاق) کو جھٹلا دینا ہے۔''

اور فرشتوں کے جسمانی وجود کیا ثبات اور مذکورہ بالا قوم کے باطل عقیدہ کے رد میں اللہ جل شانہٗ کے درج ذیل فرامین کافی ہوں گے:

① ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (فاطر:۱)

''سب تعریف اس اللہ کے لئے، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے، جن کے دو دو، تین تین اور چار چار بازو ہیں۔''

② ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ (الانفال:۵۰)

''اور کاش کہ تم اس حالت کو دیکھ سکتے، جبکہ فرشتے مقتول کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے وہ ان کے چہروں اور کولہوں پر ضربیں لگاتے تھے۔''

③ ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ (الانعام:۹۳)

''اور کاش آپؐ ان ظالموں کو دیکھیں، جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں لاؤ اپنی جانیں نکالو۔''

④ ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (سبا:۲۳)

''حتیٰ کہ جب فرشتوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ (ایک دوسرے سے) پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا؟ وہ کہیں گے کہ ٹھیک جواب ملا ہے اور وہ عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔''

اور اہل جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

⑤ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ، سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عُقْبَى الدَّارِ﴾ (الرعد:۲۳،۲۴)

''اور فرشتے ہر طرف سے ان (اہل جنت) کے استقبال کے لئے آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ٹھہرے ہو۔''

☆ اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی یہ روایت ہے، کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں میں سے) کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ جبریلؑ کو خبر دیتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تو تو بھی اس سے محبت کر، تو اس پر جبریلؑ بھی اس شخص سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر جبریلؑ تمام اہل آسمان میں اس بات کی منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو تم سب اس سے محبت کرو، اس پر تمام اہل آسمان بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں، بعد ازاں اسکی محبت کی یہی قبولیت اہل زمین کی طرف پھیر دی جاتی ہے۔''(۴۳)

☆.....اور صحیح بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ہے، کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن ہو، (تو اس دن) مسجد کے دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر فرشتے (کھڑے) ہوتے ہیں جو (مسجد میں) سب سے پہلے آنے والوں کے نام لکھتے ہیں، اور جب امام خطبہ کے لئے بیٹھتا ہے تو وہ صحیفوں کو لپیٹ کر (ایک طرف) رکھ دیتے ہیں اور پھر امام کا ذکر (خطبہ) سنتے ہیں۔''(۴۴)

اور کتاب وسنت کی مذکورہ یہ واضح نصوص اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ: فرشتے اپنا ایک مستقل وجود رکھتے ہیں، وہ کوئی معنوی اور خیالی قوت ہرگز نہیں جیسا کہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے (گمراہ) لوگوں کا خیال ہے اور ان نصوص کی بناء پر اُمت کے مسلمانوں کا اس بات پر اجماع (اتفاق) ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكُتُبِهٖ [۲۵]...... ''اور اس کی (آسمانی) کتابوں پر ایمان لانا''

▣ [۲۵] الکتب کتاب کی جمع ہے، جس کا مطلب ہے ''کوئی لکھی ہوئی چیز''۔

اور یہاں ان کتابوں سے مراد وہ آسمانی کتابیں (اور صحیفے) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر بطورِ رحمت اور ان کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں، تاکہ اللہ کی مخلوق ان کی راہنمائی سے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہو سکے۔

ان آسمانی کتابوں پر ایمان چار اُمور کو شامل ہے (یا ان کا تقاضا کرتا ہے)

☜ پہلا: یہ ایمان رکھنا کہ یہ کتابیں اللہ عزوجل کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہیں۔

☜ دوسرا: جن کتابوں کے نام معلوم ہیں ان پر، ان کے ناموں سمیت ایمان لانا: جیسے 'قرآن حکیم' جو اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا، اور 'تورات' جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر اتاری گئی اور 'انجیل' حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر اتاری گئی اور اسی طرح 'زبور' جو حضرت داؤد علیہ السلام کو دی گئی اور وہ آسمانی کتابیں جن کے نام ہمیں معلوم نہیں ہو سکے تو ان پر ہم 'اجمالی' ایمان لائیں گے۔''

☜ تیسرا: ان آسمانی کتابوں کی جو خبریں سچی (اور احکام و مسائل) تواتر کے ساتھ ثابت ہوں، ان کی دل و جان سے تصدیق کرنا، جیسے قرآن حکیم کی خبریں اور احکام و مسائل ہیں اور یا پھر سابقہ آسمانی کتابوں کی وہ خبریں اور وہ احکام، جو نہ بدلے ہوں اور نہ ان میں تحریف ہوئی ہو۔''

☜ چوتھا: وہ جملہ احکام جو منسوخ نہ ہوئے ہوں، ان پر عمل کرنا اور انہیں برضا و رغبت درست تسلیم کرنا، خواہ ان کی مشروعیت کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اور یہ بھی یاد رہے کہ سابقہ تمام آسمانی کتابیں، آخری کتاب قرآن حکیم کے نازل ہونے پر منسوخ ہو چکی ہیں جس کی تائید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (المائدۃ:۴۸)

''اور ہم نے آپ (ﷺ) پر سچی کتاب نازل کی ہے، جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی جامع ونگران بھی ہے۔''

لہٰذا اس فرمان باری تعالیٰ کی رُو سے، سابقہ آسمانی کتابوں کے احکام میں سے کسی حکم پر عمل کرنا جائز نہیں، سوائے اُن احکام کے جو درست ثابت ہو جائیں اور قرآن وسنت نے ان کو باقی رکھا ہو نیز آسمانی کتابوں پر ایمان نہایت ہی بابرکت ثمرات کا موجب ہے: جن میں چند ایک یہ ہیں:

☜ **پہلا ثمرہ:** اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عنایت اور کرم نوازی کی معرفت کا حصول، اس اعتبار سے کہ اس رحیم وکریم نے ہر قوم کے لئے کتاب ہدایت اُتاری، تاکہ وہ اس کے ذریعے راہ ہدایت پائیں۔''

☜ **دوسرا ثمرہ:** اللہ تعالیٰ کی اس شریعت طاہرہ میں حکمت کی معرفت کا حصول اس اعتبار سے کہ اس حکیم وعلیم ذات نے ہر قوم کے احوال کے مناسب احکام مشروع فرمائے۔ جیسا کہ خود اس کا فرمان ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (المائدۃ:۴۸)

''تم میں سے ہر امت کے لئے ہم نے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی ہے۔''

| وَرُسُلِهٖ ..... ''اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا۔'' |
|---|

▣ (۴۶) **الرُّسُل:** رسول کی جمع ہے، جس کا مطلب ہے بھیجا جانے والا، یعنی کسی چیز کا پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا جانے والا، رسول کہلاتا ہے اور 'رسول' سے مراد یہاں 'بشر' یعنی انسانوں میں سے وہ ہستی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت کی وحی کی جائے اور ساتھ ہی اسے اپنی اُمت کو پہنچانے کا حکم دیا جائے ..... اور سلسلۂ انبیاء ورُسل میں سے سب سے پہلے ''رسول'' حضرت نوح علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَّٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ﴾ (النساء:۱۶۳)

''(اے محمدؐ!) ہم نے آپؐ کی طرف، اسی طرح وحی کی ہے، جیسے نوحؑ اور ان کے بعد آنے والے انبیاء (علیہم السلام) کی طرف کی تھی۔''

☆.....اور 'صحیح بخاری' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی، 'حدیثِ شفاعت' میں آیا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا: کہ (حساب و کتاب کے دن) لوگ آدم (علیہ السلام) کی طرف آئیں گے تاکہ وہ ان کے حق میں (جلدی حساب و کتاب لینے کی اللہ تعالیٰ کے حضور) سفارش کریں، لیکن حضرت آدم علیہ السلام ان کے آگے معذرت پیش کردیں گے اور یہ کہیں گے کہ تم لوگ حضرت نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، کہ وہ پہلے رُسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا تھا..... الحدیث''(۴۵)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٖ مِّن رِّجَالِكُمۡ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَۗ﴾

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسولؐ اور خاتم النبیین ہیں۔'' (الاحزاب:۴۰)

(خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی رسول تو کیا، کوئی نبی بھی آنے والا نہیں) اور کوئی اُمت بھی اللہ کی جانب سے رسولؐ کی نعمت سے محروم نہیں رہی، اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو اس کی قوم کی طرف ایک مستقل شریعت کے ساتھ مبعوث فرماتا ہے، یا پھر ان کی ہدایت کے لئے کسی نبیؑ کو بھیج دیتا ہے، جس کی طرف سابقہ شریعت وحی کی جاتی ہے، تاکہ وہ اس کو نئے سرے سے اپنی قوم میں جاری و ساری کرسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٖ رَّسُولًا أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجۡتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَ﴾

''اور ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیج دیا اور اُس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کردیا کہ تم اللہ کی بندگی کرو، اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔'' (النحل:۳۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (فاطر:۲۴)

''اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری کہ جس میں کوئی نذیر (یعنی ڈرانے والا) نہ آیا ہو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا﴾ (المائدۃ:۴۴)

''بلا شبہ ہم نے تورات اُتاری، جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق اللہ کے فرمانبردار نبی ان لوگوں کے فیصلے کیا کرتے تھے جو یہودی بن گئے تھے۔''

اور یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ تمام پیغمبر علیہم السلام بشر (اور آدمؑ کی اولاد سے ہیں، جو کہ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے) جن میں ربوبیت، اور الوہیت کے خصائص نام کی کوئی چیز نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، جو کہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے سردار اور قدر ومنزلت اور مقام ومرتبہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر ہیں، کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف:۱۸۸)

''اے محمدؐ! ان سے کہو، کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا، تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے، جو ایمان لا کر میری بات مان لیں۔''

اور 'سورۃ الجن' میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ (آیت:۲۱،۲۲)

''(اے نبیؐ!) آپؐ ان سے کہئے، کہ میں تمہارے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا، آپؐ کہئے: کہ مجھے اللہ سے ہرگز کوئی بچا نہ سکے گا اور نہ ہی میں اس (اللہ واحد) کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پا سکوں گا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


بلکہ ان (پیغمبروں علیہم السلام) کو بشری خصائص (اور دیگر حوائج وضروریات) لاحق ہوتے اور حوادثات درپیش ہوتے ہیں، جیسے بیماری، موت، کھانے پینے، پہننے اور آرام کرنے کی ضروریات وغیرہ، اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں، جو انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے وصف میں کہا، فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ، وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ﴾ (الشعراء:۷۹تا۸۱)

''وہی ذات تو ہے، جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں، تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے، نیز وہی مجھے مارے گا اور (پھر نئے سرے سے) زندہ کرے گا۔''

☆.....اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلے میں ارشاد گرامی ہے:

«إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ»(۴۶)

''کہ یقیناً میں تمہاری طرح ایک بشر (آدمی) ہوں، میں بھول جاتا ہوں، جس طرح تم بھول جاتے ہو، تو جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھ کو یاد دلا دیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ پیغمبروں کے وصفِ عبدیت (کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے اعلیٰ اور مقرب بندے ہیں) کو ان کے اعلیٰ مقام اور مرتبے کے ضمن میں بیان فرمایا ہے، اور اس بارے میں ان کی ثنا (تعریف) فرمائی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے فرمایا: ﴿إِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ (الاسراء:۳) ''کہ بے شک وہ (نوح علیہ السلام) میرا شکرگزار بندہ تھا۔'' اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (الفرقان:۱)

''کہ بابرکت ہے وہ ذات، جس نے اپنے بندے پر فرقان (یعنی قرآن جو کہ حق و باطل میں فرق کرتا ہے) اتارا تاکہ وہ (اس کے ذریعے) تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔''

اور حضرات انبیاء کرام صلی اللہ علیہم اجمعین! کی ایک ہی مبارک لڑی، حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَآ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّآ أَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ (ص:۴۵تا۴۷)

''اور ہمارے بندوں ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کیجئے، جو بڑی قوتِ عمل رکھنے والے اور صاحبانِ بصیرت تھے، ہم نے انہیں ایک خاص صفت کی بناء پر برگزیدہ کیا تھا (اور) وہ دارِ آخرت کی یاد تھی، ہمارے ہاں وہ یقیناً نیک اور برگزیدہ لوگوں میں سے تھے۔''

اور عیسیٰ بیٹے مریم علیہما السلام کے بارے اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (الزخرف:۵۹)

''وہ (عیسیٰؑ) تو محض ایک (ہمارا) بندہ تھا، جس پر ہم نے انعام کیا، اور اسے بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنا دیا۔''

اور پیغمبروں علیہم السلام پر ایمان چار اُمور کو شامل (اور ان کا متقاضی) ہے۔

☜ **پہلا:** یہ ایمان رکھنا کہ ان کی رسالت، اللہ جل شانہ کی طرف سے برحق ہے، تو جس شخص نے ان پیغمبروںؑ میں سے کسی ایک کی رسالت کا انکار کیا، تو اس نے حقیقت میں تمام پیغمبروںؑ کی رسالت کا انکار کیا، جیسا کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ (الشعراء:۱۰۵) ..... ''کہ قومِ نوحؑ نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔'' تو آیتِ ہذا میں اللہ تعالیٰ نے قومِ نوحؑ کو، تمام پیغمبروں کو جھٹلانے والا قرار دیا ہے باوجودیکہ جب انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا، تو اس وقت سوائے حضرت نوح علیہ السلام کے اور کوئی رسول ان کے ہاں موجود نہیں تھا، تو صرف ان کا حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانا، حقیقت میں سارے پیغمبروںؑ کو جھٹلانا ہے اور اسی قاعدہ کی بناء پر ہی عیسائی، جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی ہے اور آپؐ کی شریعت طاہرہ کو تسلیم نہیں کیا، تو حقیقت میں انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تکذیب کی اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کی اتباع سے منحرف ہوئے ہیں، خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو آنحضور ﷺ کی نبوت و رسالت کی بشارت دی ہے اور ان کی اس بشارت (خوشخبری) کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ (حضرت محمد ﷺ) ان سب کی طرف آخری رسول بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر آئے ہیں، جن کے ذریعے اللہ عزوجل، ان کو گمراہی میں پڑنے سے بچائے گا اور ان کو سیدھی راہ پر گامزن کرے گا۔

دوسرا: جن پیغمبروں (علیہم السلام) کے اسمائے مبارکہ کا ہمیں علم حاصل ہو جائے، اُن پر اُن کے اسمائے مبارکہ سمیت ایمان لانا، جیسے: حضرت محمدؐ، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح علیہم السلام ہیں اور یہ پانچ اولوالعزم پیغمبرؑ ہیں، جن کا ایک ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دو مقامات پر کیا ہے:

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَّإِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ (الاحزاب:۷)

''اور اس عہد کو یاد کرو، جو ہم نے سب نبیوں سے لیا اور آپؐ سے بھی اور نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام جمیعًا) سے بھی۔''

اور سورہ الشوریٰ میں اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰٓى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾

''اس (اللہ) نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے، جس کا (اس نے) نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جو کچھ ہم نے آپؐ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کا ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا تھا، کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔'' (الشوری:۱۳)

اور وہ پیغمبر علیہم السلام! جن کے اسمائے گرامی ہمارے علم میں نہ آسکیں تو ان پر ہم کو اجمالی ایمان لانا ہوگا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (غافر:۷۸)

''اور تحقیق ہم نے آپؐ سے پہلے بھی رسول بھیجے ہیں، ان میں سے وہ بھی ہیں جن کے قصے ہم نے آپؐ پر بیان کئے ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کے قصے ہم نے آپؐ پر بیان نہیں کئے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



☜ تیسرا: جو سچی خبریں اور اُحکامات درست واسطوں سے ان پیغمبروں (علیہم السلام) سے ہم تک پہنچی ہیں، ان کی دل و جان سے تصدیق کرنا۔

☜ چوتھا: ان پیغمبروں (علیہم السلام) میں سے، جو پیغمبرؐ ہماری طرف مبعوث کیا گیا ہے، اس کی شریعت کو حرزِ جان بنا کر اس پر عمل پیرا ہونا اور وہ ہمارے آخر الزمان پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، جو تا قیام قیامت، تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء:۶۵)

''(اے محمدؐ!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے، جب تک کہ اپنے تنازعات میں آپ (ﷺ) کو حَکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کرلیں، پھر آپؐ جو فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ پر پوری طرح سرِ تسلیم خم کردیں۔''

اور پیغمبروں (صلی اللہ علیہم وسلم) پر ایمان، جلیل القدر ثمرات کا موجب ہے، جن میں چند درج ذیل ہیں:

☜ پہلا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بے پایاں رحمت اور اس کے کرم کی بابت علم کا حصول، اس اعتبار سے کہ اس نے اپنے ان (بندوں) کی طرف رسولوں کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ اُن کی اللہ تعالیٰ کی راہ کی جانب راہنمائی فرمائیں اور ان پر یہ واضح کریں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کیسے کی جائے، اس لئے کہ انسانی عقل (بغیر الہامی رہنمائی کے) درست طریقے سے عبادت کی ادائیگی سے ناآشنا ہے۔

☜ دوسرا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، اس نعمت عظمیٰ کا اظہارِ تشکر (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے پاس ہدایت کی خاطر اپنے رسولوں کو بھیجا)

اُمت کے دلوں میں ان جلیل القدر پیغمبروں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی محبت اور عظمت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


جاگزیں ہونا اور امت کے ہر فرد کا ان کے شایان شان، ان کی مدح سرائی کرنا اور یہ اس لئے کہ وہ:

(ا) اللہ جل شانہ کے سچے اور برگزیدہ پیغمبر (علیہم السلام) ہیں۔

(ب) اللہ تعالیٰ کی بندگی (عبادت واطاعت) ان کی زندگی کا حقیقی مشن اور نصب العین تھا۔

(ج) انہوں نے اللہ جل شانہ کی طرف سے تفویض کردہ منصبِ رسالت کا حق ادا کیا اور بنی نوع انسان تک من وعن اللہ کا پیغام پہنچایا۔

(د) انہوں نے منصبِ رسالت سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کی۔

☆.....اور اُمت میں، دین سے عِناد اور بُغض رکھنے والے لوگوں نے، اپنے پیغمبروں کو یہ گمان رکھتے ہوئے جھٹلایا کہ اللہ کے رسول، بشر (اولادِ آدمؑ میں سے) نہیں ہو سکتے، اس باطل عقیدے کے جواب میں، اللہ تعالیٰ نے، اُن کے اس گمان کا رد اپنے اس فرمان سے کیا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوٓا إِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى إِلَّآ أَنْ قَالُوٓا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ (الاسراء:۹۴)

''لوگوں کے سامنے، جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے، ان کو کسی چیز نے نہیں روکا، مگر ان کے اسی قول نے کہ ''کیا اللہ نے بشر (آدمی) کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟ ان سے کہو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے، تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجتے''.....

تو اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس فرمان سے، اس گمان کو باطل قرار دیا کہ رسول کا بشر (آدمی) ہونا لابدی اَمر ہے، اس لئے کہ اسے اہل زمین (اولاد آدمؑ) کی طرف رسول بنا کر بھیجا جاتا ہے اور وہ سب بشر (آدمؑ کی اولاد ہیں) اور اگر اہل زمین، فرشتے ہوتے، تو اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے لئے آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا، تاکہ وہ اُن (اپنے مدعووین) جیسا ہوتا (اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فریضۂ رسالت ادا کرسکتا)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قَالُوٓا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

''انہوں نے کہا:'' تم کچھ نہیں ہو، مگر ویسے ہی انسان جیسے ہم ہیں، تم ہمیں ان ہستیوں کی بندگی سے روکنا چاہتے ہو، جن کی بندگی ہمارے باپ دادا کرتے چلے آرہے ہیں؟ اچھا تو پھر لاؤ کوئی واضح دلیل ہمارے پاس! ان کے رسولوں نے ان سے کہا: ''واقعی ہم کچھ نہیں ہیں، مگر تم ہی جیسے انسان، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم تمہارے پاس اللہ (تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی سند (یا دلیل وغیرہ) لے آئیں۔'' (سورہ ابراہیم:۱۰، ۱۱)

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (۲۷) ...... ''اور آخرت کے دن ''یعنی حساب وکتاب کے دن) پر ایمان لانا۔''

(۲۷) یوم آخرت سے مراد قیامت کا دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے لئے لوگوں کو اٹھائے گا، اور اسے 'یوم آخرت' کا نام اس لئے دیا گیا ہے، کیونکہ اس دن کے بعد اور کوئی دن نہ ہوگا، اس اعتبار سے کہ اہل جنت، جنت میں اپنے محلات میں جابسیں گے اور اہل جہنم، دوزخ میں اپنے ٹھکانوں میں جاگریں گے۔

اور آخرت کے دن پر ایمان تین اُمور کو متضمن (شامل) ہے:

پہلا: ایمان بالبعث (یعنی دوبارہ اٹھنے پر ایمان) اور یہ اللہ تعالیٰ کا مُردوں کو زندہ کرنا ہے، جب دوسری بار صُور پھونکا جائے گا، تو لوگ اس آواز پر، ننگے پاؤں، ننگے جسم، اور بے ختنے، جہانوں کے پروردگار کے حضور حاضری کے لئے، اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


فَاعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۴) ''جس طرح ہم نے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی تھی، اسی طرح ان کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ ہے اور یہ ہم کر کے رہیں گے۔''

اور یہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا برحق اور ثابت شدہ ہے، جس پر کتاب وسنت اور مسلمانوں کا اجماع، دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ (المؤمنون:۱۵،۱۶) ''پھر اس کے بعد تمہیں ضرور مرنا ہوگا، پھر یقیناً تم قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔''

اور اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرْلاً» (۴۷)

''کہ روزِ قیامت لوگ ننگے پاؤں اور بے ختنے اکٹھے کئے جائیں گے۔''

اور جہاں تک مسلمانوں کا اس بارے میں 'اجماع' کا تعلق ہے، تو تمام مسلمانوں نے اس کے ثبوت پر اتفاق کیا ہے اور یہ اللہ جل شانہ کی حکمت کا تقاضا بھی ہے کہ وہ اپنی اس مخلوق کے لئے روزِ جزاء وسزا کو متعین کریں، جس میں وہ اُن کو اُن کے اَعمال کا بدلہ دے، جن اَعمال کا اُس (اللہ تعالیٰ نے) ان کو اپنے پیغمبروں (علیہم السلام) کی زبانوں پر مکلّف ٹھہرایا تھا۔'' اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے، کہ ہم نے تمہیں بے کار ہی پیدا کر دیا اور تم ہمارے ہاں لوٹ کر نہ آؤ گے۔؟'' (المؤمنون:۱۱۵)

اور اپنے نبی (ﷺ) کو شرف مخاطبت بخشتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلٰى مَعَادٍ﴾ (القصص:۸۵)

''اے نبیؐ! بلاشبہ جس (اللہ) نے آپؐ پر قرآن (پر عمل اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے وہ آپؐ کو (بہترین) انجام کی طرف پہنچانے والا ہے۔''

☜ **دوسرا: حساب وکتاب اور جزاء وسزا پر ایمان:** کہ ہر بندے کا اس کے عمل پر محاسبہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوگا، اور اس عمل کے مطابق اسے بدلہ دیا جائے گا، اس کے ثبوت اور برحق ہونے پر کتاب و سنت اور مسلمانوں کا اجماع دلالت کرتے ہیں:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾ (الغاشیۃ:۲۵،۲۶)

''بلاشبہ انہیں ہماری طرف ہی واپس آنا ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔''

اور سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

''جو کوئی اللہ کے ہاں کوئی نیکی لے کر آئے گا، تو اسے اس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا، اور جو برائی لے کر آئے گا اسے اتنی ہی سزا دی جائے گی جتنی اس نے بُرائی کی تھی، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانعام:۱۶۰)

اور سورۃ الانبیاء میں فرمان الٰہی ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾ (الانبیاء:۴۷)

''اور ہم روز قیامت انصاف کے ترازو رکھیں گے، اور کسی کی کچھ بھی حق تلفی نہ ہوگی اور اگر کسی کا رائی کے دانہ برابر بھی عمل ہوگا تو وہ بھی سامنے لائیں گے اور حساب کرنے کو ہم کافی ہیں۔''

☆.....اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) بندۂ مومن کو اپنی قربت سے ہمکنار فرمائے گا اور اس کو اپنے بازوئے رحمت میں لے کر چھپا لے گا اور فرمائے گا، کیا تو اپنے فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟ کیا تجھے اپنے فلاں گناہ کے بارے میں علم ہے؟ تو وہ کہے گا: ہاں! اے میرے پروردگار، یہاں تک کہ جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا اور یہ سمجھ لے گا کہ اب تو وہ یقیناً ہلاک ہوگیا، تو اللہ عزوجل فرمائیں گے: تو نے اپنے گناہوں کو اپنے آپ پر دنیا میں پوشیدہ رکھا اور آج کے دن میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، تو پھر اس کو اس کی اچھائیوں اور نیکیوں کا عمل نامہ دیا جائے گا۔ (لیکن اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برعکس) جو کافر اور منافق لوگ ہوں گے، تو انہیں ساری مخلوق کے سامنے یہ کہہ کر پکارا جائے گا کہ یہ وہ (بدبخت) لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے پروردگار کو جھٹلایا تھا، خبردار رہو! اللہ تعالیٰ کی لعنت ظالموں پر پڑتی ہے۔"[۴۸] (متفق علیہ)

☆.....اور اللہ کے نبی ﷺ سے صحیح اسناد سے مروی ہے:

"کہ جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو اس کے بدلے میں، اللہ تعالیٰ اپنے ہاں دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا اور پھر اس سے بھی کئی گنا زیادہ اَجر لکھتا ہے۔ (یعنی انسان کی نیت، اس کے اخلاص اور اس کی محنت کے حساب سے اَجر بڑھتا چلا جاتا ہے) اور (اس کے برعکس) جس شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور پھر اُس پر عمل بھی کر گزرا (والعیاذ باللہ) تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ (صرف اس برائی کی مقدار کی برابر) ایک برائی لکھتا ہے۔"[۴۹]

☆.....اور اَعمال کے مطابق، حساب و کتاب اور جزاء وسزا کے ثبوت پر، اُمتِ مسلمہ کا اجماع (اتفاق) ہے اور یہ حکمت کا تقاضا بھی ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے (اِتمام حجت کے طور پر) کتابوں کو اتارا، رسولوں کو مبعوث فرمایا، اپنے بندوں پر ان پیغمبروں کی لائی ہوئی ہدایت کو قبول کرنا لازم ٹھہرایا اور شریعت طاہرہ میں سے واجبات پر عمل کرنا فرض قرار دیا، نیز اس شریعتِ طاہرہ کے مخالفین کے خلاف لڑائی کو فرض قرار دیا اور ان کا خون بہانا، ان کی اولادوں کو غلام بنانا، ان کی عورتوں کو مال غنیمت کا حصہ بنانا اور ان کے اَموال واَسباب کو لوٹنا بھی جائز قرار دیا ہے۔"

☆.....اب اگر حساب و کتاب اور جزاء وسزا کا یہ سلسلہ نہ ہوتا تو (دنیا وآخرت کا) یہ معاملہ عبث (بے کار اور بے فائدہ) ہو کر رہ جاتا، اور یہ اس علیم وحکیم پروردگار کے حق میں ایک عیب ہے، جس سے وہ ہر اعتبار سے منزہ اور پاک ہے اور اسی بات کی طرف اللہ جل شانہ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا ہے:

﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



كُنَّا غَائِبِينَ﴾ (الاعراف:۶،۷)

''سو ہم اُن سے ضرور پوچھیں گے، جن کی طرف رسولؑ بھیجے گئے، اور ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے البتہ ہم اُن کو اپنے علم سے احوال سنا دیں گے، اور ہم غائب نہ تھے۔''

☜ **تیسرا: جنت اور دوزخ پر ایمان:** یعنی یہ ایمان رکھنا، کہ بے شک جنت اور دوزخ ہی مخلوق کا ابدی (ہمیشگی کا) ٹھکانہ ہے، 'جنت' تو نعمتوں اور آسائشوں کا گھر ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان پرہیزگار، اہل ایمان کے لئے تیار کر رکھا ہے، جو ان چیزوں پر ایمان لاتے ہیں، جن پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب (فرض) قرار دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ جل شانہ کے لئے خالص ہوکر اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع (پیروی) کرتے ہوئے، ان کے احکام بجالاتے ہیں، نیز اس جنت میں لامحدود نعمتوں کی ایسی انواع واقسام ہیں کہ جنہیں نہ کبھی اس سے پہلے کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کبھی کسی قلب بشر (آدمی کے دل) پر ان کا خیال ہی گزرا ہوگا۔ (سبحان اللہ)

اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾

''بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں، ان کے پروردگار کے ہاں ان کا بدلہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں، جن کے تلے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔'' (البینۃ:۷،۸)

اور سورۃ السجدۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (السجدۃ:۱۷)

''کوئی شخص یہ نہیں جانتا (اور نہ اس دنیا میں جان سکتا ہے) کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کیا کچھ نعمتیں ان کے لئے چھپا رکھی گئی ہیں، یہ ان کاموں کا بدلہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

☆.....اور جہاں تک دوزخ کا تعلق ہے، تو وہ عذاب کا گھر ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان کافر اور ظالم لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے، جنہوں نے اللہ کی ذات کے ساتھ کفر کیا اور اس کے پیغمبروں (علیہم السلام) کی نافرمانی کی، اس میں عذاب اور سزا کے ایسے ایسے ہولناک طریقے ہیں، جو کبھی کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آئے ہوں گے (العیاذ باللہ) اللہ جل جلالہ اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾

''اور اس (ہولناک) آگ سے بچ جاؤ، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

اور سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہوا ہے:

﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکہف:۲۹)

''بے شک ہم نے (انکار کرنے والے) ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہوں گی، وہاں اگر وہ پانی مانگیں گے، تو ایسے پانی سے ان کی تواضع کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا اور ان کا منہ بھون ڈالے گا، بدترین ہے وہ پینے کی چیز اور بہت بری ہے وہ آرام گاہ۔''

نیز سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا﴾ (الاحزاب:۶۴ تا ۶۵)

''اللہ تعالیٰ نے یقیناً کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی دوزخ تیار رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کوئی اپنا حامی و مددگار نہ پائیں گے۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے وہ کہیں گے ''اے کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔''

اور یوم آخرت پر ایمان کے ساتھ، مرنے کے بعد پیش آمدہ ہر چیز پر ایمان ملحق ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد پیش آنے والی ہر چیز پر ایمان لانا، آخرت کے دن پر ایمان میں شامل ہے۔)

❶ **فتنۂ قبر.....قبر کا امتحان:** اور یہ میت سے دفن کے بعد اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبیؐ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سچے ایمان دار لوگوں کو 'قول ثابت' (یعنی کلمۂ توحید) کے ذریعے اس امتحان میں ثابت قدم رکھتا اور کامیاب فرماتا ہے، تو وہ (مرنے والا شخص سچا مؤمن) جواب میں کہتا ہے: ''میرا رب اللہ ہے، میرا دین، اسلام ہے اور میرا نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جبکہ ظالم اور نافرمان لوگوں کو اس امتحان میں ناکام اور نامراد رکھتا ہے، تو کافر جواب میں کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا، اور اسی طرح منافق اور دین میں شک کرنے والا آگے سے یہ کہتا ہے: میں کچھ نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا وہی کچھ میں نے بھی کہا۔

❷ **عذاب قبر اور اس کی نعمتیں اور آسائشیں:** اور یہ عذاب قبر ظالم، منافق اور کافر لوگوں کو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾

''کاش آپؐ ان ظالموں کو دیکھیں، جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور (موت کے) فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھلائے ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) لاؤ اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، کیونکہ تم ناحق باتیں اللہ تعالیٰ کے ذمے لگاتے تھے اور اس کی آیتوں (کو ماننے کے بجائے ان) سے تکبر کرتے تھے۔'' (الانعام:۹۳)

اور آل فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾

''وہ (کافر) صبح و شام آتش جہنم پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو حکم ہوگا) کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔'' (غافر:۴۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆.....اور صحیح مسلم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے وہ اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنے سے رُک جاؤ گے'' تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعاء کرتا کہ وہ تم کو عذاب قبر (کی چیخ و پکار) سنا دے، جو کہ میں سنتا ہوں، پھر آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: « تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ» کہ'' تم لوگ، آگ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، اس پر صحابہ کرامؓ نے کہا: کہ ہم آگ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' پھر آپؐ نے فرمایا: «تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» ''کہ تم عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو!'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: ''کہ ہم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔''

پھر آپؐ نے فرمایا: «تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ»

''کہ تم لوگ ہر ظاہری اور پوشیدہ فتنوں اور آزمائشوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔''

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''کہ ہم ہر ظاہری اور پوشیدہ فتنے اور آزمائش سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: «تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ»

''کہ تم لوگ دجال کذاب کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب میں کہا: ''کہ ہم دجّال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔''(۵۰)

اور جہاں تک قبر کی نعمتوں اور آسائشوں کا تعلق ہے تو یہ سچے اور مخلص اہل ایمان کے لئے ہیں .....اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (فصلت:۳۰)

''بے شک جن لوگوں نے کہا: کہ ہمارا پروردگار 'اللہ' ہے، پھر اس پر ثابت قدم رہے، ان پر (اللہ کی طرف سے) فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں: ''نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اس جنت (کے حصول) کی خوشی مناؤ، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

اور سورۃ الواقعہ میں حق تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے: ﴿فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَأَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ فَلَوْ لَآ إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾ (الواقعہ:۸۳تا۸۹)

''پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب جان ہنسلی کو پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اس وقت تم سے بھی زیادہ اس جان کے نزدیک ہوتے ہیں، لیکن تم (ہمیں) دیکھ نہیں سکتے، پھر اگر تم کسی کے محکوم نہیں اور اگر تم (اپنی بات میں) سچے ہو، تو اس جان کو لوٹا کیوں نہیں لیتے؟ ہاں اگر وہ مرنے والا مقربین سے ہو تو اس کے لئے راحت، عمدہ رزق اور نعمتوں والی جنت ہوگی۔''

☆.....اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس بندۂ مؤمن کے بارے میں، جب وہ اپنی قبر میں دو فرشتوں (منکر ونکیر) کے سوالوں کے صحیح جواب دیتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے: ''کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، لہٰذا اس کے لئے جنت میں سے بچھونا بچھا دو اور اس کو جنت میں سے پوشاک پہنا دو اور اس کی خاطر جنت کی جانب ایک دروازہ کھول دو، پھر آپؐ نے فرمایا (اس حکم کی تعمیل کی جاتی ہے) اور اس میت کے پاس قبر میں جنت کی تازہ ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور اس کی قبر کو حدِ نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔''(۵۱) اسے امام احمدؒ نے اپنی 'مسند' میں روایت کیا ہے نیز امام ابوداؤدؒ نے بھی ایک طویل حدیث (کے ضمن) میں اسے ذکر کیا ہے۔''

اور 'آخرت کے دن پر ایمان' کے بڑے عمدہ اور بابرکت ثمرات ہیں:

**ان میں سے چند درج ذیل ہیں:**

☜ **پہلا ثمرہ:** حساب وکتاب کے دن اَجر وثواب کی اُمید پر نیکی کے کاموں میں رغبت اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری میں حد درجہ حرص کرنا۔

☜ دوسرا ثمرہ: حساب و کتاب کے دن کے خوف سے، نافرمانی کے کاموں میں رضا و رغبت سے لرزہ براندام ہونا اور ان سے ممکنہ حد تک بچنا۔

☜ تیسرا ثمرہ: مؤمن کے لئے ان چیزوں کے بارے میں تسلی و تشفی کا سامان، جو اس دنیوی زندگی میں ان سے چھن جاتی ہیں اور جن کے بدلے وہ آخرت کی نعمتوں اور اس کے اجر و ثواب کی اُمید رکھتا ہے۔

☆.....اور کفار نے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کیا ہے، ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے، لیکن ان کا یہ گمان اور دعویٰ باطل ہے، جس کے بطلان پر شریعت طاہرہ، انسانی حس اور عقل سلیم تینوں ایک ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

(ا) شرعی اعتبار سے دلالت: تو اس بارے میں اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (التغابن:۷)

''(آخرت کا) انکار کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ قطعاً اٹھائے نہیں جائیں گے، آپ ان سے کہئے، کیوں نہیں، میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے اس سے تمہیں آگاہ کیا جائے گا، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔''

نیز تمام آسمانی کتابیں اس بات پر متفق ہیں۔

(ب) حسی اعتبار سے دلالت: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس دنیا میں ہی مُردوں کو زندہ کرنا دکھا دیا ہے، صرف سورۃ البقرہ میں اس کی پانچ مثالیں موجود ہیں، جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

☜ پہلی مثال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی ہے، جس وقت انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا: ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ (البقرۃ:۵۵) ''ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لائیں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کو واضح طور پر دیکھ نہ لیں گے۔".....تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی، پھر ان کو زندہ کیا".....اور اسی واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب ہوکر فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (البقرۃ:۵۵،۵۶)

"اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو!) جب تم نے موسیٰؑ سے کہا: کہ ہم تو جب تک اللہ کو علانیہ دیکھ نہ لیں، تمہاری بات نہیں مانیں گے، پھر تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تم پر بجلی گری (جس نے تمہیں ختم کردیا) پھر تمہاری موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کر اٹھایا کہ شاید اب ہی تم شکرگزار بن جاؤ۔"

☜ **دوسری مثال:** اس مقتول شخص کا قصہ ہے، جس کے بارے میں بنی اسرائیل نے آپس میں جھگڑا کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جھگڑے کو نمٹانے کے لئے ان کو حکم دیا کہ وہ کوئی ایک گائے ذبح کریں، پھر اس کا کوئی حصہ لے کر اس مقتول کو ماریں، تاکہ وہ ان کو اپنے قاتل کی بابت خبر دے سکے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾

"اور (اے بنی اسرائیل! وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا، پھر تم یہ الزام ایک دوسرے کے سر تھوپ کر جھگڑا کر رہے تھے اور جو کچھ تم چھپانا چاہتے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا، سو ہم نے حکم دیا کہ اس ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر مارو (چنانچہ مقتول نے بول کر اپنے قاتل کا پتہ بتلا دیا) اللہ تعالیٰ اسی طرح سے مُردوں کو زندہ کرے گا اور تمہیں وہ اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے تاکہ تم (حقیقت کو) سمجھو۔"

(البقرۃ:۷۲،۷۳)

☜ **تیسری مثال:** قوم یہود کا قصہ ہے، جو موت سے بھاگتے ہوئے اپنے گھروں سے نکلے تھے اور ان کی تعداد ہزاروں تھی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وہیں پر موت سے دوچار کردیا، پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو زندہ کیا اِسی واقعہ کے بارے میں حق تعالیٰ جل شانہٗ کا فرمان ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۴۳)

''کیا آپؐ نے ان لوگوں کے حال پر بھی غور کیا، جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے، حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ مرجاؤ (چنانچہ وہ راستہ ہی میں مرگئے) پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں (پیغمبرؑ کی دعاء کی وجہ سے زندہ کردیا) اور اللہ تو یقیناً لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتی۔''

**چوتھی مثال:** اس شخص کا قصہ ہے، جو ایک تباہ شدہ کھنڈر نما (اور ویران) بستی کے قریب سے گزرا اور اس بات کو بہت بعید (بلکہ ناممکن) خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ اس اُجاڑ اور ویران بستی کو دوبارہ بسائے گا، تو اللہ جل شانہٗ نے اسی جگہ اس کو ایک سو سال تک کے لئے موت دے دی، بعدازاں اس کو زندہ کیا، اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (البقرۃ:۲۵۹)

''یا (آپؐ نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا؟) جو ایک بستی کے قریب سے گزرا، اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی، وہ کہنے لگا: ''اس بستی کی موت کے بعد دوبارہ اللہ اسے کیسے زندہ کردے گا؟ (یعنی کیسے آباد کرے گا؟) اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال تک موت کی نیند سلا دیا، پھر اسے زندہ کرکے اس سے پوچھا: ''بھلا کتنی مدت تم یہاں پڑے رہے؟ وہ بولا کہ ''یہی بس ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بات یوں نہیں، بلکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم یہاں سو سال تک پڑے رہے ہو، اچھا اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو تو دیکھو، یہ ابھی تک باسی نہیں ہوئیں، اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو (اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو چکا ہے) اور ہم نے یہ اس لئے کیا ہے کہ تجھے لوگوں کے لئے ایک معجزہ بنا دیں (کہ جو شخص سو برس پیشتر مر چکا تھا وہ دوبارہ زندہ ہو کر آ گیا) اور اب گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم کیسے انہیں جوڑتے، اٹھاتے اور اس پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ سب باتیں واضح ہو گئیں تو وہ کہنے لگا: اب مجھے خوب معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

**پانچویں مثال:** حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ میں ہے، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کی کہ وہ انہیں یہ مشاہدہ کرائیں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو حکم دیا کہ چار (مختلف اقسام کے) پرندے لے کر انہیں ذبح کرو، پھر ان کے گوشت کے ٹکڑوں کو آپس میں ملا کر اپنے قریب کے پہاڑ پر الگ الگ حصوں میں رکھ دو، پھر ان میں سے ہر ایک کا باری باری نام لے کر انہیں بلاؤ، وہ مختلف گوشت کے اجزاء آپس میں مل کر اور پھر ایک مکمل اور زندہ پرندہ بن کر دوڑتا ہوا آپ کے پاس آئے گا، اسی قصہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (البقرۃ:۲۶۰)

"اور جب حضرت ابراہیم نے کہا تھا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا تجھے اس کا یقین نہیں؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا: کیوں نہیں؟ لیکن میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تو چار پرندے لو اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لو، پھر ان کا ایک ایک جزء ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو، پھر انہیں پکارو، وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ وہ حسی، شعوری اور حقیقت پر مبنی مثالیں ہیں، جو مردوں کو زندہ کرنے پر واضح دلالت کرتی ہیں اور اسی طرح قبل ازیں، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے معجزات کے ضمن میں یہ معجزہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے اور انہیں ان کی قبروں سے نکال باہر کرتے تھے۔''

اور مردوں کو زندہ کرنے پر عقلی اعتبار سے دو طرح کی دلیلیں ہیں:

☜ **پہلی دلیل:** بلا شبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا خالق (پیدا کرنے والا ہے) اور اس نے یہ سب کچھ ابتداء سے پیدا کیا ہے (جس کی سابقہ کوئی مثال نہ تھی) تو مخلوق کی پیدائش پر، بغیر کسی سابقہ مثال کے قدرت رکھنے والی ذات، اسی مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں آ سکتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾ (الانبیاء:۱۰۴) ''جس طرح ہم نے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی تھی، اسی طرح اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ ایک وعدہ ہے اور ہم یہ کر کے رہیں گے۔''

سورۃ الروم میں اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (آیت:۲۷)

''اور وہی ذات ہے، جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا عادہ کرے گا اور یہ (دوسری بار کی پیدائش) اس پر زیادہ آسان ہے۔''

☆ اور اللہ جل شانہٗ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس کافر کی تردید کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: جس کافر نے بوسیدہ اور جلی ہوئی ہڈی کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کر دیا تھا۔ ﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ (یٰسین:۷۹)

''(اے نبیؐ!) آپؐ اسے کہئے کہ: اسے وہی زندہ کرے گا، جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**دوسری دلیل:** کہ زمین ایک وقت میں بالکل مردہ (بنجر اور بے آباد) سیاہ اور خشک ہوتی ہے، نہ اس میں کوئی پودا ہوتا ہے نہ سبزہ، کہ اس پر ایسی حالت میں بارانِ رحمت برستی ہے، تو ناگہاں وہ زمین ہر قسم کے پھلوں، پھولوں اور سرسبزی و شادابی میں لہلہانے لگتی ہے، تو اس مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر مطلق ذات، مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (فصلت:۳۹)

''اور اس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین سونی (بے آباد) پڑی ہوئی ہے، پھر ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ حرکت میں آتی ہے اور پھول جاتی ہے، جس (اللہ) نے اس زمین کو زندہ کیا وہ یقیناً مردوں کو بھی زندہ کرسکتا ہے، کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اور سورۃ قٓ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ (قٓ ۹ تا ۱۱)

''اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا، جس سے ہم نے باغات اگائے اور اناج بھی جو کاٹا جاتا ہے، اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت بھی، جن پر تہ بہ تہ خوشے لگتے ہیں۔ یہ بندوں کے لئے رزق ہے، اور اس پانی سے ہم ایک مردہ زمین زندہ کردیتے ہیں، (تمہارا زمین سے دوبارہ) نکلنا بھی اسی طرح سے ہوگا۔''

اور حقیقی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے ایک گمراہ قوم نے عذابِ قبر اور اس کی راحتوں اور آسائشوں کا یہ گمان کرتے ہوئے سرے سے انکار ہی کردیا ہے'' کہ یہ واقعاتی و مشاہداتی اُمور کے خلاف ہونے کی بناء پر ایسا ہونا ناممکن ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں: ''کہ اگر قبر میں مدفون میت کو کھولا جائے تو وہ اسی حالت میں ملے گی جیسے وہ تدفین کے وقت تھی اور قبر بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہ پہلے سے کشادہ دکھائی دیتی ہے اور نہ تنگ۔'' لیکن ان لوگوں کا یہ گمان شرعی، حسی اور عقلی ہر اعتبار سے باطل ہے۔

**شرعی اعتبار سے:** تو اس کے رد میں قبل ازیں چند نصوص ذکر ہو چکی ہیں جو عذاب قبر اور اس کی راحتوں اور نعمتوں پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ (۵۲)

''یوم آخرت پر ایمان'' کے ضمن میں بیان سے ملحق تحریر ملاحظہ کریں۔

اور 'صحیح بخاری' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے وہ کہتے ہیں: کہ اللہ کے نبی ﷺ مدینہ کے کسی قبرستان سے نکلے، تو آپؐ نے (دفعتاً) دو انسانوں کی دلدوز آواز سنی، جو اپنی اپنی قبروں میں عذاب دیئے جا رہے تھے..... اور پھر (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے) پوری حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو (پیشاب کرتے وقت) پیشاب سے نہیں بچتا تھا (یعنی احتیاط نہیں کرتا تھا) مختلف روایات میں مختلف الفاظ ہیں، مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ اور دوسرا شخص چغلی کرتے ہوئے پھرا کرتا تھا۔'' (۵۳)

**حسی اعتبار سے بطلان:** ایک سونے والا شخص اپنے خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ ایک کشادہ، پر بہار اور نعمتوں اور راحتوں سے بھرپور جگہ میں ہے یا پھر نیند کی ہی حالت میں وہ اپنے آپ کو ایک انتہائی تنگ و تاریک اور بھیانک جگہ میں کھڑا پاتا ہے، جس منظر سے وہ تکلیف بھی محسوس کرتا ہے اور بسا اوقات وہ ایک دم خوف سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بستر پر اور اپنے اسی کمرے میں ہوتا ہے، جس میں وہ کچھ دیر پہلے سویا تھا اور اس نیند کو موت کی بہن کہا گیا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس نیند کو وفاۃ سے موسوم کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (الزمر:۴۲)

''اللہ ہی ہے، جو موت کے وقت روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو شخص مرا نہ ہو، اس کی روح نیند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حالت میں قبض کر لیتا ہے، پھر جس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو، اس کی رُوح کو تو روک لیتا ہے اور دوسری رُوحیں ایک مقررہ وقت تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔''

☜ **عقلی اعتبار سے بطلان:** بلا شبہ ایک سونے والا شخص اپنی نیند میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کے مطابق سچا خواب دیکھتا ہے اور بعض اوقات تو وہ اللہ کے نبی ﷺ کو ان کے حقیقی اَوصاف کے ساتھ دیکھتا ہے، اس لئے کہ جس شخص نے آپؐ کو آپؐ کے اصلی اوصاف پر دیکھا، تو اس نے آپؐ کو حقیقت میں دیکھا'' یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود سونے والا شخص اپنے ہی کمرے میں اور اپنے بستر پر دراز اِن اَحوال سے بہت دور ہوتا ہے، جو کچھ اس نے خواب میں دیکھا ہوتا ہے اور اگر یہ سب کچھ اس فانی دنیا میں ممکن ہے تو اَحوال آخرت میں یہ کیسے ممکن نہیں ہو سکتا؟!

اور ان راہ گم گشتہ کی یہ دلیل، جیسا کہ انہوں نے گمان کیا ہے کہ اگر قبر میں مدفون مردہ کو کھولا جائے تو وہ اسی حالت میں پایا جاتا ہے، جس حالت پر وہ بوقت دفن تھا اور یہ بھی کہ قبر نہ وسیع نظر آتی ہے اور نہ تنگ، تو ان کے اس شبہ کا جواب درج ذیل چند صورتوں میں رقم کیا جاتا ہے:

☜ **پہلی صورت:** تو یہ ہے کہ اس قسم کے بھونڈے شبہات کو ان ٹھوس اور واضح دلائل کے مدمقابل لانا ہی جائز نہیں، جنہیں شریعت طاہرہ لائی ہے اور اگر ان میں تقابل کرنے والا شخص، سچائی پر مبنی غور وفکر کرے تو ان شبہات کا واضح بطلان بخوبی جان لے گا اور کیا ہی خوب ہے جو یہ کہا گیا ہے۔ ع

وَكَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلاً صَحِيْحًا
وَآفَتُهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيْمِ

''اور کتنے ہی ایسے لوگ ہیں، جو درست بات کو عیب دار بنا دیتے ہیں اور ان پر یہ آفت ان کی کج فہمی کی بناء پر ٹوٹتی ہے۔''

☜ **دوسری صورت:** یہ ہے کہ عالم برزخ کے 'احوال' غیبی اُمور سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی حقیقت انسان کے حواس نہیں پا سکتے اور اگر یہ غیبی اُمور انسانی حواس کے بس کی بات ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو 'ایمان بالغیب' کا سرے سے فائدہ ہی نہ رہتا اور پھر ان غیبی امور پر ایمان رکھنے والے اور ان کا انکار کرنے والے سب ایمان میں برابر ہوتے۔

☜ **تیسری صورت:** عذاب قبر، اس کی نعمتیں اور آسائشیں، اس کی وسعت اور تنگی یہ سب چیزیں تو صرف میت پا سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی محسوس نہیں کر پاتا اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک سونے والا شخص اپنے آپ کو اپنی نیند کے دوران (خواب میں) کسی انتہائی تنگ و تاریک اور وحشت ناک جگہ میں پاتا ہے اور یا پھر انتہائی کشادہ اور پررونق مقام پر، جبکہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کے لئے وہ اسی مقام پر ہی ہوتا ہے، جہاں وہ (اپنے اہل خانہ یا دوست احباب کے درمیان) اپنے ہی کمرے میں اور اپنے ہی بستر پر پڑا سو رہا ہوتا ہے۔''

اور اللہ کے نبی ﷺ کو (بعض اوقات) جب وحی کی جاتی تو آپؐ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما ہوتے، آپؐ پوری وحی کو سنتے اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی سناتے مگر وحی کی ان تمام کیفیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خود نہیں سن سکتے تھے، اور بسا اوقات ایسے ہوتا کہ فرشتہ (حضرت جبریلؑ روح الامین) آپؐ کے پاس آدمی کی شکل میں وحی لے کر آتا اور آپؐ سے ہم کلام ہوتا اور پاس بیٹھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہ تو اس فرشتے کو دیکھ سکتے تھے اور نہ اس کی گفتگو سن سکتے تھے۔

☜ **چوتھی صورت:** مخلوق کا علم وفہم اس حد تک محدود ہے، جس حد تک اللہ تعالیٰ نے اس کو رکھا ہے، لہٰذا کائنات میں موجود ہر چیز کی حقیقت اور کنہہ تک رسائی پانا اس کے لئے ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور پھر جو کچھ ان کے اندر ہے سب کچھ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی حمد (تعریف) کے ساتھ اس کی تسبیح وتقدیس کر رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی مخلوق میں سے ان کی یہ تسبیح وتقدیس اسے سنا بھی دیتا ہے، مگر اس کے باوجود یہ ہم سے پردے میں ہے، جسے نہ ہم سن سکتے ہیں اور نہ اس کی کیفیت اور حقیقت کو پا سکتے ہیں اور یہی وہ حقیقت، جس کے اِدراک سے ہم عاجز ہیں، کے بارے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ (الاسراء:۴۴)

''اس ذات کی پاکی تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو ان (آسمانوں و زمین) میں ہیں، کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کی حمد (تعریف) کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔''

اور اسی طرح شیاطین اور جنات جو کہ ہمہ وقت زمین میں آتے جاتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں اور جنوں کا وہ گروہ جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ سے قرآن حکیم کو پورے انہماک اور غور و فکر سے سنا اور بعد ازاں وہ (مشرف باسلام ہوکر) اپنی قوم کو ہدایت دیتے ہوئے انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرانے لگے۔ یہ سب کچھ حقیقت میں ہوا، مگر وہ عالم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخفی اور پردے میں رہا۔ اس حقیقت کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد ہوا: ﴿يَا بَنِيْ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف:۲۷)

''اے بنی آدمؑ! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے، جس طرح اُس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور اُن کے لباس تک ان پر سے اتروا دیئے تھے، تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے، وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں، جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، ان شیطانوں کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

☆ اور جب مخلوق کی بے بسی اور لاچاری کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر موجود چیز کی حقیقت کو پانے سے قاصر ہے، تو اس کے لئے یہ (ہرگز) جائز نہیں کہ وہ ان غیبی امور جو کہ (شرعی اعتبار سے) موجود اور ثابت شدہ ہیں، لیکن ان کے فہم کے دائرے سے باہر ہیں، کا سرے سے انکار کر دیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ⁽⁴⁸⁾ وَالدَّلِيْلُ عَلَى هٰذِهِ الأَرْكَانِ السِّتَّةِ : قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾ (البقرة:۱۷۷) وَدَلِيْلُ الْقَدْرِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر:۴۹)

"اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لانا" اور ایمان کے ان چھ ارکان میں سے پہلے پانچ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: "نیکی (محض) یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے، کہ آدمی اللہ پر، اور یوم آخرت پر اور ملائکہ (فرشتوں) پر اور اللہ کی نازل کی ہوئی، کتاب اور اس کے پیغمبروںؑ پر ایمان و یقین رکھے۔"

......اور چھٹے رکن 'تقدیر خیر و شر' (یعنی اچھی اور بری تقدیر) کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے: "بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔"

▣ ⁽⁴⁸⁾ کلمة (القدر) قاف کے فتحہ، یعنی زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے، جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی، کائنات کے لئے، اپنے کامل اور سبقت لے جانے والے علم کے مطابق، تقدیر (فیصلے اور احکام کا نفاذ) ہے، جس کا اس (حق تعالیٰ) کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

تقدیر پر ایمان چار اُمور کو متضمن (یعنی شامل ہے اور ان کا تقاضا کرتی) ہے۔

☜ **پہلی بات:** یہ ہے کہ یہ ایمان رکھنا کہ بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ کائنات میں موجود ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے اور اس کا یہ کامل علم اَزلی و اَبدی ہر اعتبار سے ہے، خواہ اس علم کا تعلق اس ذات کے اپنے افعال سے ہو یا اس کے بندوں کے افعال سے (یا پھر دیگر تمام مخلوقات کے اُمور سے)

☜ **دوسری بات:** یہ ایمان رکھنا کہ اللہ جل شانہ نے یہ سب کچھ (پہلے سے ہی) 'لوح محفوظ' میں لکھ رکھا ہے اور ان دونوں باتوں کی تائید میں یہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ (الحج:۷۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے، جو آسمانوں اور زمین میں ہے، بلا شبہ یہ سب کچھ ایک کتاب (لوح محفوظ) میں درج ہے، اللہ کے لئے یہ بات بالکل آسان ہے۔''

☆.....اور 'صحیح مسلم' میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کی تقدیریں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھ دی تھیں۔''(۵۴)

☜ **تیسری بات:** اس بات پر ایمان کہ پوری کائنات اللہ جل شانہٗ کی مشیت اور مرضی سے معرض وجود میں آئی ہے، خواہ اس کے وجود میں آنے کا تعلق اللہ جل شانہٗ کے اپنے فعل سے ہو یا پھر اس ذات باری تعالیٰ کی مخلوق کے فعل سے۔''

اس ذات باری تعالیٰ کے اپنے فعل سے متعلق وجود میں آنے والی مخلوق کے بارے میں اسکا ارشاد ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾ (القصص:۶۸) ''اور آپ کا پروردگار جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے (اپنے کام کے لئے) منتخب کر لیتا ہے۔''

اور سورۂ ابراہیم میں یہ ارشاد ہوا ہے: ﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (آیت:۲۷)

''اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اور سورۂ آل عمران میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ (آل عمران:۶)

''وہی اللہ، جیسے چاہتا ہے، تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں بناتا ہے۔''.....اور

سورۃ النساء میں اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ﴾ ''اور اگر اللہ (تعالیٰ) چاہتا تو انہیں (یعنی تمہارے مخالفین کو) تم پر مسلط کر دیتا، پھر وہ تمہارے خلاف لڑائی کرتے۔'' (آیت:۹۰)

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿يَفْتُرُوْنَ﴾ (آیت:۱۱۲) ''اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، سو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور ان باتوں کو بھی جو وہ افتراء کرتے ہیں۔''

☜ **چوتھی بات:** یہ ہے کہ انسان یہ ایمان رکھے کہ ساری کائنات اور جو کچھ اس میں ہے اپنی ذوات، صفات اور حرکات سمیت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ (الزمر:۶۲)

''کہ اللہ ہر چیز کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے اور وہ ہر چیز پر وکیل (کارساز) ہے۔''

اور سورۃ الفرقان میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ (الفرقان:۲) ''اور اس (اللہ) نے ہر چیز کو پیدا کیا (اور پھر) ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کیا۔''

☆ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں، جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الصافات:۹۶) ''اور اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس کو بھی (اس نے پیدا کیا ہے) اور 'تقدیر پر ایمان' کا وصف جو ہم نے بیان کیا ہے وہ اس بات کے منافی نہیں کہ بندہ .....اپنے اختیاری کاموں میں اپنی مرضی اور قدرت رکھتا ہے، اس لئے کہ شرعی اور واقعاتی ہر دو اعتبار سے دلائل اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ انسان کو اس کے اختیاری کاموں میں مرضی اور قدرت تفویض کئے گئے ہیں۔

## ① شرعی دلالت

انسان کی مشیت (مرضی) کے اثبات میں حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾ (النباء:۳۹)

''تو جو شخص چاہے، اپنے پروردگار کی طرف واپس جانے کی راہ اختیار کرے۔''

اور سورۃ البقرۃ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (آیت:۲۲۳)

''پس تم اپنی کھیتیوں (یعنی عورتوں) کو جہاں سے چاہو آؤ۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اپنی عورتوں سے مجامعت کی طرف اشارہ ہے)

اور انسان کو عطا کردہ قدرت (واختیار) کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا﴾ (التغابن:۱۶)

''پس تم اپنی استطاعت (طاقت) کے مطابق اللہ (تعالیٰ) کی نافرمانی سے بچو (یا اللہ کی سزا سے ڈرو) جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔''

اور سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾

''اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، اگر کوئی شخص اچھا کام کرے گا تو اسے اس کا اجر ملے گا، اور اگر کوئی بُرا کام کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔''

## ② واقعاتی دلالت

ہر انسان یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ انسان کی اپنی مرضی اور قدرت (اختیار) ہے، انہی کے ساتھ وہ کام سرانجام دیتا ہے اور انہی کی بدولت وہ کسی کام کو ترک کرتا ہے اور ان دو قسم کے اُمور میں واضح فرق کیا جاتا ہے کہ ایک وہ کام جو انسان کے ذاتی ارادے سے واقع ہوتا ہے جیسے چلنا، اٹھنا اور بیٹھنا وغیرہ اور دوسرا وہ جو بغیر اس کے ارادے اور مرضی کے واقع ہو جاتا ہے، جیسے اچانک اس پر لرزہ طاری ہو جانا وغیرہ، مگر یہ بات ضرور ہے کہ بندے کی مرضی اور اس کا اختیار یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) اور قدرت کے تابع ہیں اور اسی کی مرضی و قدرت سے ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں اور اس کی دلیل اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے: ﴿لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيْمَ، وَمَا تَشَاءُوْنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (التکویر:۲۸،۲۹)

''اور ہر اس شخص کے لئے بھی (قرآن ایک نصیحت ہے) جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہتا ہو، اور تم چاہ نہیں سکتے، مگر وہی کچھ، جو اللہ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ (سارے جہانوں کا پروردگار) چاہتا ہو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اور یہ اس لئے بھی کہ چونکہ کائنات ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی چیز اس کی ملکیت میں ہوتے ہوئے اس کے علم اور مشیت (مرضی) سے باہر ہو۔

☆.....اور تقدیر پر ایمان کا جو وصف ہم نے بیان کیا ہے وہ بندے کو واجبات (فرائض) چھوڑنے اور گناہوں اور نافرمانیوں کے ارتکاب کا قطعی حق نہیں دیتا (کہ ایسے ایمان سے ایک گناہ گار انسان گناہ کے حق میں کوئی حجت اور دلیل پکڑ سکے) کیونکہ اگر وہ ایمان بالقدر کی اس مذکورہ تعریف کی روشنی میں فرائض کو ترک کرنے اور نافرمانیوں کے ارتکاب پر حجت پکڑے گا، تو اس کا یہ احتجاج (دلیل پکڑنا) کئی اعتبار سے باطل ہوگا، جو درج ذیل ہیں:

**پہلی وجہ:** اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے: ﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ (الانعام:۱۴۸)

''عنقریب یہ مشرک لوگ جواب میں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھ لیا۔ آپؐ ان سے کہئے: کہ اگر تمہارے پاس علم کی کوئی بات ہے تو لاؤ وہ ہمیں دکھلاؤ، تم تو محض ظن (گمان) کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور جو بات کرتے ہو بلا دلیل کرتے ہو''.....

اس آیتِ کریمہ کی رُو سے اگر ان کا 'اللہ کی تقدیر' سے حجت (دلیل) پکڑنا درست ہوتا تو اللہ ان کو اپنے عذاب کا مزہ نہ چکھاتے۔

**دوسری وجہ:** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء:۱۶۵)

''یہ سب رسول (لوگوں کو) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ ان رسولوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔''

☆ اور اگر اللہ کی تقدیر مخالفین، گناہگار لوگوں کے لئے حجت (دلیل) ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس (حجت) کی، پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد نفی نہ کرتا، اس لئے کہ پیغمبروں علیہم السلام کو بھیجنے کے بعد اُن کی مخالفت، اللہ تعالیٰ کی قدر (تقدیر) کے نتیجے میں ہی واقع ہوئی ہے۔

**تیسری وجہ:** حدیثِ رسولؐ میں ہے، جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ! نے اپنی اپنی 'صحیح' میں روایت کیا ہے اور 'صحیح بخاری' کے الفاظ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کہ تم میں سے ہر ایک شخص کا اصل ٹھکانہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں لکھ دیا ہے یا جنت میں، تو قوم میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: ''تو کیا ہم توکل کر کے نہ بیٹھ جائیں اے اللہ کے رسولؐ؟'' آپؐ نے فرمایا: نہیں تم عمل کرو ہر چیز آسان کر دی گئی ہے، پھر آپؐ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی﴾ (اللیل: ۵ تا ۷) (۵۵) ''پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) مال دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور بھلی باتوں کی تصدیق کی، تو ہم اسے آسان راہ پر چلنے کی سہولت دیں گے، ..... آخر تک) اور صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں: «فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ» (۵۶) کہ ''ہر شخص کے لئے ہر وہ چیز آسان اور میسر ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔'' تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں عمل کا حکم دیا ہے اور محض تقدیر پر توکل اور بھروسہ کرنے سے روکا ہے۔''

**چوتھی وجہ:** بلاشبہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور نافرمانی سے روکا ہے اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کیا۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱۶) ''پس تم اللہ کی نافرمانی سے بچو، جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔'' نیز فرمایا: ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ (البقرۃ: ۲۸۶) ''کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس (شخص) کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں ٹھہراتے۔'' تو اگر بندہ اپنے فعل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


پر مجبور محض ہو تو وہ ہر اس عمل کا بھی مکلّف اور پابند ٹھہرے گا، جو اس کی دسترس سے باہر ہے یا اس سے خلاصی پانے کی اس میں طاقت نہیں، تو یہ سراسر اس آیتِ کریمہ کے منافی ہے، لہٰذا یہ عقیدہ بھی باطل قرار پائے گا اور اسی بناء پر ہی تو جب کبھی انسان سے جہالت، بھول چوک یا جبری طور پر معصیت اور نافرمانی کا فعل سرزد ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے۔

☜ **پانچویں وجہ:** اللہ تعالیٰ کی تقدیر ایک ایسی پوشیدہ اور مخفی چیز ہے، جس کا 'مقدور چیز کے واقع ہونے سے پہلے علم نہیں ہوسکتا اور بندے کا ارادہ اس کام سے، جسے وہ انجام دینا چاہتا ہے سبقت لے جانے والا ہوتا ہے (مطلب یہ کہ ارادہ پہلے ہوتا ہے اور کام کی انجام دہی بعد میں) تو اس صورت میں بندے کا ارادہ اس کے کام کے واقع ہونے سے پہلے ہوا کرتا ہے) تو اس بنا پر انسان کا اس کام کے بارے میں ارادہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بارے میں علم پر مبنی (اور منحصر) نہیں ہوگا (یعنی اس کے کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ جانے بغیر ہوگا) تو اس وقت، اس انسان کے ہاں اللہ تعالیٰ کی تقدیر حجت (یا دلیل وغیرہ) پکڑنے کی بھی نفی ہوجائے گی، اس لئے کہ کسی ایسی چیز میں آدمی کے لئے کوئی حجت (یا دلیل) نہیں ہوسکتی، جس کا سرے سے اسے علم ہی نہ ہو۔

☜ **چھٹی وجہ:** ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انسان (عام حالات میں) دنیوی معاملات میں سے کسی موزوں اور مناسب چیز کی حرص کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اسے پا بھی لیتا ہے اور کبھی بھی وہ اس مناسب چیز کو چھوڑ کر ایک غیر موزوں چیز کے پیچھے نہیں پڑا کہ پھر وہ یہ نامناسب کام کر کے اپنے دشمن اور مخالف کے خلاف تقدیر کا سہارا بھی لے، تو پھر وہ اپنے دینی معاملات میں ایک منفعت بخش چیز کو چھوڑ کر ایک بالکل نامناسب اور تکلیف دہ چیز کی طرف کیوں لپکتا ہے اور ساتھ ہی (اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دینے کے لئے) اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بطور حجت (دلیل) پکڑتا ہے کیا یہ دونوں معاملات ایک جیسے نہیں ہیں؟!

☆.....آپ ایک مثال پر غور کیجئے جو اس (مسئلہ قدر) کو مزید واضح کردے گی، کہ انسان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سامنے دو راستے ہیں، ان میں سے ایک راستہ ایک ایسے شہر کو جا ملتا ہے جہاں سراسر فساد اور بگاڑ کا دور دورہ ہے۔ قتل، لوٹ مار، عزتوں کی پامالی، خوف و ہراس، بھوک و افلاس عروج پر ہے، جبکہ دوسرے راستے کا اختتام ایک ایسے منظم اور پروقار شہر میں ہوتا ہے، جہاں ہر طرف امن و استحکام، خوشحالی اور پرسکون زندگی ہے، احترام آدمیت، جان و مال اور عزتوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ تو آپ بتایئے کہ وہ ذی شعور انسان ان دونوں راستوں میں سے کس راستے پر چلے گا؟ یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ دوسرے راستے کا ہی انتخاب کرے گا، جس کی انتہاء ایک منظم باوقار اور امن و آشتی والی زندگی کے شہر میں ہوتی ہے..... جبکہ کسی عقلمند آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ فساد و انتشار اور خوف و ہراس سے بھرے شہر کی جانب جانے والے راستے پر چلے اور پھر وہاں کے تکلیف دہ حالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے تقدیر کا سہارا لینا شروع کر دے اور اگر یہ ممکن نہیں اور واقعی ایسا ہونا ناممکن ہے، تو پھر وہ آخرت کے معاملے میں شاہراہ بہشت کو چھوڑ کر دوزخ کی جانب جانے والے مہیب اور خطرناک راستے پر کیوں چل پڑتا ہے اور پھر ساتھ ہی (اپنی تسلی اور تشفی کے لئے) اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا سہارا لیتا (اور اسے حجت پکڑتا) ہے؟ ..... چہ معنی دارد؟

ایک اور مثال: [اس مسئلہ قدر کی وضاحت کے لئے ہدیۂ قارئین ہے]

ہم ایک مریض کو دیکھتے ہیں، جسے ڈاکٹر کی جانب سے دواء پینے کا حکم ہوتا ہے، جبکہ اس کا جی وہ دوا پینے کو نہیں چاہتا اور وہ کھانا کھانے سے اسے روک دیتا ہے، جو اس کے لئے مضر ثابت ہوسکتا ہے، جبکہ کھانا کھانے کو اس کا جی بے حد چاہ رہا ہوتا ہے، یہ ساری کی ساری احتیاط اور پرہیز اس کی مرض سے شفاء اور سلامتی کے لئے ہوتی ہے، تو ایسے حالات میں یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ بیمار شخص اس تجویز کردہ دواء کو استعمال میں نہ لائے یا پھر وہ صحت کے مضر کھانا کھالے اور پھر وہ اللہ کی تقدیر سے حجت (دلیل) پکڑنا شروع کر دے (کہ میں نے یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کام تو اللہ کے فیصلے اور تقدیر سے کیا ہے) اگر یہ بات یہاں ناممکن ہے، تو انسان ان کاموں کو کیوں چھوڑ دیتا ہے، جن کی ادائیگی کا اسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہے اور وہ کام کیوں کرتا ہے، جن سے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسولؐ نے روکا ہے پھر وہ (یہ الٹ پالیسی اپنا کر) اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا سہارا لیتا ہے؟؟

☜ **سا تویں وجہ:** فرائض کو چھوڑنے اور نافرمانیوں کا ارتکاب کرنے پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے حجت (دلیل) پکڑنے والے شخص پر اگر کوئی دوسرا شخص ظلم و زیادتی کر بیٹھے یا اس کا مال ناجائز ہڑپ کرلے، یا اس کی عزت پامال کردے اور پھر وہ اپنے اس کئے ہوئے پر تقدیر کا سہارا لے (یعنی یہ کہے کہ بھائی صبر کرو، میں نے یہ کام اللہ کی تقدیر پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کیا ہے تم پر کوئی زیادتی نہیں کی) تو وہ پہلا شخص اس کی یہ حجت اور عذر قطعاً قبول نہ کرے گا، تو پھر وہ شخص اپنے اُوپر ہونے والی زیادتی کے حق میں پکڑی جانے والی قضاء وقدر کی حجت کو قبول کیوں نہیں کرتا، جبکہ وہ اپنے لئے اللہ جل شانہٗ کا حق بھی پامال کرتے ہوئے، اسی قضاء وقدر کا سہارا لیتا ہے؟! ع

## بہ بین تفاوت از کجا است تا بہ کجا!

☆اور بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا گیا، جو کہ چوری کی حد لگائے جانے کا مستحق تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے جب اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس نے کہا: ٹھہر جایئے یا امیر المؤمنین! میں نے تو چوری اللہ تعالیٰ کی تقدیر (اور اس کے فیصلے) کے مطابق کی ہے، تو یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہم بھی (تیرا ہاتھ) اللہ تعالیٰ کی تقدیر (اور اس کے فیصلے) کے مطابق کاٹ رہے ہیں۔“

تقدیر پر ایمان کے جلیل القدر ثمرات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☜ **پہلا ثمرہ:** اسباب کے نتائج میں وقوع پذیر ہونے والے افعال کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات پر کلی اعتماد اور توکل، اس اعتبار سے کہ بذات خود کسی بھی سبب پر اعتماد وانحصار نہیں کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاتا، بلکہ ان اسباب کو پیدا کرنے والی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کیا جاتا ہے، اس لئے کہ ہر چیز کا ظہور و وجود اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوسرا ثمرہ: کہ انسان اپنا مقصد پا کر مغرور اور متکبر نہیں ہوتا، اس لئے کہ نصب العین کا پالینا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھلائی اور کامیابی کے اسباب سے مقدر کرتا ہے، جبکہ کسی نعمت کے حصول کے موقعہ پر غرور اور تکبر اس نعمت کے بدلے اظہارِ تشکر کو فراموش کر دیتا ہے۔( اَلْعِیَاذُ بِاللہ )

[یعنی اس نعمت پر اللہ کے حضور شکر کرنے کو بھلا دیتا ہے]

تیسرا ثمرہ: انتہا درجہ کی دلی راحت، اطمینان اور سکون، جو کہ اللہ تعالیٰ کی اَقدار اور اس کے فیصلوں کو برضا و رغبت قبول کرنے سے حاصل ہوتی ہے، تو نہ وہ شخص اپنی کوئی پیاری چیز چھن جانے سے پریشان اور بے چین ہوتا ہے، اور نہ کسی ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیز کے حاصل ہونے پر غمگین اور افسردہ ہوتا ہے، اس لئے کہ (وہ بخوبی جانتا ہوتا ہے کہ) یہ سب کچھ اس اللہ وحدہ لا شریك له کی 'تقدیر' کی وجہ سے ہوا ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک و خالق ہے، اور یہ کام لامحالہ ہو کر رہنا تھا، نیز اسی بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾(الحدید:۲۲،۲۳)

''کوئی بھی مصیبت جو زمین میں آتی ہے یا خود تمہارے نفوس کو پہنچتی ہے، وہ ہمارے پیدا کرنے سے پہلے ہی ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے (اور) یہ بات بلاشبہ اللہ کے لئے آسان کام ہے، یہ اس لئے کہ جو کچھ تمہیں نہ مل سکے، اس پر غم نہ کیا کرو، اور جو کچھ اللہ تمہیں دے دے، اس پر اترایا نہ کرو، اور اللہ کسی بھی خود پسند اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

☆ اور اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''کہ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے (اور) بے شک اس کا ہر معاملہ (اور ہر حالت) ہی اس کے حق میں بہتر اور بھلائی ہے اور یہ خصوصیت سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں، اگر تو اسے کوئی راحت و آسائش پہنچے، تو اس کے بدلے اللہ کا شکر بجالاتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہی بہتر ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچے تو وہ صبر سے کام لیتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے بھلائی اور بہتری ہے۔''(۵۷)

اس حدیث کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور تقدیر کے مسئلہ میں دو گروہ گمراہ ہوئے ہیں:

①ان میں سے ایک جَبَرِیّہ کا ٹولہ ہے، یہ وہ لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے ہر کام میں 'مجبورِ محض' ہے اور اس کے کسی کام میں بندے کے اپنے ارادے یا قدرت و اختیار کو کوئی دخل نہیں (یعنی بندہ اپنے ہر کام کے کرنے میں مجبور ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا)

②اور دوسرا ٹولہ قَدَرِیّہ کا ہے، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں، کہ بندہ اپنے ہر عمل میں مستقل (یعنی بااختیار اور آزاد ہے) اور اس کے عمل کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور قدرت کا کوئی اثر و رسوخ نہیں۔

## پہلے گروہ جَبریّہ کا شرعی اور واقعاتی اعتبار سے رد

① **شرعی اعتبار سے ردّ:** بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے ارادے اور مشیت (مرضی) کا اثبات کیا ہے اور مزید یہ کہ عمل کی بھی اس کی جانب اضافت (اور نسبت) کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ﴾

''تم میں سے کچھ تو وہ تھے، جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے۔'' (آل عمران:۱۵۲)

اور سورۃ الکہف میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ (الکہف:۲۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اور (اے نبیؐ!) صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے، تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے، ہم نے (انکار کرنے والے) ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں۔''

اور سورۃ فصلت میں حق تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

''جس شخص نے کوئی نیک عمل کیا تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو کوئی بُرائی کرے گا، اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور آپ کا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔'' (فصلت:۴۶)

② **واقعاتی اعتبار سے ردّ:** ہر انسان اپنے ان اختیاری کاموں، جنہیں وہ اپنے ارادے اور چاہت سے انجام دیتا ہے، جیسے کھانا، پینا، خرید وفروخت وغیرہ اور ان کے درمیان جو اس پر بغیر اس کے ارادے اور چاہت کے واقع ہوتے ہیں، جیسے: بخار کی شدت سے اس پر لرزہ اور کپکپی طاری ہونا اور اونچی چھت سے نیچے گر پڑنا وغیرہ کے درمیان بخوبی فرق جانتا ہے، تو وہ پہلی نوعیت کے کاموں میں بغیر کسی جبر و اِکراہ کے خود مختار اور انہیں اپنے ارادے سے سرانجام دیتا ہے، جبکہ دوسری قسم کے کاموں میں وہ بے بس ہے اور اپنے اوپر طاری ہونے والے ایسے حوادثات میں اس کے ارادے اور چاہت کا کوئی عمل دخل نہیں۔''

اور جہاں تک دوسرے گمراہ فرقے قَدَرِیّہ کا تعلق ہے، تو اس کا ردّ شرعی اور عقلی ہر دو طرح سے کیا جاتا ہے۔

① **شرعی اعتبار سے ردّ:** بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے، اور اس کائنات میں ہر چیز اس حقیقی خالق و مالک کی مرضی سے ہی وجود میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں یہ بات بیان فرمادی ہے کہ بندوں کے جملہ افعال (کام) اس کی مشیت (اور مرضی) سے ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ (البقرۃ:۲۵۳)

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، تو ان رسولوں کے بعد لوگ آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرتے، جبکہ ان کے پاس واضح احکام بھی آ چکے تھے، لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا، پھر کوئی تو ان احکام پر ایمان لایا اور کسی نے انکار کر دیا اور اگر اللہ چاہتا، تو وہ آپس میں لڑائی جھگڑے نہ کرتے، لیکن اللہ تو وہی کچھ کرتا ہے، جو وہ چاہتا ہے۔''

اور سورۃ السجدۃ میں حق تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ (السجدۃ:۱۳) ''اور اگر ہم چاہتے تو (پہلے ہی) ہر شخص کو ہدایت دے دیتے، لیکن میری یہ بات پوری ہو کے رہی کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔''

④ **عقلی اعتبار سے ردّ:** یہ بات عین حقیقت ہے کہ کائنات ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے تصرف میں ہے، لہٰذا اس کائنات میں بسنے والا انسان بھی اسی حقیقی خالق و مالک کا مملوک (یعنی ملکیت) ہے اور کسی بھی 'مملوک' کے لئے یہ بات ممکن نہیں ہو سکتی کہ وہ حقیقی مالک کے ملک میں اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کسی قسم کا کوئی تصرف کرے، (اور اپنی مرضی سے ہی جو چاہے کرتا پھرے)

اَلْمَرْتَبَةُ الثَّالِثَةُ: اَلاِحْسَانُ، رُكْنٌ وَاحِدٌ وَهُوَ: «اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ» وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل:۱۲۸) وَقَوْلُهٗ: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ، الَّذِيْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ، وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ، اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (الشعراء:۲۱۷-۲۲۰) وَقَوْلُهٗ: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾ (یونس:۶۱)

''تیسرا درجہ 'احسان' ہے اور احسان کا ایک ہی رکن ہے کہ آپ اللہ عزوجل کی عبادت (اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غایت درجے کے خشوع وخضوع اور انابت ورجوع سے) کریں کہ گویا آپ اسے بچشم خود دیکھ رہے ہیں اور اگر آپ (دوران عبادت) اس درجہ کو نہیں پا سکتے کہ آپ (اس معبود برحق کو) دیکھ رہے ہیں) تو کم از کم یہ عالم تو ضرور ہی ہونا چاہیئے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) آپ کو دیکھ رہا ہے۔''

اور اس ذکر کردہ 'احسان' کے دلائل قرآن حکیم کی یہ آیات مبارکہ ہیں:

(ا) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ (پرہیزگاری) سے کام لیتے ہیں اور وہ جو عبادات کو اچھے انداز سے ادا کرتے ہیں۔''

(ب) ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: '' اور اس زبردست اور انتہائی مہربان ذات پر بھروسہ رکھئے جو آپ کو اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے، جب آپ اٹھتے ہیں اور سجدہ گزار لوگوں میں آپ کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھتا ہے، وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

(ج) مزید ارشاد ربانی ہے: ''اے نبیؐ! آپ جس حال میں بھی ہوتے ہوں اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہوں اور لوگو! تم بھی جو کچھ عمل کرتے ہو، ان سب (حالات) کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں...... آخر تک''

(۴۹) کلمہ إِحْسَان، إِسَاءَة (کسی سے برا رویہ رکھنا) کا متضاد ہے، اور 'احسان' یہ ہے کہ انسان نیکی وبھلائی کے فروغ کے لئے اور دوسروں سے تکالیف ومصائب کو روکنے کیلئے (اپنی توانائیاں) خرچ کردے، نیز اللہ کے بندوں کی خاطر، اپنا مال، اپنا جاہ (اثر ورسوخ) اپنا علم اور اپنی جسمانی صلاحیتیں سب کچھ (نیکی اور خیرخواہی کے جذبہ سے سرشار ہو) کر بہا دے۔''

☆...... اللہ کے بندوں کی خاطر مال کی قربانی کی صورت یہ ہے کہ وہ بطور 'احسان' لوگوں پر مال خرچ کرے، صدقہ دے، اور زکوٰۃ ادا کرے اور مال کے ساتھ ''احسان'' کی سب سے افضل قسم، زکوٰۃ کی باقاعدگی سے ادائیگی ہے اس لئے کہ زکوٰۃ ''ارکان اسلام'' میں سے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


رکن اور اسلام کی بڑی عمارتوں میں سے ایک عمارت بھی ہے، جس کے بغیر آدمی کا اسلام ہی پورا نہیں ہوتا، نیز خرچ کی مدات میں سے اللہ عزوجل کے ہاں سب سے محبوب زکوٰۃ کی رقم کا خرچ کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نفقات ہیں، جو انسان پر حقوق العباد کے ضمن میں عائد ہوتے ہیں، جیسا کہ انسان پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرے اور اسی طرح دیگر حقداروں پر بھی، جیسے اس کی ماں ہے، اس کا باپ ہے، اس کی اولاد ہے، اس کے بہن بھائی ہیں، اس کے بھتیجے اور بھانجے ہیں، اس کے چچے اور ماموں ہیں اور پھر اس کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں..... آخر تک، پھر ان کے علاوہ اس کے صدقہ کے مساکین وغیرہ اور وہ طالب علم بھی، جو صدقہ لینے کے مستحق ہیں، حقدار ٹھہرتے ہیں۔

اور اپنی جاہ (ذاتی اثر رسوخ) کو بطور 'احسان' خرچ کرنے کی صورت یہ ہے، کہ لوگوں کے ذات کے اعتبار سے مختلف مقام اور مرتبے ہوتے ہیں (اور ہر انسان کی جس معاشرے میں وہ رہتا ہے اپنی ایک حیثیت ہوتی ہے) ان میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو حاکم وقت اور سلطان کے مصاحبوں کے ہاں اپنا خاص اثر ورسوخ رکھتے ہیں، تو ایسا انسان اپنی ذاتی حیثیت کو نیکی اور بھلائی کے لئے اس طرح استعمال میں لاسکتا ہے کہ مثلاً: اس کے پاس کوئی ایسا ضرورت مند آدمی آجاتا ہے جو اس سے سلطان کے کسی قریبی آدمی کی سفارش کا طلب گار ہوتا ہے اور یہ سفارش (عام حالات میں) یا تو کسی تکلیف یا دکھ کے مداوے کے لئے ہوتی ہے اور یا پھر کسی قسم کی بھلائی یا فائدے کے حصول کی خاطر۔'' ..... (تو ایسے میں انسان کو چاہئے کہ از روئے 'احسان' کے وہ اپنی ذاتی حیثیت اور مرتبے کو اس بھائی کی بھلائی کی خاطر کھپائے)

☆.....اور اپنے علم کے ذریعے کسی پر 'احسان' کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ: وہ اللہ کے بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے علم کو خرچ کرے، عام اور خاص ہر قسم کے عوامی حلقوں اور مجلسوں میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھے، یہاں تک کہ آپ کسی قہوہ خانہ کی مجلس میں بیٹھے ہوں تو تب بھی یہ بھلائی اور 'احسان' میں سے ہے کہ آپ وہاں بیٹھے لوگوں کو بھی دینی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعلیم سے روشناس کرائیں، مگر ایسی مجالس میں حکمت و مصلحت کو ضرور استعمال میں لائیں کہ کہیں آپ لوگوں پر ایک بوجھ اور کراہت کا باعث نہ بن جائیں کہ جہاں کہیں بھی آپ چند لوگوں میں بیٹھیں ان کو وعظ و نصیحت کرنا اور ان سے اسی موضوع پر گفتگو کرنا شروع کر دیں، اس لئے کہ اللہ کے نبی ﷺ لوگوں کو نصیحت کرتے وقت ان کی بہتری و بھلائی کا خوب لحاظ رکھتے تھے، مگر آپ کی یہ نصیحت نہایت مبنی بر حکمت ہوتی، نہ بہت زیادہ اور نہ بہت طویل، کیونکہ انسانی نفوس (دل) کسی چیز سے جلدی ملول کھا جاتے اور اکتا جاتے ہیں اور جب وہ پُر ملول ہو جائیں تو جلدی تھک جاتے اور پھر کمزور ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات کسی معلم یا داعی کی کثرت سے وعظ و نصیحت اور گفتگو کے باعث وہ نیکی اور بھلائی کو بھی ناپسند کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

☆ اور لوگوں پر اپنے جسم و جان کے ذریعے 'احسان' کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''.....اور یہ کہ تو آدمی کی، اس کی سواری کے سلسلے میں اعانت (مدد) کرے اور اس کو اس کی سواری پر بٹھائے، یا اس کے سامان کو اس پر لاد لے، تو یہ بھی صدقہ (اور نیکی) ہے۔''(۵۸)

تو یہ آدمی، جس کی تو مدد کرے گا، اس کو اس کے سامان سمیت اٹھائے گا یا اس کی صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرے گا یا اسی طرح کا کوئی اور تعاون و اعانت کرے گا، تو یہ سب صورتیں، 'احسان' میں سے ہیں اور احسان کی یہ جملہ (مذکورہ) صورتیں بندوں کے، اللہ کے بندوں پر (احسان) کرنے کی ہیں۔

☆.....اور جہاں تک اللہ جل جلالہٗ کی 'عبادت و ریاضت' میں 'احسان' کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ آپ اللہ جل شانہٗ کی عبادت اس خشوع، خضوع اور انابت و رجوع اور عاجزی و انکساری سے کریں کہ گویا آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ تَعَالَى كَأَنَّكَ تَرَاهُ» ..... ''کہ آپ اللہ تعالیٰ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح سے عبادت کریں کہ گویا آپ اسے بچشم خود دیکھ رہے ہیں''..... اور یہ عبادت، یعنی انسان کی اپنے پروردگار کی اس انداز سے عبادت کرنا کہ گویا وہ اسے بچشم خود دیکھ رہا ہے 'شوق و طلب اور رغبت کی عبادت ہے'' جس میں انسان اپنے آپ کو اس عبادت پر اُبھارتے ہوئے اور اپنے 'نفس' کو اس میں رغبت اور شوق رکھتے ہوئے پاتا ہے، اس لئے کہ اس دوران وہ، وہ چیز طلب کر رہا ہوتا ہے، جس سے وہ محبت کرتا ہے، تو اس طرح سے وہ اس (محبوب) کی عبادت کرتا ہے کہ گویا وہ اسے اپنے سامنے (اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہا ہے، لہٰذا وہ اس کا قصد (ارادہ) کرتا، اسی کی طرف رجوع کرتا اور اسی ذات سبحانہ وتعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا ہے.....

اور آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد: «فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» ''اور اگر آپ دورانِ عبادت اس درجہ میں نہیں کہ آپ دیکھ رہے ہیں، تو یہ (کم از کم) کیفیت ضرور ہونی چاہئے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) آپ کو (عبادت کرتے) دیکھ رہا ہے۔'' اور اسے عبادتِ ھرب، اور خوف (یعنی راہ فرار اختیار کرنے اور خوف کھا جانے) کی عبادت کہا گیا ہے اور اسی لئے 'احسان' میں اس عبادت کا دوسرا درجہ ہے۔

جب آپ اللہ عزوجل کی عبادت اس جذبے اور کیفیت سے نہ کریں کہ آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کی طلب میں منہمک ہیں اور نہ ہی 'نفس' آپ کو اس ذات (معبود) برحق کی جانب وصال (ملاقات) پر انگیخت دلاتا ہے تو (کم از کم) اس جذبے اور کیفیت سے سرشار ہو کر اس کی عبادت کریں کہ گویا وہ ذاتِ برحق آپ کو دیکھ رہی ہے، تو ایسی حالت میں آپ اس معبود حقیقی کی بارگاہ میں کھڑے عبادت کریں گے تو یہ عبادت لرزہ براندام کر دینے والی ہوگی کہ وہ ذات آپ پر مسلسل نگاہ رکھے ہوئے ہے اور آپ اس کی کبریائی و جلالت سے خائف، اس کے تیار کردہ عذاب وعقاب سے بھاگ رہے ہیں اور آپ پر دورانِ عبادت کپکپی طاری ہے، تو عبادت کا یہ درجہ 'اربابِ سلوک' (مشائخ طریقت) کے نزدیک پہلے درجے سے کم تر درجہ ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی تعریف امام ابن القیمؒ نے اپنے (سلسلۂ اشعار) 'قصیدۂ نونیہ' میں یوں فرمائی ہے:

وَعِبَادَةُ الرَّحْمٰنِ غَايَةُ حُبِّهٖ
مَعَ ذُلِّ عَابِدِهٖ هُمَا رُكْنَانِ

''کہ 'عبادتِ رحمٰن' اِن دو اَرکان پر مبنی ہے: ایک عبادت گزار بندے کی، اپنے معبودِ برحق سے انتہاء درجے کی محبت اور دوسرے اس (عبادت گزار بندے) کی اپنے معبودِ برحق کے حضور انتہاء درجے کی عاجزی وانکساری۔''

تو معلوم ہوا کہ عبادت انہی دو امور پر مشتمل ہے، ایک انتہا درجے کی معبود کے ساتھ محبت ہو، اور دوسرے انتہاء درجے کی محبوب کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار ہو، اس محبت کے ورے 'طلب' یعنی محبوب مطلوب ہوتا ہے، جبکہ عاجزی وانکساری اور ذلت میں محبوب سے خوف اور اس سے بھاگ کر بچنے کا تصور کارفرما ہوتا ہے، تو اللہ عزوجل کی عبادت میں یہی 'احسان' ہے۔

☆.....اگر انسان اللہ عزوجل کی اس جذبے اور کیفیت سے عبادت کرے تو وہ شتاب اللہ جل شانہ کے لئے مخلص ہوکر اس کی عبادت کرے گا اور اس عبادت سے اس کا مقصود نہ دکھلاوا ہوگا اور نہ شہرت اور نہ ہی لوگوں کے ہاں اپنی خوشنامد خواہ لوگ اس کے احوال پر مطلع ہوں یا نہ ہوں، سب اس کے ہاں برابر متصور ہوں گے، وہ ہر حال میں اپنی عبادت میں 'احسان' پر عمل پیرا ہے، بلکہ یہ بات 'کمال اخلاص' میں سے ہے کہ انسان اس بات کا حریص ہو کہ لوگ اسے عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھ پائیں اور اس کی عبادت اس کے پروردگار اور اس کے درمیان ایک بھید ہو، سوائے اس کے کہ اس کے اظہار اور تشہیر میں اسلام اور اہل اسلام کی مصلحت ہو، مثال کے طور پر ایک آدمی معاشرے میں امام اور مقتداء ہو اور وہ اس بات کو پسند کرے کہ وہ عامۃ الناس کے لئے اپنے طریقۂ عبادت کو واضح طور پر بیان کرے، تاکہ لوگ اپنی عبادات کی ادائیگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اسے مشعل راہ بنا کر اس پر عمل پیرا ہوسکیں، یا وہ اسے علی الاعلان ادا کرنا اس لئے پسند کرتا ہو، تا کہ اس کے دوست، احباب اور ساتھی اس کی پیروی کرسکیں تو اس میں سراسر خیر اور بھلائی ہے، بلکہ اس جیسی مصلحت، جسے وہ پیش نظر رکھتے ہوئے عبادات کو کھلے عام ادا کرتا ہے، بسا اوقات اسے مخفی اور چھپ کر ادا کرنے کی مصلحت سے زیادہ افضل واعلیٰ ہوتی ہے.....اسی لئے تو اللہ عزوجل نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے، جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور علانیہ ہر دو طرح سے خرچ کرتے ہیں .....تو جب یہ عمل پوشیدہ اور مخفی رکھنا قلبی اصلاح کے لئے زیادہ درست اور نفع بخش ہو، نیز اللہ جل جلالہ کی طرف رجوع کرنے کے اعتبار سے زیادہ مد اور باعث خشوع وخضوع ہو تو وہ اس عمل کو پوشیدہ رکھتے ہیں، مگر جب عبادات کے اعلان اور اظہار میں اسلام کی کوئی مصلحت پنہاں ہو اور عام مسلمان ان کے طریقۂ عبادت کی پیروی کرتے ہوں، تو پھر وہ اسے کھلے عام ادا کرتے ہیں اور ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ عمل کی جانب دیکھتا ہے کہ کون سا عمل کس طرح کی ادائیگی سے زیادہ درست اور صحیح ہے؟ تو عبادت میں جونسا طریقہ بھی زیادہ درست اور زیادہ منفعت بخش ہوگا، وہی عمل زیادہ کامل اور افضل ہوگا۔

"وَالدَّلِيْلُ مِنَ السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ: حَدِيْثُ جِبْرَائِيْلَ الْمَشْهُوْرُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ« الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا» قَالَ: صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ:فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِيْمَانِ، قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»، قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: «مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ»، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: «أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ» قَالَ: فَمَضَى فَلَبِثْنَا مَلِيًّا فَقَالَ: (يَاعُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ)؟ قُلْتُ: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: هٰذَا جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ أَمْرَ دِيْنِكُمْ (۵۹)

''اور دین کے ان تین درجات پر سنت مطہرہ سے دلیل نبی رحمت ﷺ کی یہ مشہور حدیث ہے جو حدیث جبرائیل علیہ السلام کے نام سے معروف ہے'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ''اس حال میں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک (اجنبی) آدمی ہماری مجلس میں وارد ہوا، جس کا لباس نہایت سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے اس پر سفر کے کوئی آثار (گردوغبار وغیرہ) بھی دکھائی نہ دیتے تھے اور نہ ہم میں سے کوئی ان کو جانتا تھا، تب وہ (اجنبی آدمی) رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھتے ہوئے دوزانوں ہو کر (باادب طریقہ سے) بیٹھ گیا، اور کہا: اے محمد! ﷺ مجھے بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اسلام یہ ہے کہ آپ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے (سچے) رسول ہیں اور یہ کہ آپ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان المبارک کے روزے رکھیں اور اگر زادِ راہ کی توفیق ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کریں۔''

اس نووارد (مسافر) نے (یہ سن کر) کہا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) ہم نے اس کی اس بات پر تعجب کیا کہ پہلے تو آپ (ﷺ) سے سوال کرتا ہے، پھر خود ہی تصدیق بھی کر رہا ہے، اس کے بعد اس نے کہا: مجھے بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، روز قیامت اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان رکھیں، یہ جواب سن کر اس اجنبی مسافر نے پھر کہا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس نے کہا (اے محمد! ﷺ) مجھے بتایئے کہ ''احسان'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''احسان'' یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس خشوع وخضوع، انابت، تذلل اور تضرع سے) کریں کہ گویا آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور اگر آپ عبادت میں اس بلند درجہ کو نہیں پا سکتے تو (کم از کم) یہ کیفیت ضرور ہونی چاہئے کہ وہ (حقیقی معبود) آپ کو دیکھ رہا ہے، تو پھر اس نے کہا: مجھے آپ ﷺ قیامت کے بارے میں بتائیں کہ کب آنے والی ہے؟ آپ (ﷺ) نے جواب میں فرمایا: کہ قیامت بپا ہونے کے بارے میں مسئول (جس سے سوال کیا جارہا ہے) سائل (سوال کرنے والے) سے زیادہ نہیں جانتا، تو اس پر اس (اجنبی مسافر) نے کہا: کہ اس قیامت کی علامات ہی بتادیں، آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: (قرب قیامت) حالات یہ ہوجائیں گے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی (مطلب یہ کہ اولاد اپنی ماں کو اپنی زرخرید نوکرانی تصور کرے گی۔ العیاذ باللہ) اور آپ دیکھیں گے کہ ننگے پاؤں، ننگے جسم، بھیڑ بکریاں چرانے والے (چرواہے) لوگ بڑی بڑی (بلند و بالا) عمارتیں کھڑی کرنے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ وہ اجنبی مسافر اتنی بات کرنے اور سن لینے کے بعد وہاں سے تو چلا گیا، مگر ہم تھوڑی دیر تک (سراسیمہ و خاموش) بیٹھے رہے، تب رسول اللہ (ﷺ) نے (ہم سے مخاطب ہوکر) فرمایا: اے عمر! (رضی اللہ عنہ) کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ سوال کرنے والا نووارد کون تھا؟ ہم نے کہا: ''اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ (ﷺ) نے بتایا کہ یہ جبریل امین (علیہ السلام) تھے، جو ایک اجنبی شخص کی صورت میں تمہیں، تمہارے اُمورِ دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔'' (متفق علیہ)

▣ ۵۰ اسے امام مسلم نے 'کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام' میں روایت کیا ہے، نیز اس حدیث کے زیادہ تر حصے کی شرح پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث پر ہماری (مراد شیخ صالح العثیمینؒ ہیں) مبسوط شرح 'مجموع الفتاوی والرسائل' ج ۳ ص ۱۴۳ میں موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


درسِ نظامی کے ساتھ تجوید و قراءاتِ عشرہ اور جدید مسائل و ضروریات پر مشتمل حسین نصابی امتزاج

# جامعۃ لاہور الاسلامیۃ (رحمانیہ)

انقلابی اِقدامات — تعلیمی اصلاحات — غیر معمولی توجہ

مدیر التعلیم حافظ حسن مدنی

اور نئے ولولہ و جذبہ کے ساتھ میدانِ علم میں

عرب جامعات کے فاضل، انتہائی قابل اور تجربہ کار علماء کرام شیوخ الحدیث اور نامور قراء کرام سے تعلیم و تربیت

گذشتہ سال سے شعبہ تجوید و قراءات کلیۃ القرآن الکریم میں استاذ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری کی نگرانی اور تدریس

- مثالی حاضری
- ماہوار ٹیسٹ
- مسابقات
- علمی مباحثے
- ۱۲ رسکول اساتذہ
- تکمیل نصاب
- بہترین فرنیچر
- تعلیمی نظم وضبط
- کھانے کا بہترین معیار
- تقریری و تحریری سرگرمیاں
- ششم تا بی اے سکول کی لازمی تعلیم
- سکول امتحانات کا ۹۰% نتیجہ
- ائیر کنڈیشنڈ کلاس روم
- جملہ سہولیات سے مزین
- جدید کمپیوٹر لیب میں کمپیوٹر کی مفت تعلیم
- اسلامی اخلاق و آداب
- اسباق کی تیاری پر خصوصی توجہ
- حکمت کی باضابطہ تعلیم اور مفت علاج

اس سال دو طلبہ کا مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ

۸۰ فیصد نمبر لینے والے تمام طلبہ کے لئے ماہوار ۳۰۰ روپے وظیفہ

20 اکتوبر تک داخلہ جاری

الداعی: حافظ عبد الرحمن مدنی (مدیر الجامعہ)

۹۱ ر بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری اصل

WWW.KITABOSUNNAT.COM

# معرفة نبيكم ﷺ

(نبی ﷺ کی پہچان)

الاَصْلُ الثَّالِثُ①: مَعْرِفَةُ نَبِيِّكُمْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ وَهَاشِمٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَقُرَيْشٌ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَرَبُ مِنْ ذُرِّيَّةِ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ عَلَيْهِ وَعَلَى نَبِيِّنَا اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامَ وَلَهُ مِنَ الْعُمُرِ: ثَلَاثٌ وَّسِتُّوْنَ سَنَةً مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ، وَثَلَاثٌ وَّعِشْرُوْنَ نَبِيًّا وَّرَسُوْلًا نُبِّئَ بِاِقْرَأْ، وَاُرْسِلَ بِالْمُدَّثِّرِ وَبَلَدُهُ مَكَّةَ وَهَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ"

"تیسرا اُصول: تمہارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی معرفت ہے" اور آپ ﷺ کا نام و نسب یہ ہے: محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف...... بنو ہاشم قبیلہ قریش سے اور قبیلہ قریش، عرب سے اور عرب، حضرت اسماعیل بن سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہما و علیٰ نبینا افضل الصلاۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ (ﷺ) نے کل تریسٹھ برس عمر پائی، جن میں سے چالیس برس بعثت و نبوت سے پہلے اور بقیہ تیئس سال بحیثیت نبی و رسول گزارے، آپ ﷺ کو: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ یعنی 'سورۂ علق' کی ابتدائی پانچ آیات مبارکہ کے نزول کے ساتھ نبوت کے پاکیزہ خلعت سے نوازا گیا اور ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ، ...... الآية﴾ یعنی 'سورۃ المدثر' کے نزول کے ساتھ بارِ رسالت سے مشرف ہوئے، آپ (ﷺ) کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور مدینہ طیبہ کی جانب آپ (ﷺ) نے ہجرت فرمائی۔"

① یعنی ان تین اُصولوں میں سے تیسرا اصول جن کی معرفت حاصل کرنا انسان پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واجب ہے اور وہ یہ ہیں:

بندے کا اپنے رب کی، اپنے دین کی اور اپنے نبی (ﷺ) کی معرفت حاصل کرنا اور جہاں تک بندے کی اپنے رب (پروردگار) اور اپنے دین کی معرفت کی بات ہے، تو اس بارے میں کلام (گفتگو قبل ازیں) گزر چکی ہے اور بندے کی اپنی نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی معرفت کا جہاں تک تعلق ہے تو (اس معرفت کا حصول) پانچ اُمور کو متضمن (یعنی شامل) ہے:

☜ **پہلا امر:** کہ آپ ﷺ کے سلسلۂ نسب کی پہچان کی جائے۔ آپ ﷺ نسب کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اعلیٰ اور معزز تھے، آپ ﷺ خاندانی لحاظ سے ہاشمی، قریشی اور خالص عربی ہیں اور (جیسا کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) آپ محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم..... آخر تک ہیں۔

☜ **دوسرا امر:** آپ (ﷺ) کی عمر، آپ (ﷺ) کی جائے ولادت اور آپ (ﷺ) کی جائے ہجرت وغیرہ تفاصیل سمیت معلوم کی جائیں، جیسا کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ نے ان امور کا تذکرہ اپنے اس بیان میں کیا ہے: وَلَهُ مِنَ الْعُمُرِ ثَلَاثٌ وَسِتُّوْنَ سَنَةً وَبَلَدُهُ مَكَّةَ وَهَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ"..... "اور آپ (ﷺ) کی پوری عمر تریسٹھ برس تھی، آپ (ﷺ) کی جائے پیدائش مکہ شہر ہے اور آپ (ﷺ) نے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کی۔"

مطلب یہ ہے کہ آپ (ﷺ) مکۃ المکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہاں آپ (ﷺ) نے اپنی عمر مبارک کے ترپن (۵۳) سال گزارے، پھر آپ (ﷺ) نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں آپ (ﷺ) نے بقیہ دس برس بسر کئے، تو اس طرح آپ (ﷺ) نے پورے تریسٹھ (۶۳) برس مکمل ہو جانے پر بعد از ہجرت گیارہویں سال ربیع الاول کے مہینے میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔

☜ **تیسرا امر:** آپ (ﷺ) کے عرصۂ نبوت و رسالت کی معرفت حاصل کرنا اور یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے تیئس برس کی مدت ہے اور جب آپ (ﷺ) کی طرف وحی کا آغاز ہوا، تو اس وقت آپ (ﷺ) کی عمر مبارک چالیس برس تھی، جیسا کہ آپ (ﷺ) کے شعرائے کرامؓ میں سے کسی ایک کا شعر ہے:

وَاَتَتْ عَلَيْهِ اَرْبَعُوْنَ فَاَشْرَقَتْ
شَمْسُ النُّبُوَّةِ مِنْهُ فِيْ رَمَضَانَ

''اور جب آپ (ﷺ) کی عمر مبارک کے چالیس برس پورے ہوئے تو رمضان المبارک (کے بابرکت) مہینے میں آپ (ﷺ) کی ذات اطہر سے خورشید نبوت جگمگانے لگا۔''

**چوتھا امر:** کس دلیل کی بناء پر آپ (ﷺ) 'نبی' تھے اور کس دلیل کی بناء پر آپ (ﷺ) 'رسول' تھے؟ آپ (ﷺ) اللہ جل شانہٗ کے اس فرمان کے نازل ہونے پر نبوت سے سرفراز کیے گئے: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ، الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ (العلق:۱۔۵)

''اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھیے، جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا (اور) انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا (اور) انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ (سرے سے) جانتا ہی نہ تھا۔''

پھر آپ (ﷺ) منصب رسالت سے بہرہ ور فرمائے گئے، جب اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمان نازل ہوا: ﴿يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ، وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ، وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ (المدثر:۱تا۷)

''اے محمد (ﷺ) جو کمبل اوڑھے سو رہے ہو، اٹھیے! اور (لوگوں کو بُرے انجام سے) ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجیے اور اپنے کپڑے پاک، صاف رکھیے اور گندگی سے دور رہیے اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے احسان نہ کیجیے اور اپنے پروردگار کی خاطر صبر کیجیے۔''

تب آپ (ﷺ) اس آیتِ کریمہ کے نزول پر، منصبِ رسالت کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہو گئے، آپ (ﷺ) نے اپنی قوم کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایا اور اللہ عزوجل کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حکم کی بجا آوری کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔“

☆ اور ’نبی‘ اور ’رسول‘ میں فرق کے بارے میں اہل علم حضرات کہتے ہیں: ”کہ ’نبی‘ وہ ہے جس کی جانب شریعت (بذریعہ وحی) نازل کی جائے، مگر وہ اس شریعت طاہرہ کی تبلیغ کا پابند نہ بنایا جائے اور ’رسول‘ وہ ہستی ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ شریعت (بذریعہ وحی) نازل فرمائے اور اسے اس کی تبلیغ اور اس پر عمل کرنے کا بھی حکم فرمائے، تو علمائے کرامؒ کے اس قول کی بناء پر ہر رسول نبی ہوتا ہے جبکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

**پانچواں امر:** آپ (ﷺ) کو کون سا بنیادی پیغام دے کر بھیجا گیا اور کیوں؟ آپ (ﷺ) کو (تمام بنی نوع انسان کی طرف) اللہ عزوجل کی توحید کا پیغام دے کر اور اس (جل جلالہ) کی شریعت طاہرہ دے کر، جو ہر اُمر معروف (نیکی) کی بجا آوری اور ہر اُمر منکر (برائی) کو ترک کرنے پر مشتمل ہے، بھیجا گیا ہے، نیز آپؐ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، تا کہ آپ (ﷺ) دنیا کے باسیوں کو، کفر و شرک اور جہالت کی ظلمتوں (اندھیروں) سے نکال کر، علم وعرفان اور ایمان و توحید کی روشنی سے بہرہ ور کر دیں، یہاں تک کہ وہ آپ (ﷺ) کی اس ہدایت و رحمت کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا و خوشنودی سے مشرف ہو کر، اس کی تیار کردہ سزا اور ناراضگی سے بھی بچ سکیں۔

بَعَثَهُ اللهُ بِالنَّذَارَةِ عَنِ الشِّرْكِ، وَيَدْعُوْ إِلَى التَّوْحِيْدِ ④ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿يٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ، وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ، وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ (المدثر: ۱تا۷) وَمَعْنٰى ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ يُنْذِرُ عَنِ الشِّرْكِ وَيَدْعُوْ إِلَى التَّوْحِيْدِ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ أَيْ عَظِّمْهُ بِالتَّوْحِيْدِ ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ أَيْ طَهِّرْ أَعْمَالَكَ عَنِ الشِّرْكِ ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ الرُّجْزُ: الْأَصْنَامُ وَهَجْرُهَا: تَرْكُهَا، وَالْبَرَاءَةُ مِنْهَا وَأَهْلِهَا، أَخَذَ عَلٰى هٰذَا عَشَرَ سِنِيْنَ يَدْعُوْ إِلَى التَّوْحِيْدِ ⑤ وَبَعْدَ الْعَشْرِ عُرِجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ ⑥

”اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو شرک سے ڈرانے، اور توحید کی دعوت دینے کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبعوث فرمایا۔ اس بات کی دلیل اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے:۔ ''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اٹھو، اور خبردار کرو، اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو، اور گندگی سے دور رہو اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے احسان نہ کرو اور اپنے پروردگار کی خاطر صبر سے کام لو۔''

مفردات کی شرح: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ آپ (ﷺ) ان لوگوں کو شرک سے ڈرائیں اور توحید کی طرف دعوت دیں۔

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾: توحید کے ساتھ ساتھ اپنے پروردگار کی عظمت اور کبریائی بیان کریں۔

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾: اپنے اعمال کو شرک سے پاک رکھیں۔

﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾: الرُّجز کا معنی اَصنام (بت) اور فَاهجُر کا مطلب یہ ہے، کہ جس طرح، اب تک آپ (ﷺ) ان سے دور رہے ہیں، اسی طرح انکے بنانے والوں اور پوجنے والوں سے دور رہیں، اور ان بتوں اور ان کے پجاری مشرکوں سے بیزاری اور براءت کا اظہار کریں..... آپ (ﷺ) نے اس بنیادی نقطۂ (توحید) پر دس سال صرف کئے اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف دعوت دیتے رہے، دس سال کے بعد آپ (ﷺ) کو آسمانوں کی سیر (معراج) کرائی گئی۔''

▣ ② مطلب یہ کہ دنیا والوں کو شرک سے ڈرائے اور بچائے اور اللہ عزوجل کی توحید ربوبیت، توحید الُوہیت اور توحید اسماء وصفات کی طرف دعوت دے۔

▣ ③ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ میں خطاب اور نداء اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔

▣ ④ اللہ جل شانہٗ کے اس فرمان ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ میں، اللہ عزوجل، اپنے نبی (ﷺ) کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ اس فریضۂ رسالت کو پوری محنت، تگ و دو اور جانفشانی سے اَدا کریں، لوگوں کو شرک کے خوفناک انجام سے ڈرائیں اور اس میں واقع ہونے سے بچائیں، جیسا کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے بھی ان آیات مبارکہ کی تفسیر (اسی انداز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


سے) کی ہے۔

▣⑤یعنی اللہ کے نبی ﷺ نے اس بنیادی نقطۂ توحید پر دس سال صرف کئے اور اس دوران آپ (ﷺ) مسلسل لوگوں کو اللہ کی توحید طرف اور اسی یکتا ذات کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔

▣⑥ کلمہ العُرُوج کا مطلب ہے الصُّعُودُ یعنی بلندی کی طرف چڑھنا اور اسی سے اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے: ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ (المعارج:۴)

''جس (اللہ تعالیٰ) کی طرف روح اور فرشتے ایک دن میں چڑھتے ہیں''.....

اور یہ (معراج) اللہ کے نبی ﷺ کی بڑی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے قبل بہرہ وَر فرمایا اور تفصیل اس واقعۂ معراج کی یہ ہے: کہ آپ (ﷺ) کعبہ مشرفہ میں حجر (یعنی حطیم مقام) میں سو رہے تھے کہ ایک آنے والے (فرشتے) نے آ کر آپ (ﷺ) کے سینۂ اَطہر کے اوپر ہنسلی سے لے کر نیچے بطن اطہر تک پیٹ کھولا، آپ (ﷺ) کے قلبِ اطہر کو نکالا اور اس مبارک سفر (اسراء ومعراج) کے لئے تیاری کے طور پر آپ (ﷺ) کے دل کو حکمت اور ایمان سے بھر دیا، پھر وہ فرشتہ اپنے ساتھ ایک سفید رنگ کا جانور (سواری کے لئے) لایا، جو قد وقامت میں خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اور جس کا نام 'براق' تھا (اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ) وہ اپنی نگاہ کی مسافت کی حد تک اپنا ایک قدم رکھتا تھا، آپ (ﷺ) اس پر سوار ہوئے اور (اس مبارک سفر میں) آپ (ﷺ) کے رفیق اور ساتھی حضرت جبریل روح الامین علیہ السلام تھے، یہاں تک کہ آپ (ﷺ) بیت المقدس پہنچے، وہاں اتر کر آپ (ﷺ) تمام انبیاء اور رسولوں (علیہم السلام) کے امام بنے، سب نے آپ (ﷺ) کے پیچھے نماز پڑھی، تاکہ اس امامت سے آپ ﷺ کی فضیلت اور شرف وکمال عیاں ہو جائے اور یہ بھی کہ آپ (ﷺ) ہی سب کے امام اعظم اور مقتدیٰ ہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد اَزاں (سفر معراج میں) میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ (ﷺ) کو لے کر آسمان دنیا (پہلے آسمان) کی طرف چڑھے اور آسمان میں داخلے کا دروازہ کھٹکھٹایا، اس پر اندر سے کہا گیا کہ: کون ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ''جبریلؑ ہوں، پھر پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا محمد (ﷺ) ہیں۔ پھر کہا گیا: کیا آپ (ﷺ) کو بلا بھیجا گیا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں تب اندر سے کہا گیا، 'خوش آمدید' کتنا ہی مبارک او راچھا ہے آنے والے کا آنا، پھر آپ (ﷺ) کے لئے (پہلے آسمان کا) دروازہ کھول دیا گیا، تو وہاں آپؐ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کھڑے پایا، حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ (ﷺ) سے کہا: یہ آپ کے باپ آدمؑ ہیں، انہیں سلام کہئے تو آپ (ﷺ) نے ان کو سلام کہا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا، اور پھر کہا: صالح (نیک) بیٹے اور صالح نبی کا آنا مبارک ہو.....اور

وہاں ناگہاں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے سعادت مند لوگوں کی روحیں ان کے دائیں طرف اور بُرے اور بد بخت لوگوں کی روحیں ان کے بائیں طرف تھیں، تو جب حضرت آدم علیہ السلام دائیں جانب (نیک ارواح کو) دیکھتے تو خوش ہوتے اور ہنستے اور جب بائیں جانب (برے اور بد بخت لوگوں کی ارواح کو) دیکھتے تو رونے لگتے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ (ﷺ) کو لے کر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا.....اور وہی سوال و جواب ہوئے، جو پہلے آسمان پر ہوئے تھے، تو جب دروازہ کھولا گیا، تو آپ (ﷺ) نے وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو موجود پایا، جو ایک دوسرے کے رشتے میں خالہ زاد بھائی ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت یحییٰ وعیسیٰ (علیہما السلام) ہیں، ان کو سلام کہئے آپ (ﷺ) نے ان کو سلام کہا تو ان دونوں نے آپ (ﷺ) کے سلام کا جواب دیا، پھر ان دونوں نے کہا: ''صالح بھائی اور صالح نبی کا آنا مبارک ہو''

پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ (ﷺ) کو لے کر تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اور آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا..... اور وہی سوال و جواب ہوئے، جو پہلے اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے، جب دروازہ کھولا گیا، تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یوسف (علیہ السلام) ہیں۔ ان کو سلام کہئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو سلام کہا، حضرت یوسف (علیہ السلام) نے سلام کا جواب دیا اور کہا: ''صالح بھائی اور صالح نبی کا آنا مبارک ہو۔'' ..... پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر چوتھے آسمان کی طرف چڑھے اور آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا ..... اور بعینہٖ وہ سوال و جواب ہوئے جو پہلے تین آسمانوں کے دروازے کھلوانے پر ہوئے تھے'' پھر جب یہ دروازہ بھی کھول دیا گیا، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں، آپ ان کو سلام کہئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ادریس علیہ السلام کو سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کا یہاں آنا مبارک ہو۔'' .....

پھر حضرت جبریل علیہ السلام، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لے کر پانچویں آسمان کی جانب چڑھے اور آسمان کا دروازہ کھولنے کے لئے دستک دی ..... اور وہی سوال و جواب ہوئے جو پہلے آسمانوں پر ہوئے تھے۔ پھر جب دروازہ کھول دیا گیا، تو وہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون بن عمران (علیہ السلام) کو موجود پایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون (علیہ السلام) ہیں، ان کو سلام کہئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور یہ بھی کہا: ''صالح بھائی اور صالح نبی کا آنا مبارک ہو۔'' .....

پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر چھٹے آسمان کی طرف چڑھے اور دروازے پر دستک دی، ..... اور دونوں طرف سے وہی سوال و جواب ہوئے، جو پہلے آسمانوں پر ہوئے تھے۔ دروازہ کھلنے پر، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں حضرت موسیٰ کلیم اللہ (علیہ السلام) کو پایا، حضرت جبریل (علیہ السلام) نے کہا: یہ موسیٰ (علیہ السلام) ہیں، آپ ان کو سلام کہئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو سلام کہا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہنے لگے: صالح بھائی اور صالح نبی کا یہاں آنا مبارک ہو۔'' ..... پھر جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے چلے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے رونا شروع کر دیا، آپ (علیہ السلام) سے کہا گیا: کہ آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک لڑکا میرے بعد نبیؐ بنا کر بھیجا گیا، جس کی امت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


لوگ، میری امت کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں جنت میں جائیں گے۔''

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا، ان کی اپنی امت کا، ان فضائل سے محروم رہ جانے کے غم میں تھا (جس کی بناء پر وہ کثیر تعداد میں جنت میں جانے سے محروم ہوگئے) نہ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت سے حسد کی بناء پر'' ..... پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھولنے کے لئے دستک دی، اندر سے آواز آنے پر وہی سوال و جواب ہوئے، جو قبل ازیں تمام آسمانوں پر ہوئے تھے ..... پھر جب ساتویں آسمان کا دروازہ کھلا تو وہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو پایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے باپ (جدامجد) ابراہیم علیہ السلام ہیں، آپ ان کو سلام کہیئے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو سلام کہا: انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بیٹے اور صالح نبی کا آنا مبارک ہو۔''

اور حضرت جبریل الأمین علیہ السلام نے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رفاقت میں، ان انبیاء علیہم السلام سے اس لئے ملاقات کی تاکہ (اس مبارک سفر میں) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شرف و کمال اور عزت و تکریم ظاہر ہوجائے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ساتویں آسمان پر اس ''بیت معمور'' (فرشتوں کے قبلہ) کی طرف اپنی کمر کے سہارے ٹیک لگائے ہوئے تھے، جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے (عبادت اور طواف کے لئے) داخل ہوتے ہیں، وہ نماز پڑھتے ہیں اور پھر باہر نکل آتے ہیں اور پھر وہ دوسرے دن واپس نہیں لوٹتے، بلکہ ان کے علاوہ اور فرشتوں کا گروہ عبادت وطواف کے لئے آتا ہے، جن کو اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ بعد ازاں اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سِدرَۃُ المنتَھٰی کی طرف اٹھایا گیا اس سدرۃ المنتھٰی کو اللہ کے حکم سے جن دلفریب، پررونق اور حسین وجمیل اشیاء نے ڈھانپ لیا ہے، ان کے حسن و جمال اور کمال کو بیان کرنا کسی کے بس میں نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، جس پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ (ﷺ) راضی ہوئے، (بارگاہ الٰہی میں) سرِتسلیم خم کیا..... پھر آپ (ﷺ) واپس ہوئے، تو جب موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے پوچھا: کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا کچھ فرض کیا ہے؟ آپ (ﷺ) نے جواب دیا، ہر دن پچاس نمازیں، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے، بلا شک آپ کی امت ان فرائض کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھے گی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو خوب آزمایا ہے اور بنی اسرائیل کو (خاص طور پر) خوب جانچا پرکھا ہے، لہٰذا آپ اپنے پروردگار کی طرف جایئے اور اس سے اپنی امت کے لئے تخفیف (یعنی نمازوں کو کم کرنے) کی درخواست کیجئے..... تو اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے رب کے پاس واپس گیا، تو میری درخواست پر میرے رب نے مجھ سے دس نمازیں کم کردیں، اور اسی طرح میں بار بار (موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر) اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوتا رہا، اس سے کمی اور تخفیف کی درخواست کرتا رہا، یہاں تک فرض نمازیں صرف پانچ رہ گئیں، تو ایک منادی (آواز دینے والے) نے آواز دی: ''میں نے فریضۂ عبادت جاری و نافذ کردیا اور اپنے بندوں پر آسانی کردی ہے''۔

اور اسی معراج کی شب، اللہ کے نبی ﷺ کو جنت کی سیر کرائی گئی، تو آپ (ﷺ) نے اس میں موتیوں کے بنے ہوئے قبہ نما (محلات) دیکھے، جن کی مٹی مسک (کستوری) تھی، پھر آپ (ﷺ) واپس زمین کی طرف اُترے، یہاں تک کہ آپ (ﷺ) رات کے وقت (صبح کے) گہرے اندھیرے میں مکہ مکرمہ تشریف لائے اور صبح (فجر) کی نماز وہاں (مکہ مکرمہ) میں ادا کی۔''(۶۰)

وَفُرِضَتْ عَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَصَلَّى فِيْ مَكَّةَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ ۞ وَبَعْدَهَا أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ ۞ إِلَى الْمَدِيْنَةِ

''اور آپ (ﷺ) پر (ہر دن اور رات میں) نماز پنجگانہ فرض کی گئی، آپ (ﷺ) تین سال تک مکہ مکرمہ میں نماز ادا کرتے رہے، اس کے بعد آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم مل گیا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

▣⑦اور آپ (ﷺ) مکہ مکرمہ میں 'رباعی نماز' دو رکعت پڑھتے تھے، یہاں تک کہ آپ (ﷺ) نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے، مدینہ منورہ نزول اجلال فرمایا، تو یہی دو رکعت، سفر کی نماز ٹھہری اور حضر (یعنی اقامت کی حالت میں پڑھی جانے والی) نمازیں بڑھا دی گئیں۔

▣⑧اللہ عزوجل نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا، اس لئے کہ اہل مکہ نے آپ (ﷺ) کو دعوت حق سے (سختی) سے روکا اور بعثت نبوی کے تیرہویں سال، ربیع الاول کے مہینے میں اللہ کے نبی ﷺ "وحی الٰہی" کے پہلے مقدس شہر مکہ مکرمہ، جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک تمام مقامات میں سے سب سے بڑھ کر محبوب مقام ہے، سے (اللہ کی راہ میں) مہاجر کی حیثیت سے مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ (ﷺ) اپنے پروردگار کے حکم سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کے لئے نکل کھڑے ہوئے، اس کے بعد کہ آپ (ﷺ) نے مسلسل تیرہ برس (وہاں کے باسیوں کو) پیغام حق پہنچایا۔ ان کو عَلٰی وَجہِ الْبَصِیرَۃِ دعوتِ توحید دی، مگر قریش اور دیگر قبائل کے اکثر سرکردہ لوگوں کی جانب سے سوائے اس دعوت کے انکار و اعراض (منہ موڑنے) کے اور پھر رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو انتہائی کڑی تکالیف و مصائب سے دوچار کرنے کے، اور کچھ نہ پایا، یہاں تک کہ معاملے کی شدت نے ان مخالفین کو ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے تک پہنچا دیا کہ انہوں نے مکر و فریب اور دھوکہ دہی سے اللہ کے نبی (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) قتل تک کرنے کے لئے خفیہ سازشیں تیار کرنا شروع کر دیں اور وہ اس طرح کہ ان (دسیسہ کار کافروں) کے بڑے سرکردہ سرداران اپنے دارالندوۃ (ایوان پارلیمنٹ) میں یہ سازشی جال بننے کے لئے، آپس میں مشورہ کی غرض سے اکٹھے ہوئے کہ وہ ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون سا رویہ اور طریقہ اختیار کریں؟، خصوصاً، جب اُنہوں نے آپ (ﷺ) کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرتے ہوئے دیکھا، اس لئے کہ خود اللہ کے رسول بھی عنقریب مدینہ میں اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے، پھر وہ وہاں کے رہنے والوں (یعنی انصار) سے (اور ان مہاجرین سے) مدد اور نصرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طلب کریں گے، اور مدینہ کے لوگ (انصار) تو وہ ہیں، جنھوں نے اللہ کے رسول (ﷺ) کے ہاتھ پر اس جذبے سے بیعت کی ہے کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کا ان کے مخالفین اور دشمنوں سے اسی طرح دفاع کریں گے، جس طرح وہ اپنے دشمنوں سے، اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کا دفاع کرتے ہیں، اور انجام کار یہ ہوگا کہ اس (رسول اللہ ﷺ) کا قریش پر غلبہ ہوگا اور وہ خود اس مدینہ کی ریاست کا حکمران ہوگا۔

ان کی آپس کی گفتگو جب اس مرحلہ میں داخل ہوئی تو اللہ کے دشمن ابوجہل نے اپنی رائے پیش کی، کہ ہم قبائل عرب کے ہر قبیلہ سے ایک مضبوط اور تنومند جوان کا انتخاب کرتے ہیں، پھر ہم ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک قاطع (یعنی تیز دھار اور کاٹ رکھنے والی) تلوار دیتے ہیں، یہ سب نوجوان اکٹھے ہو کر محمد (ﷺ) کا گھیراؤ کر لیں پھر اس پر یکبار پل پڑیں اور ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیں، تو اس طرح ہم اس سے چھٹکارا پا کر سکھ کا سانس لیں گے، نیز محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کا یہ طریقہ اختیار کرنے سے عرب کے تمام قبائل میں اس کا خون بٹ جائے گا اور بنو عبد مناف (یعنی نبی ﷺ) کا خاندان اپنی پوری قوم سے ٹکر لینے کی سکت نہیں رکھ سکے گا اور بالآخر وہ اس کی دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے، تو ہم سب مل کر انہیں یہ دیت (آسانی سے) ادا کر دیں گے۔

کفار و مشرکین کی اس ناپاک سازش سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو آگاہ کر دیا، اور آپ (ﷺ) کو ہجرت کا حکم فرمایا، ہجرت مدینہ کے سلسلے میں (آپؐ کے یارِ غار) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے تیار بیٹھے تھے کہ اللہ کے نبی (ﷺ) نے ان سے فرمایا: اے ابوبکر ذرا ٹھہر جایئے، مجھے اُمید ہے کہ (عنقریب اللہ کی طرف سے) مجھے ہجرت کی اجازت مل جائے، اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت و رفاقت کی تڑپ میں رُک گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اس وقت کہ جب نصف النھار کی چمکدار دوپہر کو ہم ابوبکرؓ (یعنی اپنے والد محترم) کے گھر پر تھے کہ اچانک رسول اللہ (ﷺ) خلاف معمول دروازے پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تشریف لائے تو ابوبکرؓ (میرے والد محترم) نے کہا: ''میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر فدا (قربان) ہوں اللہ کی قسم! اس وقت آپ (ﷺ) کو کوئی نہایت اہم معاملہ یہاں تک لایا ہے۔'' تب اللہ کے نبی ﷺ اندر تشریف لائے اور (میرے والد محترم) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ''جو بھی اور فرد گھر پر ہے، اسے اپنے سے علیحدہ کر دو، تو انہوں نے کہا: اگر کوئی ہے تو وہ آپ کی اہلیہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) ہی ہے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں! تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: آپؐ کی مصاحبت میں (میں بھی جاؤں گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس پر حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے: میری ان دو سواریوں میں سے ایک سواری کو (زادِ راہ کے طور پر) قبول فرمایئے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (مفت میں نہیں) قیمتاً لوں گا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر سے نکلے اور ''جبل ثور'' کی غار میں تین راتیں متواتر ٹھہرے رہے۔ آپؐ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ رات بسر کرتے تھے۔ جو ایک ذہین وفطین اور ہوشیار نوجوان تھے۔ وہ روزانہ رات کے آخری پہر مکہ پہنچ جایا کرتے اور صبح کے وقت 'قریش مکہ' کے درمیان ہوتے وہ اللہ کے نبی (ﷺ) اور آپؐ کے ساتھیوں کے بارے میں، جو بھی کوئی نئی خبر سنتے، اسے فوراً ازبر کر لیتے اور جب رات کا اندھیرا چھانے لگتا، تو واپس غارِ ثور کے قریب (آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو) وہ خبر آ سناتے، اب تو قریش مکہ نے اللہ کے نبی (ﷺ) اور آپ کے ساتھیوں کی تلاش اور جستجو میں ہر حربہ استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا، یہاں تک کہ انہوں نے آپ (ﷺ) اور آپؐ کے یار غار دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کو پکڑ کر لانے والے کے لئے ایک سو اونٹ انعام کا اعلان کر دیا، لیکن دشمنوں کی یہ سب کوششیں اکارت گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ تھا، اپنی عنایت سے ان دونوں کی حفاظت اور نگہبانی فرما رہا تھا، یہاں تک کہ قریش کا ایک (کھوج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لگانے والا) گروہ اسی غار ثور کے دھانے پر آ کھڑا ہوا، لیکن وہ آپ ﷺ اور آپؐ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہ دیکھ سکے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خود کہتے ہیں: ''میں نے اللہ کے نبی ﷺ سے کہا (اس وقت کہ جب ہم غار میں تھے) کہ ان (کفار) میں سے کوئی ایک اگر اپنے پاؤں کی طرف (یعنی نیچے) دیکھ لے، تو وہ ہم کو دیکھ لے گا، تو آپ (ﷺ) نے (کمال اطمینان اور سکون سے) فرمایا: «لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا» ''کہ اے ابوبکرؓ، غم نہ کر، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، تیرا ان دو شخصوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کا تیسرا اللہ ہے؟''[۶۱] ..... یہاں تک کہ جب ان دونوں ہستیوں کے بارے میں تلاش اور جستجو میں کچھ کمی ہوئی، تو یہ تین راتوں کے بعد غار سے نکلے، اور (اوپر سے لمبا چکر کاٹ کر) سمندر کے ساحلی راستے کو اختیار کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے۔''

☆ اور اہل مدینہ کے مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) نے جب سے یہ سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لانے کے لئے مکہ سے نکل چکے ہیں، تب سے وہ روزانہ صبح کے وقت آپ (ﷺ) اور آپؐ کے ساتھیوں کے ورود مسعود کا 'حرۃ' مقام تک آ کر انتظار کرتے اور دھوپ کے شدت اختیار کرتے پر وہ واپس اپنے گھروں کو لوٹ جاتے، پھر وہ (سہانا) دن بھی آ گیا جس میں ماہتابِ رسالت رسول اللہ ﷺ نے (اپنے ساتھیوں سمیت) مدینہ منورہ میں اجلال نزول فرمایا۔ حسبِ معمول دن کا خاصا حصہ آگے بڑھ گیا تھا اور گرمی میں تیزی آ چکی تھی، مدینہ کے باسی طویل انتظار کے بعد (مایوس ہو کر) آج بھی اپنے گھروں کی طرف پلٹ چکے تھے، کہ اچانک اہل یہود میں سے ایک آدمی مدینہ کے اونچے قلعوں (یعنی ٹیلوں) میں سے کسی ٹیلے پر اپنی ضرورت کی کوئی چیز دیکھنے کو چڑھا، تو اس کی نگاہ رسول اللہ (ﷺ) اور آپؐ کے ساتھیوں پر پڑی، جو ریت کے سراب کو بھسم کرتے ہوئے مدینہ کی جانب آ رہے تھے، تو اس آدمی سے نہ رہا گیا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ اس نے بلند آواز سے پکارا: کہ عرب کی جماعت! یہ رہا تمہارا نصیبہ اور تمہاری عزت وشرف (کا نشان اعلیٰ) جس کے تم عرصہ سے منتظر تھے مسلمانوں نے یہ اعلان سنتے ہی (خوشی اور مسرت کے جذبات میں لبریز) رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لئے اور آپ ﷺ کی اس دن تعظیم وتکریم اور آپ ﷺ کی قوت وجلالت کے اظہار کے لئے، نیز آپ (ﷺ) کی ذات اور دین اسلام کے مخالفین، اور دشمنوں سے آپؐ کے دفاع اور حفاظت کے کئے گئے عہد کی تجدید کی غرض سے اپنے اوپر ہتھیار بھی سجا لئے، اور حرۃ مقام پر جا کر آپ (ﷺ) اور آپؐ کے دوسروں ساتھیوں سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ آپ (ﷺ) اہل مدینہ کے مہاجرین وانصار کے جلو میں اپنی دائیں سمت چلے اور قباء مقام پر قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا۔ آپؐ وہاں ایک ہفتہ، عشرہ یا اس سے کم مدت ٹھہرے اور اسلام کی پہلی مسجد (مسجد قباء) کی بنیاد رکھی، بعد ازاں آپ (ﷺ) نے مدینہ کی جانب کوچ فرمایا اور لوگ اس وقت بھی آپؐ کے ساتھ تھے اور دیگر اہل مدینہ مختلف راستوں میں آپ ﷺ کی رفاقت کی سعادت پانے لگے۔''

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ خود فرماتے ہیں: جب ہم نے مدینہ میں قدم رکھا تو لوگ استقبال کے لئے مختلف راستوں اور گھروں کی چھتوں پر سے اُمڈ پڑے جبکہ مدینہ کے بچے اور خدام بلند آواز سے یہ کہہ رہے تھے:

"اَللّٰهُ أَكْبَرُ جَآءَ رَسُوْلُ اللهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ جَآءَ مُحَمَّدٌ ﷺ"

''اللہ بہت بڑا ہے، رسول اللہ (ﷺ) تشریف لے آئے، اللہ بہت بڑا ہے، محمد ﷺ تشریف لے آئے۔''

وَالْهِجْرَةُ: الانْتِقَالُ مِنْ بَلَدِ الشِّرْكِ إِلَى بَلَدِ الإِسْلامِ⁽⁹⁾ وَالْهِجْرَةُ فَرِيضَةٌ عَلَى هٰذِهِ الأُمَّةِ مِنْ بَلَدِ الشِّرْكِ إِلَى بَلَدِ الإِسْلامِ⁽¹⁰⁾ وَهِيَ بَاقِيَةٌ إِلَى أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَأُولٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا فَأُولٰئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۷﴾

''اور 'دارِ شرک' سے 'دارِ اسلام' کی طرف منتقل ہو جانے کا نام 'ہجرت' ہے اور یہ شرکیہ علاقے یا شہر سے اسلامی علاقے یا شہر کی طرف ہجرت اور نقل مکانی کرنا اس اُمتِ محمدیہ (ﷺ) پر فرض ہے اور یہ فریضہ قیامت تک باقی رہے گا اس بات کی دلیل اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے:

''جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں، تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے، انہوں نے جواب دیا کہ زمین میں کمزور اور مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا اللہ (تعالیٰ) کی زمین وسیع نہ تھی، کہ تم اس میں ہجرت کرتے، یہ وہ لوگ ہیں، جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے، ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔'' (النساء: ۹۷ تا ۹۹)

▣ ⑨ الهِجرَةُ لغت میں الهَجر سے لیا گیا ہے، جس کا مطلب 'چھوڑ دینا' ہے، اور شریعت کی اصطلاح میں الهِجرَة سے مراد جیسا کہ اس کی تعریف شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کی ہے: "الانْتِقَالُ مِنْ بَلَدِ الشِّرْكِ إلى بَلَدِ الإِسْلَامِ"

''بلد (شہر یا علاقہ) شرک سے 'بلدِ اسلام' کی طرف منتقل ہونا۔''

اور 'بلدِ شرک' وہ مقام ہے، جہاں کفر کے شعائر کھڑے کئے جائیں اور اسلام کے شعائر جیسے اذان، باجماعت، نماز پنجگانہ، عیدین کا انعقاد اور نماز جمعہ وغیرہ کا عام اور ہر جگہ اہتمام نہ کیا جائے اور ہم نے یہاں 'عام' جو کہ ہر جگہ کو شامل ہے، کہنے کی ضرورت اس لئے محسوس کی ہے، تاکہ اس کی قید سے وہ مقامات اور غیر مسلم ممالک نکل جائیں، جہاں مسلم اقلیت کی بناء پر اسلامی شعائر کا اہتمام تو کیا جاتا ہے مگر بہت ہی محدود دائرے میں رہ کر ان کی اجازت دی جاتی ہے، تو ایسے علاقے اور ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور بعض مخصوص جگہوں پر ہی محدود دائرے میں رہتے ہوئے ان اسلامی شعائر کا انعقاد کر سکتے ہوں، تو وہ اسلامی شہر یا اسلامی ممالک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں ہیں، 'دیار اسلام' وہی ہوسکتے ہیں، جہاں مکمل مذہبی آزادی ہو اور وہاں اسلامی شعائر عمومی طور پر اور ہر جگہ منعقد ہوتے ہوں۔

▣⑩ یعنی یہ ہجرت ہر اس مومن پر واجب ہے، جو بلد کفر (دارالکفر) میں ہو اور اپنے دین اور اس کے شعائر کے اظہار کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو اگر وہ بغیر ہجرت کے اپنے دین کے اظہار کی طاقت نہ رکھے، تو اس کا ہجرت کے بغیر اسلام ہی مکمل نہ ہوگا، کیونکہ جس 'عمل' کو کئے بغیر، واجب (فرض) ادا نہ ہوتا ہو تو اس 'عمل' کو بجالانا واجب (یعنی (فرض) ہو جاتا ہے۔

▣⑪ قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾

میں اس بات کی دلیل موجود ہے "کہ وہ لوگ، جنہوں نے ہجرت کی قدرت و طاقت ہوتے ہوئے بھی ہجرت نہ کی تو موت کے فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کرتے ہوئے ان کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور ان سے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی، کہ تم اس میں کہیں ہجرت کر جاتے؟ مگر وہ کمزور اور بے بس لوگ، جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے، ان کی ہجرت سے عاجزی اور بے بسی کی بناء پر ان سے درگزر فرما دی، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ (رحیم و کریم) کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلف (یعنی پابند) نہیں کرتے۔" (النساء: ۹۷ تا ۹۹)

وقَولُه تَعَالى: ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ﴾ (العنکبوت:۶۵) قَالَ الْبَغَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالى: سَبَبُ نُزُولِ هٰذِهِ الآيَةِ فِي الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ بِمَكَّةَ لَمْ يُهَاجِرُوا، نَادَاهُمُ اللّٰهُ بِاسْمِ الإِيمَانِ® وَالدَّلِيلُ عَلَى الْهِجْرَةِ مِنَ السُّنَّةِ قَوْلُهُ ﷺ(۶۲) «لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا»(۳)

''اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: ''اے میرے وہ بندو، جو ایمان لائے ہو، میری زمین وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی کرو۔'' امام بغویؒ، اس آیت کی شان نزول کے بارے میں کہتے ہیں: ''یہ آیتِ کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہ کی تھی اللہ جل مجدہ نے انہیں ایمان کے نام سے پکارا ہے۔ اور سنت مطہرہ سے ہجرت کی دلیل رسالتِ مآب ﷺ کا یہ اِرشاد گرامی ہے: ''جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا تب تک ہجرت کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوگا اور توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہ ہوگا، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا (یعنی جب تک قیامت قائم نہیں ہوتی)''

▣ (۲) اس عبارت کے ظاہر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ نے اسے امام بغویؒ سے معنوی اعتبار سے اخذ کیا ہے اور اس کا امام موصوفؒ سے نقل کیا جانا تب ہی درست ہوگا کہ اگر اسے اس آیتِ کریمہ کی محض تفسیر کے حوالے سے لیا جائے، وگرنہ امام بغویؒ کی آیت ہذا کی تفسیر کے تحت اس طرح کی اور ان الفاظ میں عبارت مذکور نہیں۔

▣ (۳) اور قرب قیامت، آفتابِ مشرق کے بجائے، مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی وہ گھڑی ہے، جب انسان کے نئے نیک اعمال اور توبہ کی قبولیت کا وقت ختم ہو جائے گا، اللہ جل شانہ اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ إِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام:۱۵۸)

''جس دن آپؐ کے پروردگار کی کوئی نشانی آ گئی، تو اس وقت کسی کا ایمان لانا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پیشتر ابھی تک ایمان نہ لایا ہو، یا اپنے ایمان کی حالت میں نیکی کے کام نہ کیے ہوں۔''

اس آیت میں ﴿بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ﴾ سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

WWW.KITABOSUNNAT.COM

# تتمہ

**[ہجرت کے حوالے سے ہم یہاں کفر و شرک والے علاقوں اور ممالک کی طرف سفر کرنے کا حکم ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں]**

تو ہم اس بارے یہ کہیں گے کہ کفار و مشرکین کے ممالک کی طرف سفر کرنا تین شرائط کے بغیر شرعاً جائز نہیں:

- **پہلی شرط:** کہ انسان کے پاس اتنا ٹھوس اور پختہ علم ہو، جس کے ذریعے وہ شکوک و شبہات کو دور کر سکے اور اپنے آپ کو بچا سکے۔
- **دوسری شرط:** وہ دینی اعتبار سے اتنا پختہ اور ثابت قدم ہو کہ شہوات اور حیوانی خواہشات میں پڑنے سے وہ بچ سکے۔
- **تیسری شرط:** کہ وہ ان ممالک کی طرف سفر کرنے کا محتاج اور ضرورت مند ہو۔

اگر یہ مذکورہ شروط پوری نہ ہوں، تو ایک مسلمان کے لئے کفار و مشرکین کے ممالک کی جانب سفر کرنا اس لئے جائز نہیں، کہ ایک تو اس کے 'فتنہ' میں واقع ہوجانے کا ڈر ہے اور دوسرے، سراسر نافرمانی کے اس سفر میں بہت سا مال بھی خرچ ہوجاتا ہے، اس لئے کہ انسان ان جیسے سفروں میں بہت زیادہ مال و دولت بلاضرورت خرچ کر بیٹھتا ہے۔

☆ اور اگر انسان کو کسی انتہائی اشد ضرورت کی بناء پر سفر کرنا پڑ جائے، جیسے علاج یا آپریشن کی غرض سے یا ایسے جدید منفعت بخش علوم کے حصول کے لئے، جو اس کے اپنے ملک میں ناپید ہوں، اور پھر اس کے پاس اس حد تک علم اور دینی و روحانی قوت بھی ہو، جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے، تو ایسی صورت میں سفر کی ممانعت نہیں۔

لیکن اگر یہی سفر کفار و مشرکین کے ممالک کی محض سیر و سیاحت کے لئے ہو، کسی اور ضرورت و مصلحت کی بناء پر نہیں اور پھر اسی سیر و تفریح کی غرض سے کسی اسلامی ملک میں سفر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا اس کے بس میں ہو، جہاں شعائر اسلام کی پاسداری کرنے والے کثرت سے ہوں، تو ایسے میں کافر ملک کی طرف جانا قطعاً جائز نہیں، جبکہ آج کے دور میں ہمارے مسلمانوں کے شہر (الحمدللہ) اور کئی ایک ممالک سیر وسیاحت کے اعتبار سے بہت ہی موزوں اور مناسب ہیں، لہٰذا ایک مسلمان کے لئے یہ بہت مناسب اور آسان ہے کہ وہ کچھ وقت کے لئے ایسے ممالک اور جگہوں کا رخ کرے، جہاں وہ ایام تعطیلات گزار کر اپنا جی بہلا سکے۔

اور جہاں تک ایک مسلمان کے لئے کفروشرک کے ممالک میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا تعلق ہے، تو اس کے، مسلمان کے دین پر، اس کے آداب و اخلاق پر اور کردار پر بڑے خوفناک اور تباہ کن نتائج مرتب ہوتے ہیں، ہم نے خود اور ہمارے علاوہ دیگر لوگوں نے بہت سے اشخاص کو وہاں رہتے ہوئے، دین سے منحرف ہوکر، یا فسق و فجور میں لت پت اور یا پھر (العیاذ باللہ) اپنے دین سے مرتد ہوکر واپس لوٹتے دیکھا ہے، اور ان کی دین و مذہب سے نفرت کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دین سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ بقیہ تمام ادیان و مذاہب کے نہ صرف منکر ہوئے، بلکہ اس دین سے وابستہ ہونے والی پاکیزہ ہستیاں (السَّابِقُونَ الأَوَّلُون) اور متاخرین میں سے جو اسلام لائے، سب کے سب ان ملحدوں اور مرتدوں کے استہزاء اور مذاق کا نشانہ بنے (اور اب بھی یہ صورت حال جاری ہے۔ (العیاذ باللہ) .....اسی لئے، یہ بات از حد ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کے اخلاقی تحفظ اور دینی و ایمانی تشخص کی بقاء کے لئے ٹھوس اور مضبوط اقدامات ہونے چاہئیں اور قانونی اعتبار سے بھی ایسی شروط وضع کی جائیں، جو مسلمانوں کو ان ہلاکت خیزیوں اور تباہ کاریوں سے روک سکیں۔

## بلادِ کفروشرک میں اقامت (ٹھہرنے) کی دو بنیادی اور ضروری شرطیں

☜ <u>پہلی شرط:</u> سکونت اختیار کرنے والے شخص کا دین و ایمان محفوظ و مامون ہو، اس اعتبار سے کہ اس کے پاس اتنا مضبوط علم و ایمان اور عزیمت کی قوت و طاقت موجود ہو، جس کی بناء پر وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہ سکے اور انحراف و گمراہی سے بھی بچ سکے، اور ساتھ ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اہل کفر کی محبت اور ان سے تعلقات سے دور رہتے ہوئے، ان سے نفرت اور عداوت کو اپنے دل میں سمائے رکھے، اس لئے کہ کفار و مشرکین سے محبت و عقیدت رکھنا اور ان سے تعلقات استوار رکھنا، ایمان کے منافی امور میں سے ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ (المجادلۃ:۲۲) ''تو جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، آپ کبھی انہیں ایسا نہ پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی لگائیں، جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا بیٹے ہوں، یا بھائی یا (سارے) کنبہ (وقبیلہ) والے ہوں۔''

اور سورۃ المائدۃ میں حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ. فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ﴾ (آیت:۵۱،۵۲)

''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر تم میں سے کسی نے ان کو دوست بنایا، تو وہ بھی انہی میں سے ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپؐ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے، وہ انہی (یہود و نصاریٰ) میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں، کہتے ہیں: کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں، ہوسکتا ہے کہ جلد ہی اللہ (مومنوں کو) فتح عطا فرما دے، یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کردے، تو جو کچھ یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں، ان پر نادم ہوکر رہ جائیں گے۔''

اور صحیح حدیث میں نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«أَنَّ مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ، وَأَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» (۶۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''کہ جس شخص نے کسی قوم سے محبت کی تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا، اور بے شک آدمی اسی کے ساتھ (ہوگا) جس کے ساتھ اس نے محبت کی ہوگی۔''

اور اللہ کے دشمنوں سے محبت، ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی خطرے کی چیز ہے، اس لئے کہ ان کی محبت اصل میں ان کی موافقت اور ان کی پیروی کو مستلزم ہے، (یعنی اسے لازم قرار دیتی ہے) یا پھر کم از کم ان کی (دین کے خلاف ہر) بات کو رد کرنے سے بھی روکتی ہے، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے: «مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ»

''کہ جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انہی میں سے شمار کیا جاتا ہے۔''

☜ **دوسری شرط:** کہ سکونت پذیر شخص کے لئے وہاں (دار الکفر والشرك) میں اپنے دین وایمان کا کھلے عام اظہار ممکن ہو، اس طرح سے کہ وہ بغیر کسی ممانعت کے دین کے شعائر کا اہتمام اور اس پر عمل پیرا ہونے کا ہر طرح سے مجاز ہو، مثلاً: فرض نمازوں کو باجماعت اور جمعۃ المبارک کی نماز کو ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اگر وہاں اس کے ساتھ اور لوگ ہوں جو اس کے ساتھ ان نمازوں اور جمعۃ المبارک کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہتے ہوں۔ اسی طرح اسے دیگر شعائر دین (اور ارکان دین) یعنی زکوٰۃ، روزے اور حج وغیرہ کی ادائیگی کی ممانعت نہ ہو، اگر ایسا ممکن نہیں تو ان حالات میں اس پر ہجرت واجب ہونے کی وجہ سے اس کا کفار ومشرکین کے ملک میں ٹھہرنا بھی جائز نہیں۔

صاحب المغنی نے اپنی کتاب کے ج ۸، ص ۴۵۷، پر، ہجرت کے ضمن میں، لوگوں کی مختلف اقسام ذکر کرتے ہوئے کہا: کہ ان میں سے لوگوں کی ایک تو وہ قسم ہے، جن پر ہجرت واجب ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت کی طاقت تو رکھتے ہوں مگر 'بلاد کفار' میں اپنے دین کا اظہار ان کے لئے ناممکن ہو، اور وہ کفار کے درمیان رہتے ہوئے اپنے دین کے واجبات پر بھی عمل پیرا نہ ہو سکتے ہوں، تو ایسے لوگوں پر اللہ عزوجل کے اس فرمان کی بناء پر ہجرت کرنا فرض ہو جاتی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مَاوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء:۹۷)

''جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے رہے، جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں، تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔'' تو فرشتے انہیں جواب میں کہتے ہیں: ''کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت بری بازگشت ہے۔''

آیتِ ہذا میں یہ شدید ترین وعید، ہجرت کے وجوب (فرض) پر دلالت کرتی ہے، اور اس لئے بھی کہ دین کے واجبات پر 'عمل' ہر اس شخص پر واجب ہے، جو اس کی طاقت رکھتا ہو، اور دین اسلام میں ہجرت تو ''واجب کی ضرورت'' اور اس کے تتمہ (تکمیل) میں سے ہے، اور جس 'عمل' کو ادا کئے بغیر واجب پورا نہ ہوتا ہو، تو اس عمل کو بجالانا بھی واجب ہوتا ہے۔

☆......اور ان مذکورہ دو بنیادی شرطوں کے بیان کے بعد 'دارکفر و شرک' میں سکونتِ کئی ایک صورتوں میں منقسم ہو جاتی ہے اور وہ اقسام درج ذیل ہیں:

**پہلی قسم:** کہ آدمی 'دارکفر' میں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے اور اس میں رغبت دلانے کے لئے رہائش اختیار کرے اور اس کی یہ کاوش، جہاد کی ایک قسم ہے اور جو اس پر قدرت رکھے، اس کے لئے یہ 'فرض کفایہ' کا حکم رکھتی ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس کی وہاں یہ دعوت ایک تو بار آور ثابت ہو اور دوسرے یہ کہ نہ کوئی اس کو یہ دعوت دینے سے منع کرتا ہو، اور نہ اس دعوت کو لبیک کہنے (یعنی قبول کرنے) والے کی راہ میں کوئی روک لگاتا ہو، اس لئے کہ اسلام کی طرف دعوت دینا، دین کے واجبات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں (علیہم السلام) کا طریقہ اور وظیفہ ہے، اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنی امت کے ہر فرد کو اور ہر جگہ پر اپنی شریعت طاہرہ کے احکامات و پیغامات پہنچانے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً»(۶۴) ......''مجھ سے لی ہوئی خواہ ایک ہی آیت (اور حدیث) ہو تو اس کو (آگے میری اُمت تک) پہنچا دو۔''

**دوسری قسم:** کہ وہ 'بلادِ کفر و شرک' میں رہتے ہوئے کافروں اور دشمنانِ دین کے احوال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی بابت آ گاہی رکھے، نیز ان کے عقائد کی خرابیوں، طریقۂ عبادت کے بطلان، اخلاقی انحطاط اور ان کے کردار و گفتار کے بگاڑ پر کڑی نگاہ رکھتا ہو، تا کہ عام لوگوں کو (خاص طور پر جاہل مسلمانوں کو) ان کے دامِ فریب میں آنے سے ڈرا اور بچا سکے، اور ان کفار کی طرف رشک آلود نگاہوں سے دیکھنے والوں پر ان کی حقیقت آشکارا کر سکے، تو بلادِ کفر میں ایسی اِقامت (سکونت) جہاد ہی کی ایک قسم ہے اور یہ اس لئے کہ یہ دعوت اپنے نتائج و ثمرات کے اعتبار سے اہل اسلام کو، کفر اور اہلِ کفر سے بچانے اور عامۃ النّاس کو اسلام کی طرف ہدایت پر مشتمل ہے، کیونکہ کفر کا بگاڑ و فساد اسلام کی اصلاح و فلاح کی دلیل ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الاَشْيَاءَ" کہ اشیاء کی حقیقت، اپنی مخالف اشیاء سے نکھر کر سامنے آ جاتی ہے۔"

☆......مگر یہاں اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے کہ داعی کی یہ دعوت، جس مقصد کے لئے ہو، وہ مقصد اپنے سے بڑھ کر کسی فساد کے رونما ہوئے بغیر بَرگ و بار لائے اور اگر اس داعی کو اس دعوت کا کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہ ہو سکے اور وہ اس طرح کہ وہاں کے کفار و مشرکین اس کو اپنے باطل عقائد اور بگاڑ کی اشاعت (اور ان کے ردّ) سے روک دیں تو تب اس شخص کے وہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں، اسی طرح اگر اس (داعی) کو اس دعوت کے مثبت نتائج تو مل رہے ہیں، مگر ساتھ ہی وہ دعوت اپنے فوائد اور مصالح سے بڑھ کر مفاسد و مضرات کے سر اٹھانے کا سبب بن رہی ہے مثلاً: اس کی دعوت کے ردِعمل میں مخالفین، اسلام، اہلِ اسلام، رسولِؐ اسلام اور دیگر ائمہ اسلام کو سب وشتم (گالی گلوچ) کا نشانہ بنانے لگے ہوں، تو ایسے حالات میں اس کا دعوت سے رُک جانا واجب ہے اور اس کی دلیل اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"(اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، اِنہیں گالی نہ دو، ورنہ یہ لوگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے، اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تو جو کچھ یہ کرتے رہے، اس کی انہیں وہ خبر دے دے گا۔" (الانعام:۱۰۸)

اور اسی کے مشابہ یہ بھی ہے کہ کوئی مسلمان شخص، کافروں کے کسی ملک میں محض اس غرض سے ٹھہرے کہ وہاں رہ کر وہ مسلمانوں کے حق میں کفار اور مسلمانوں کے دشمنوں کی جاسوسی کے فرائض انجام دے سکے اور ان کی تیار کردہ خفیہ سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے اہل اسلام کو متنبہ کر سکے، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے غزوۂ خندق میں، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مشرکوں کی طرف بھیجا تھا تاکہ وہ ان کی (جنگی چالوں اور) سرگرمیوں کی خبریں معلوم کر سکیں۔ (۶۵)

**تیسری قسم:** کہ وہ شخص 'مسلمان ملک' یا اسلامی ریاست کی ضرورت یا اس کے کافر ملکوں کے ساتھ انتظامی امور کو منظم اور مربوط کرنے کی خاطر مقیم ہو، جیسے سفارتخانوں کے ملازمین یا عملہ ہے، تو ان کا حکم بھی اس شخص کے حکم جیسا ہے، جو اسلامی ملک کی مصلحت اور فائدے کے لئے کافر ملک میں ٹھہرا ہو، اسی طرح مثال کے طور پر 'اسلامی ثقافت' کا ترجمان اور ماہر ذمہ دار وہاں رہتے ہوئے، مسلمان طلباء کے حالات اور ان کی دن رات کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہوئے، اُن کی اخلاقی اقدار و روایات کی نگرانی کرتے ہوئے اور ہمہ وقت ان کو دین اسلام کی پاسداری کرنے اور دین کے اخلاق و آداب کو اپنائے رکھنے اور ہمہ وقت اور ہمہ جا اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ تو ایسے شخص کے وہاں رہنے سے ایک بڑی مصلحت اور منفعت کا حصول ممکن ہے اور ساتھ ہی ایک بڑے شر اور فساد کا خاتمہ بھی۔

**چوتھی قسم:** کہ آدمی کسی خاص اور جائز ضرورت کی بناء پر وہاں ٹھہر جائے، جیسے تجارت (کاروبار) یا علاج وغیرہ ہے، تو ایسے حالات میں ضرورت پوری ہونے تک وہاں ٹھہرنا جائز ہے اور اہل علم حضرات (رحمہم اللہ!) نے کاروباری مقاصد کی غرض سے کافر ملک میں ٹھہرنے یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اس کی طرف سفر کرنے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور انہوں نے اس کی دلیل بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و واقعات سے لی ہے۔

☜ **پانچویں قسم:** کہ آدمی کسی کافر ملک میں تحصیل علم اور کسی علمی شعبہ میں تحقیق و تدریس کے لئے ٹھہرے اور یہ صورت سابقہ ضرورت کی ہی ایک قسم ہے، کہ جہاں انسان کسی ضرورت کے پیش نظر مقیم ہو، لیکن یہ اس کی نسبت زیادہ خطرناک، اور ایک سکونت پذیر مسلمان شخص کے دینی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کے اعتبار سے زیادہ سخت بھی ہے۔ (والعیاذُ باللہ) تو بلا شبہ ایک طالب علم اپنے استادوں کے مرتبے کو جانتا اور ان کی شخصیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے، اور استادوں کی اپنے شاگرد کے ہاں قدر و منزلت براہ راست اس کے اخلاق و کردار پر اثر انداز ہوتی اور پھر اس شاگرد کو ان کے افکار و آراء اور آداب سلوک کو اپنانے پر اکساتی اور انگیخت دلاتی ہے اور اس میدان میں اکثر لوگ اپنے استادوں کی ہی سیرت و کردار کے اَسیر ہوتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے، جن کو اللہ تعالیٰ بچائے رکھتا ہے اور وہ بہت ہی کم تعداد میں ہیں۔

پھر طالب علم اپنے استاد کے ہاں اپنی ضرورت سے بھی بخوبی آگاہ ہوتا ہے اور یہی ضرورت اس کے دل کو استاد کی محبت کی طرف مائل کرتی اور جس دینی انحراف اور گمراہی پر وہ گامزن ہوتا ہے، اس کے بارے میں شاگرد میں مداہنت کا سبب بنتی ہے اور پھر طالب علم جس تعلیمی ادارے میں مقیم ہوتا ہے، وہاں اس کے ساتھی اور دوست ہوتے ہیں، جن سے وہ محبت کرتا، ان سے لین دین رکھتا اور دیگر ضروریات پوری کرتا ہے، ان سب امور کے ہوتے ہوئے ایک نوخیز طالب علم کے اخلاق و کردار کے بگاڑ کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے، لہٰذا اس قسم کے لوگوں کے بارے میں حفاظتی اقدامات دوسروں کی نسبت زیادہ ضروری ہیں۔ لہٰذا ''دیارِ کفر'' میں ان کے دین و ایمان اور اخلاق و کردار کے تحفظ کی خاطر ان دو بنیادی شرطوں (جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) کے علاوہ درج ذیل اضافی شروط کو اپنانا لازم ہوگا:

☜ **پہلی شرط:** کہ طالب علم عقل کی پختگی اور سوچ و بچار میں اتنی اونچے درجے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


صلاحیت رکھتا ہو، کہ وہ آسانی سے منفعت بخش اور نقصان دہ چیز میں فرق کرسکتا ہو اور کسی بھی چیز کے نفع ونقصان کے بارے میں وہ 'مستقبل بعید' میں بھی گہری نظر رکھتا ہو۔ اور جہاں تک چھوٹی عقل اور ناسمجھی کی عمر کے بچوں کو طلب علم اور پڑھائی کے لئے ایسی جگہوں میں بھیجنے کا تعلق ہے، تو یہ ان کے دین اور ان کے اخلاق و کردار کی بربادی کے لئے بہت بڑا اور سنگین خطرہ ہے، پھر یہ نونہال اپنی قوم وملت کے لئے بھی بہت بڑے خطرے کا باعث ہوں گے، جن کی طرف انہوں نے پلٹ کر آنا ہے اور وہاں آکر وہ ان کے دل و دماغ میں وہ زہر اتاریں گے، جو انہوں نے (دارِ کفر میں رہتے ہوئے) کفار سے لیا تھا، جیسا کہ اس قسم کے واقعات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں اور ناقابل تردید حقائق بھی ایسے واقعات پر شاہد ہیں، کہ بہت سے ایسے لوگ جو تعلیم وتعلم کے لئے ''دیارِ کفر وشرک'' میں بھیجے گئے، اور واپسی پر وہ کمزور ایمان کی پونجی سے بھی محروم تھے، وہ اپنے دینی تشخص اور اچھے اخلاق و کردار سے بیگانہ اپنے ساتھ کفر والحاد کو ساتھ لے کر آئے، اور خود اپنے لئے اور اپنی قوم وملت کے لئے بھی فساد و بگاڑ کا سبب بنے۔ (والعیاذ باللہ من ذلك) اور یہاں یہ بات ہم (ببانگ دہل کہیں گے) کہ ان جیسے حالات میں کم عمر اور مذکورہ شرائط سے تہی دامن لوگوں کو دیارِ کفر بھیجنا، بھیڑ بکریوں کو، چیڑ پھاڑ کرنے والے کتوں کے آگے پھینک دینے کے مترادف ہے۔

**دوسری شرط:** کہ 'دیارِ کفر' میں مقیم طالب علم کے پاس اس حد تک شرعی علم ہو، جس کی وساطت سے وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرسکتا ہو، اور حق کی ضرب سے باطل کا قلع قمع کرسکتا ہو، تاکہ باطل کی جس روش پر اہل کفر چلے ہوئے ہیں، کہیں وہ ان سے متاثر ہوکر دھوکہ نہ کھا جائے، یا ان کے جھوٹ کو، سچ نہ سمجھ بیٹھے، یا حق اور باطل اس پر خلط ملط نہ ہو جائیں یا اس (باطل) سے بچنے سے وہ عاجز نہ آجائے اور پھر وہ حیران وششدر باطل کی پیروی میں نہ لگ جائے..... اور دعائے مسنون میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

«اللّٰهُمَّ أَرِنِيْ الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِيْ اتِّبَاعَهُ وَأَرِنِيْ الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِيْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اجْتِنَابَهُ، وَلَا تَجْعَلْهُ مُلْتَبِسًا عَلَيَّ فَأَضِلَّ »

''الٰہی! مجھے راہ حق دکھا دے اور (پھر) مجھے اس کی پیروی کی توفیق دے اور مجھے باطل رستے دکھا دے اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما دے، اور اس (حق و باطل کی) راہ کو مجھ پر خلط ملط نہ کر، کہ میں راہِ حق سے بھٹک کر گمراہ ہو جاؤں!''

**تیسری شرط:** کہ کفر وشرک کے ممالک میں سکونت پذیر طالب علم کے پاس اتنی دینی حمیت و جذبہ اور ایمانی غیرت ہو، جو اسے بے راہ روی سے بچا سکے اور کفر وفسق کی لعنتوں سے اسے محفوظ رکھ سکے، کیونکہ دینی اعتبار سے کمزور نوجوان، وہاں اِقامت کے دوران کفر وفسق کے فتنہ و فساد سے محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا، سوائے اس کے، جسے اللہ تعالیٰ بچائے رکھے، اور یہ اس معاشرے میں کفر وشرک کے طاقتور ہونے اور اس کے ردعمل میں دینی قوتوں کے انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے ہے، اور جب یہ الحادی اور طاغوتی قوتیں کسی بھی جگہ اپنی مخالف قوتوں کو کمزور اور ناتواں پاتی ہیں، فوراً اپنی تخریبی کارروائی کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ (وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہ)

**چوتھی شرط:** کہ طالب علم، اُس علم کی انتہائی زیادہ احتیاج رکھتا ہو، جس کے حصول کے لئے وہ وہاں ٹھہرا ہے اور یہ اس اعتبار سے کہ اس علم کے پانے میں عام مسلمانوں کی مصلحت کارفرما ہو، اور پھر اس جیسی تعلیم، اس کے اپنے ملک کے کسی مدرسہ یا تعلیمی ادارے میں نہ پائی جاتی ہو، اور نہ اس قسم کا کوئی ادارہ ہی موجود ہو، لیکن اگر وہ کوئی ایسا بیکار اور بے فائدہ علم ہے، جس میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو، یا اس جیسا تعلیمی ادارہ اس کے اپنے ملک یا کسی دوسرے اسلامی ملک میں موجود ہو، جہاں سے وہ تعلیم پانا اس کے لئے ممکن ہو، تو اس صورت میں اس کے لئے کفار ومشرکین کے درمیان رہ کر، اُن کے ملک میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ ایک تو اس کا ایسی جگہ پر ٹھہرنا اس کے دین اور اخلاقی اقدار کے لئے انتہائی خطرناک ہے اور دوسرا یہ کہ ایک بے فائدہ (بلکہ نقصان دہ) چیز کی طلب میں بہت زیادہ رقم خرچ ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

**چھٹی قسم:** کہ کوئی شخص باقاعدہ کفار ومشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرلے (یا کوئی طالب علم، کفار ومشرکین کے ساتھ تعلیمی ادارے میں سکونت اختیار کرے) تو ایسی اقامت، پہلی ذکر کردہ صورتوں سے، اس لئے زیادہ خطرناک اور بڑی نقصان دہ ہے کہ اہل کفر کے ساتھ مکمل اختلاط سے بڑا فتنہ وفساد جنم لے گا، اور پھر اس شخص کا یہ تصور کہ یہ لوگ یہاں کے مقامی باشندے ہونے کے ساتھ ساتھ تعداد میں بھی زیادہ ہیں، اور ان کے ساتھ لین دین، مؤدت و محبت رکھنا اور ان کے رسم ورواج کو اپنانا، یہاں ان کے وطن میں رہنے کے لئے اُس کی ایک مجبوری ہے، اور ان کے درمیان اِقامت کا تقاضا بھی۔ تو انجام کار یہ ہوگا کہ اس کے اہل خانہ کفار کے درمیان پروان چڑھیں گے، جہاں (نہ چاہتے ہوئے بھی) وہ ان کے طرز حیات، اخلاق وعادات اور غیر اسلامی رسومات کو اپنالیں گے، اور بسا اوقات تو دینی معاملات (اور خاص طور پر) عقائد وعبادات میں بھی (ان کی بدعات وخرافات میں) آنکھیں بند کئے پیروی کریں گے۔ (وَالْعِیاذُ بِاللّٰہ)

تو اس ضمن میں اللہ کے نبی ﷺ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں:

«مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ»(٦٦)

''جو مشرک کے ساتھ بیٹھا، اور اسکے ساتھ سکونت اختیار کی تو وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔''

یہ حدیث اگرچہ اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن (حقیقت کے بیان میں) اس کی ایک حیثیت اور رائے ہے، ''کہ سکونت میں اختلاط (یعنی بعض قوم کا کسی دوسری قوم کے ساتھ مل جل کر رہنا ان کی) مشابہت اور موافقت کا پیش خیمہ ہے۔''

قیس بن حازمؒ سے روایت ہے، وہ حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں: کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں، جس نے مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار کی، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین!) نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «لاتراء ی نارهما»(٦٧) کہ: ''ان (اہل ایمان اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشرکین) کو تو ایک دوسرے کی جلائی ہوئی آگ بھی نہیں دکھائی دی جانی چاہئے۔ (یعنی ان کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ ضرور ہونا چاہئے)''

اس حدیث کو امام ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ نے اپنی اپنی 'سنن' میں روایت کیا ہے اور اکثر راویوں نے اسے قیس بن حازم رحمہ اللہ (اور قیسؒ نے اللہ کے نبی ﷺ سے) یعنی 'مرسل' روایت کیا ہے (مطلب یہ کہ حضرت قیس بن حازمؒ اور اللہ کے نبی ﷺ کے درمیان کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے واسطے کے بغیر یہ حدیث 'مرسل' ہوگی)

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے محمد (یعنی امام بخاریؒ) سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: ''کہ صحیح یہ ہے کہ قیس بن حازمؒ کی اللہ کے نبی ﷺ سے یہ حدیث 'مرسل' ہے''

اگر معاملہ اس حد تک خطرناک ہو..... تو ایک مومن اس بات کو کیونکر گوارا کرسکتا ہے، کہ وہ 'بلادِ کفار' میں مستقل رہائش اختیار کرے، جہاں کھلے عام کفریہ شعائر کا پرچار ہوتا ہو اور اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے علاوہ، طاغوتی شیطانوں کے احکام وقوانین نافذ ہوں اور وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہو، اپنے کانوں سے سنتا ہو اور اس پر راضی بھی ہو، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اپنے آپ کو انہی کافروں کے ملکوں اور اقوام کی طرف منسوب کرتا ہو، اور وہ ، وہاں 'کافر معاشرے' میں اپنے اہل وعیال سمیت رہائش پذیر ہو، اور اس طرح مطمئن زندگی بسر کرتا ہو، جیسے وہ کسی مسلم معاشرے اور مسلمان ملک میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہے، اس کے باوجود کہ وہ اپنے اہل وعیال اور خاندان کے اخلاق وکردار اور دینی اقدار پر، اس کافر معاشرے کے بڑے خطرات اور زہریلے اثرات کے ہولناک اور تباہ کن نتائج سے بخوبی آگاہ بھی ہو۔

☆..... یہ 'بلادِ کفار' میں مسلمانوں کی اقامت کے حکم کے بارے میں مختصر سا بیان ہے اور جس حد تک ممکن ہوسکا ہے، ہم نے اسے عامۃ الناس کے فائدے کے لئے رقم کردیا ہے، اللہ عزوجل کے حضور دعاء ہے کہ وہ اس بیان کردہ حکم کو 'حق کے موافق' اور 'حقیقت کے مطابق' کرتے ہوئے، تمام مسلمانوں کو مستفید ومستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فَلَمَّا اسْتَقَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ أُمِرَ بِبَقِيَّةِ شَرَائِعِ الاسْلَامِ مِثْل: الزَّكَاةِ وَالصَّوْمِ، وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ وَالاذَان، وَالأمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ شَرَائِعِ الاسْلَامِ ⑭

''جب آپ (ﷺ) نے مدینہ منورہ میں مکمل طور پر اقامت اختیار کرلی، تو آپ (ﷺ) کو دین کے بقیہ احکام وشرائع مثلاً زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد، اذان، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ کا حکم دیا گیا)......''

⑭ کتاب کے مولف (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ!) کہتے ہیں: ''جب اللہ کے نبی ﷺ پوری طرح، مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے، تو آپ کو دین اسلام کے بقیہ احکام وشرائع کا حکم دیا گیا، اور امر واقع یہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے مکہ مکرمہ میں مسلسل دس برس تک لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دی، بعدازاں آپ (ﷺ) پر مکہ مکرمہ ہی میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں، پھر جب آپ (ﷺ) نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی، تو اس وقت تک آپ (ﷺ) پر زکوٰۃ، روزے، حج اور ان کے علاوہ دیگر اسلام کے احکام وشعائر وغیرہ فرض نہیں ہوئے تھے، اور مولف رحمہ اللہ کے کلام سے تو یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ زکوٰۃ اصلی اور تفصیلی اعتبار سے مدینہ میں ہی فرض کی گئی۔

اور بعض اہل علم (رحمہم اللہ!) کا کہنا ہے: کہ شروع میں زکوٰۃ مکہ میں فرض کی گئی، لیکن وہاں (مکہ میں) اس کے انصاب (حصص اور مصارف وغیرہ) اور ان میں سے ادائیگی کی واجب مقدار مقرر نہیں کی گئی جبکہ مدینہ میں زکوٰۃ تفصیلی اعتبار سے اپنے تمام انصاب کی حدود کے تقرر اور ادائیگی کی واجب شرح سمیت فرض ہوئی ...... یہ علماء اپنے اس قول کی موافقت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ زکوٰۃ کو واجب قرار دینے والی آیات کا ذکر مکی سورت میں ہوا ہے، جیسے سورۃ الانعام میں اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ ...... ''اور فصل اٹھاتے وقت اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرو۔'' (الانعام:۱۴۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور سورۃ المعارج میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ، لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (المعارج:۲۴،۲۵) ''اور وہ لوگ کہ جن کے اموال میں سوال کرنے والوں، اور (سوال سے بچنے کی بناء پر) محروم لوگوں کا ایک مقرر حق ہے۔''

علمائے کرامؒ کی آراء و اقوال تو سر آنکھوں پر، بہرحال زکوٰۃ کی فرضیت اس کے انصاب، اس کی ادائیگی کی واجب حد اور اس کے مستحقین، یہ سب تفاصیلی اَحکامات مدینہ منورہ میں نافذ کئے گئے، اور اسی طرح اذان اور جمعہ بھی مدینہ منورہ میں فرض ہوئے اور ظاہر سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز باجماعت بھی (مکہ مکرمہ کی بجائے) مدینہ میں فرض ہوئی، اس لئے کہ وہ اذان، جس میں 'نماز باجماعت' کی دعوت دی گئی ہے، ہجرت کے دوسرے سال مدینہ میں ہی فرض ہوئی تھی اور جہاں تک زکوٰۃ اور روزوں کا تعلق ہے تو وہ بھی ہجرت کے دوسرے سال فرض کئے گئے اور 'حج' اہل علم (رحمہم اللہ) کے اقوال میں سے راجح قول کے مطابق ہجرت کے نویں سال فرض ہوا اور یہ فرضیت اس وقت ہوئی، جب مکہ مکرمہ ہجرت کے آٹھویں سال فتح ہوجانے کے بعد ایک اسلامی شہر تھا۔

اور اسی طرح 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' اور ان کے علاوہ دیگر اسلام کے ظاہری شعائر سب کے سب مدینہ منورہ میں، اللہ کے نبی ﷺ کے پوری طرح قیام پذیر ہوجانے اور وہاں ایک مستقل اور مضبوط بنیادوں پر اسلامی ریاست کے قائم کرلینے کے بعد فرض کئے گئے۔''

أَخَذَ عَلٰى هٰذَا عَشْرَ سِنِيْنَ وَبَعْدَهَا تُوُفِّيَ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَدِيْنُهُ بَاقٍ ⑱ ''اور انہی امور کی تبلیغ پر آپ (ﷺ) نے دس برس گزار دیئے، تب آپ (ﷺ) نے وفات پائی، مگر آپ (ﷺ) کا دین تا قیام قیامت باقی رہے گا۔''

■⑱ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد، دس برس وہاں گزارے، پھر جب اللہ عزوجل نے آپ (ﷺ) کی ذات گرامی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذریعے اس دین حنیف کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور آپ (ﷺ) کے ذریعے اپنی اس نعمت عظمیٰ کو اہل ایمان پر پورا فرمالیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام اور صدیقین، شہداء اور امت کے صالحین (نیکوکار) پاکیزہ اور بلند و بالا شان و مقام والی ہستیوں کے ساتھ ملانے کے لئے پسند فرمایا، آپ (صَلَوَاتُ اللهِ وَ سَلَامهُ عَلَيْهِ) کے مرض وفات کی ابتداء، ماہ صفر کے آخر اور ربیع الاوّل کے شروع میں ہوئی، تو آپ (ﷺ) حالت مرض میں اپنے سر مبارک کو لپیٹے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے، منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور تشہد (یعنی اللہ کی تعریف کے ساتھ شہادتین) کے کلمات ادا فرمائے اور اس کے بعد سب سے پہلی گفتگو، جو آپ (ﷺ) نے اِرشاد فرمائی وہ ان شہداء کے لئے استغفار (اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنا) تھا جو غزوہ اُحد میں جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔

پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا: «إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللهِ خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللهِ» ''بلا شبہ، اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے، تو اللہ نے اسے دنیا اور جو کچھ اس اللہ کے پاس ہے، کے درمیان (کسی ایک چیز کو پسند کرنے کا) اختیار دے دیا، تو اس بندے نے وہ چیز پسند کرلی، جو اللہ کے پاس ہے۔'' آپ (ﷺ) کے اس کلام کا مفہوم (رمز شناس نبوت ؐ) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سمجھ لیا اور آپؓ رو پڑے اور کہا: ''میرے ماں باپ آپ ؐ پر فدا ہوں! ہم سب آپ پر، اپنے آباؤ اجداد، اپنی ماؤں، بیٹوں اور اپنی جانوں اور مالوں تک کو قربان کردیں گے، تب اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ذرا ٹھہر جایئے حوصلہ رکھئے اے ابوبکر! پھر ارشاد فرمایا: کہ لوگوں میں سب سے بڑھ کر اپنے مال اور اپنی رفاقت کے اعتبار سے مجھ پر احسان کرنے والا ابوبکر ہے، اگر میں اپنے رب کے علاوہ (اس دنیا میں) کسی کو دوست بنانے والا ہوتا، تو ابوبکرؓ کو اپنا دوست بناتا، لیکن میری اور اس کی دوستی و محبت کی بنیاد، دین اسلام کا رشتہ ہے۔''(۶۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور آپ (ﷺ) نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر ہجرت کے گیارہویں سال، ربیع الاول کی بارہویں یا تیرہویں تاریخ کو سوموار کا دن تھا کہ اللہ عزوجل نے آپ (ﷺ) کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دی۔ پھر جب آپ (ﷺ) کی ذاتِ اقدس پر نزع کی گھڑی شروع ہوگئی، تو آپ (ﷺ) اپنا دستِ مبارک اپنے پاس رکھے ہوئے پانی کے برتن میں داخل کرتے اور اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے اور ساتھ ہی یہ الفاظ آپ (ﷺ) کی زبان فیضان ترجمان پر جاری تھے۔«لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ» ''کہ اللہ واحد کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں، یقیناً موت کی بڑی سختیاں ہیں۔'' پھر اپنی نگاہوں سے آسمان کی وسعتوں کی جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھا اور فرمایا: «اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الاَعْلٰى»(٦٩) کہ ''اے اللہ! اے اعلیٰ شان والے رفیق، اپنی رفاقت عطاء فرما!''...... اور اسی دن آپ (ﷺ) نے رحلت فرمائی اور تو لوگ آپ (ﷺ) کی جدائی اور صدمے سے بے قرار و نڈھال ہوگئے، اور ان کا ایسا ہونا حق بجانب تھا، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں آئے، منبر رسول (ﷺ) پر چڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد (تعریف) وثناء بیان کی، پھر فرمایا:

حمد وثنائے رب ذوالجلال کے بعد اے لوگو! ''تم میں جو شخص محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا، (تو وہ سن لے) کہ یقیناً محمد (ﷺ) فوت ہوگئے ہیں اور جو شخص اللہ واحد کی عبادت کرتا تھا، (تو وہ بھی سن لے) کہ بے شک اللہ جل شانہٗ (حیؑ) ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت لاحق نہیں ہوسکتی، پھر آپؓ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ﴾ (آل عمران:۱۴۴)

''اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں، تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی اسلام چھوڑ دو گے) اور یہ بھی آیت پڑھی: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر:۳۰)'' (اے نبی!) بلاشبہ آپؐ کو مرنا ہے اور یہ بھی (سب) مرنے والے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر لوگ زار و قطار رونے لگے، ان کی گریہ زاری بڑھ گئی، جب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ اللہ کے نبی (ﷺ) واقعی فوت ہوگئے ہیں، آپ (ﷺ) کو عزت و تکریم کی خاطر آپؐ کے کپڑوں ہی میں غسل دیا گیا اور کچے دھاگے سے بنے ہوئے (بن سلے) سفید رنگ کے تین لفافہ نما کپڑوں کا، آپ (ﷺ) کو کفن پہنایا گیا، جس میں نہ قمیص تھی اور نہ پگڑی وغیرہ، بعد ازاں لوگوں نے آپ (ﷺ) پر بغیر امام کے، جنازہ (یعنی کثرت سے درود و سلام) پڑھا، پھر اس کے بعد جب آپ (ﷺ) کے خلیفہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) کے ہاتھ پر بیعت کا مرحلہ اختتام کو پہنچا، تو بدھ کی رات کو (حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا) میں آپؐ کو دفن کردیا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کی ذات گرامی پر آپؐ کے رب کی جانب سے ان گنت درود و سلام ہوں!"

وَهٰذَا دِينُهُ، لَا خَيْرَ إِلَّا دَلَّ الأُمَّةَ عَلَيْهِ، وَلَا شَرَّ إِلَّا حَذَّرَهَا مِنْهُ، وَالْخَيْرُ الَّذِيْ دَلَّ عَلَيْهِ: التَّوْحِيْدُ، وَجَمِيعُ مَا يُحِبُّهُ اللهُ وَيَرْضَاهُ، وَالشَّرُّ الَّذِيْ حَذَّرَ مِنْهُ، الشِّرْكُ وَجَمِيعُ مَا يَكْرَهُهُ اللهُ وَيَأْبَاهُ، بَعَثَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً⁽⁴⁹⁾ وَافْتَرَضَ اللّٰهُ طَاعَتَهُ عَلَى جَمِيعِ الثَّقَلَيْنِ: الجِنِّ وَالانْسِ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا⁽¹⁵⁾﴾ (الاعراف ۱۵۸)

"آپ (ﷺ) کے دین کا مختصر (مگر جامع و مانع خلاصہ) یہ ہے: کہ بھلائی اور نیکی کا کوئی کام ایسا نہیں کہ آپ (ﷺ) نے اپنی امت کو اس کی اطلاع نہ دی ہو اور بُرائی کا بھی کوئی کام ایسا نہیں کہ جس سے اپنی امت کو خبردار نہ کیا ہو، جس بھلائی کی طرف آپ (ﷺ) نے (اپنی امت کو) رہنمائی فرمائی ہے وہ توحید باری تعالیٰ اور ہر وہ کام، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جو اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے اور جس برائی سے آپ (ﷺ) نے (اپنی امت کو) روکا اور خبردار کیا ہے، وہ شرک اور ہر وہ کام ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا اور برا سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو پوری انسانیت (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث فرمایا اور ہر دو عالم جن و انس پر آپ (ﷺ) کی اطاعت و فرمانبرداری فرض قرار دی ہے، اور اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: "(اے محمد ﷺ!) آپ کہہ دیجئے، کہ اے لوگو! میں تم سب (انسانوں) کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑯ (بَعَثَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو، تمام دنیا کے لوگوں کی طرف اور قیامت قائم ہونے تک کے لئے اپنا آخری رسول بنا کر بھیجا ہے۔

⑰ اس آیتِ کریمہ میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ حضرت محمد ﷺ تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمائے گئے اور جس ہستی نے آپ کو منصب رسالت دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا ہے، وہ آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے مابین ہے، سب کا خالق و مالک ہے، زندہ کرنا اور مارنا اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ پاک ذات، جس طرح اپنی صفتِ ربوبیت میں یکتا ہے، اسی طرح وہ اپنی صفت الوہیت میں بھی واحد اور یکتا ہے، (جس میں اس کا کوئی شریک یا ساجھی نہیں ہوسکتا)

پھر اسی آیتِ کریمہ کے آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس "اُمی" (جو پڑھ لکھ نہ سکتا ہو) نبی اور رسول (ﷺ) پر ایمان لائیں، اور اسی کی پیروی کریں اور یہی ایمان اور پیروی، علمی و عملی، ارشادی و توفیقی ہر طرح کی ہدایت کے حصول کا سبب ہیں اور آپ (ﷺ) کی ذات گرامی دو جہانوں کی ساری مخلوقات کی طرف اللہ کا پیغمبر بن کر آئی ہے اور یہ دونوں جہانوں کی مخلوق جن و انس ہیں، جنہیں ان کی کثرتِ تعداد کی بناء پر اس نام سے موسوم کیا گیا ہے (ورنہ آپ کی رسالت و نبوت تو ہمہ گیر اور عالمگیر ہے) (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَأَكْمَلَ اللهُ تَعَالَى بِهِ الدِّيْنَ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾[18] (المائدۃ:5)

"اور اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کے ذریعے دین اسلام کو مکمل کیا، (یعنی دین و دنیا کے تمام مسائل کا حل پیش فرمایا، اور اس میں کسی قسم کی کوئی تشنگی اور کمی باقی نہیں چھوڑی، لہٰذا اب اس کامل دین میں نہ کوئی نئی چیز گھسیڑی اور ٹھونسی جاسکتی ہے اور نہ اس کی اصل سے کوئی چیز نکالی جاسکتی ہے) اور اس بات کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے: "آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے، اور تم پر اپنی اس نعمت کا اِتمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے 'اسلام' کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کرلیا ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

▣ ⑱ مطلب یہ ہے کہ آپ (ﷺ) کا لایا ہوا 'دین اسلام' تا قیام قیامت باقی اور جاری و ساری رہے گا، اور آپ (ﷺ) نے اپنی وفات حسرت آیات سے پہلے اپنی امت (مرحومہ) کو ان تمام امور اور معاملات سے اچھی طرح مطلع فرما دیا تھا، جن کی امت کو احتیاج تھی، یہاں تک کہ صحابی رسول حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ طَائِرًا يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا»[۷۰] کہ اللہ کے نبی ﷺ نے آسمان کی وسعتوں میں اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے کوئی پرندہ بھی نہیں چھوڑا کہ جس کی بابت آپ (ﷺ) نے ہمیں تعلیم نہ دی ہو۔"

اور مشرکین میں سے ایک آدمی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا: «لَقَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ حَتَّى الْخِرَاءَةَ» "کہ تمہارے نبیؐ نے تو تمہیں (سب کچھ سکھا دیا ہے) یہاں تک کہ خِرَاءَۃ یعنی قضائے حاجت کے آداب بھی بتا دیئے ہیں، یہ سن کر حضرت سلمان فارسیؓ کہنے لگے: ہاں آپ (ﷺ) نے ہمیں (قضائے حاجت کے دوران ان کاموں سے روکا ہے:

① ہم قبلہ رُخ ہو کر پاخانہ یا پیشاب کریں۔

② یا ہم استنجاء کرتے وقت تین پتھروں (مٹی کے ڈھیلوں) سے کم کا استعمال کریں۔

③ یا ہم دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں۔

④ یا ہم جانوروں کی لید (گوبر وغیرہ) اور ہڈی سے استنجاء کریں۔[۷۱]

تو اس طرح نبی مکرم ﷺ نے، اپنے قول، فعل اور تقریر کے ذریعے، خواہ ابتداء آپ (ﷺ) کی ذات گرامی سے ہوئی یا کسی سوال کے جواب میں پُورا دین (اُمت کے لئے کھول کھول کر) بیان فرما دیا اور دین کے سلسلے میں سب سے زیادہ وضاحت آپ (ﷺ) نے 'عقیدۂ توحید' کے بارے میں فرمائی (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆..... پھر آپ (ﷺ) نے جس بات کا بھی حکم دیا وہ امت (مرحومہ) کی معاد (آخرت) اور معاش (دنیا) ہر اعتبار سے بھلائی اور بہتری کا حکم تھا، اور اسی طرح جس چیز سے بھی آپ (ﷺ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے منع فرمایا، وہ امت کی معاد (آخرت) اور معاش (دنیا) ہر اعتبار سے شر اور برائی کا سبب تھا۔

اور دین کے اوامر ونواہی کے بجا لانے کے سلسلے میں بعض جاہل لوگ تنگی اور سختی کا شکوہ کرتے ہیں، تو یہ سراسر ان کی عقل وبصیرت میں خلل، صبر واستقامت کی کمی اور دینی کمزوری کے باعث ہوتا ہے، وگرنہ 'دین حنیف' کے بارے میں یہ عام اور معروف قاعدہ ہے: کہ اللہ رحیم وکریم نے دین کے اُمور میں ہم پر کوئی تنگی یا سختی نہیں کی اور دین سارا کا سارا آسان ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة:۱۸۵) ''کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ (کسی) تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔'' ......

سورة الحج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸) ''اور اس (اللہ تعالیٰ) نے تم پر دین (کے امور) میں کوئی سختی نہیں کی۔'' ......

سورة المائدة میں اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے: ﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ﴾ (المائدة:۶) ''اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی (یا سختی) کا حکم نافذ کرے۔'' لہٰذا تمام تر تعریفات اس معبود برحق کو سزاوار ہیں کہ اس نے ہم پر اپنی نعمتِ دین کو پورا اور مکمل فرمایا۔''

وَالدَّلِيْلُ عَلٰى مَوتِهِ ﷺ قَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾﴾ وَالنَّاسُ إِذَا مَاتُوْا يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ ﴿۲۱﴾ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ ﴿۲۲﴾ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى ﴿۲۳﴾﴾ (طٰہٰ:۵۵) وَقَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا، ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا﴾ (نوح:۱۷،۱۸)

''اور آپ (ﷺ) کے اس دنیا سے وفات پا جانے کی دلیل قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اے نبی (ﷺ!) آپ کو بھی مرنا ہے اور ان (سب) لوگوں کو بھی مرنا ہے، اور بالآخر قیامت کے روز تم سب اپنے پروردگار کے حضور اپنا اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔'' ......
اور (اس طرح) تمام لوگ مرنے کے بعد (روزِ محشر، جزاء وسزاء کے لئے) دوبارہ اٹھائے جائیں گے، جس کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے: ''اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی (زمین) سے تم کو نکال باہر کریں گے۔'' اور یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کی ایک واضح دلیل ہے: ''اور اللہ (جل شانہ) نے تم کو زمین سے خاص طور سے پیدا کیا، پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا، اور (روزِ قیامت پھر اسی زمین سے) تم کو یکا یک نکال کھڑا کرے گا۔''

▣⑲ آیتِ ہذا میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ کے نبی (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی ساری اُمت، جن کی طرف آپؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا، سب کے سب موت کا ذائقہ چکھنے والے ہیں اور پھر اس مرحلۂ موت کو طے کرنے کے بعد وہ سب کے سب قیامت (یعنی جزاء و سزا) کے دن اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں اپنے مقدمات پیش کریں گے، اور اللہ اَحْکَمُ الْحَاکِمِین ان کے مابین، حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کبھی بھی کافروں کو مسلمانوں کے خلاف کامیابی کا کوئی راستہ (یا موقعہ) نہیں دے گا۔''

▣⑳ مولف کتاب (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ) نے اس جُملے میں یہ بیان کیا ہے کہ تمام لوگ جب مر جائیں گے، تو پھر وہ اٹھائے جائیں گے، اللہ عزّ وجل، ان کو، ان کی موت کے بعد، جزاء وسزا کے لئے زندہ کر کے اٹھائے گا اور یہی وہ رسولوں کو ان کی طرف دنیا میں بھیجنے کا حتمی نتیجہ وسبب ہے کہ انسان دنیا میں ان انبیاء و رُسل علیہم السلام کی ہدایت کے مطابق اس روزِ محشر اور جزاء وسزا کے دن کی تیاری میں، عمل کرے، اس دن کی خاطر، جس کے احوال اور ہولناکیوں کا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس انداز سے ذکر فرمایا ہے کہ سُن کر انسان کا دل اللہ عزوجل کی جانب کھنچتا چلا آتا ہے، اور اس دن کے خوف اور ہیبت سے اس پر لرزہ جاری ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾ (المزمل:۱۷،۱۸) ''اب اگر تم نے (اس رسولؐ کا) انکار کر دیا، تو اس دن (کی سختی) سے کیونکر بچ سکو گے، جو بچوں کو بوڑھا بنا دے گا جس (کی سختی) سے آسمان پھٹ جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کے رہے گا۔''

نیز اس جملہ میں 'موت کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان' کی طرف اشارہ ہے اور شیخ الاسلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمہ اللہ! نے اس پر دو قرآنی آیات سے دلیل لی ہے۔

▣ ⑳ ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ﴾ مطلب یہ ہے کہ اس زمین سے ہی ہم نے تم سب کو پیدا کیا اور یہ اس وقت ہوا جب آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے۔

▣ ㉒ ﴿وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ﴾ یعنی موت کے بعد ہم تم کو دفن کر کے اسی زمین کی طرف لوٹائیں گے۔

▣ ㉓ ﴿وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى﴾ یعنی روزِ قیامت (حساب و کتاب کے لئے) ہم تمہیں دوبارہ اسی زمین سے نکال باہر کریں گے۔

▣ ㉔ ﴿وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا﴾ یہ آیت کریمہ اپنے معنی ومفہوم میں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى﴾ کے مطابق ہے۔ اور اس مفہوم کی آیات، قرآن حکیم میں بہت زیادہ ہیں، نیز اللہ عزوجل نے اس حقیقت کو مزید ظاہر کیا ہے اور آخرت کے دن (یعنی روزِ جزاء وسزا) کے ثبوت میں بار بار آیاتِ کریمہ سے اس کا اعادہ فرمایا ہے، تاکہ لوگ اس پر ایمان جازم لے آئیں، روزِ آخرت پر ایمان میں مزید بڑھ جائیں، اور اس بڑے دن کی تیاری میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کا توشہ مہیا کر لیں، جس کے لئے ہم بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں سراپا التجاء ہیں کہ وہ ہم کو آخرت کے لئے نیک اعمال کرنے والوں اور سعادتمندی پانے والوں میں سے کر دے، آمین!

وَبَعۡدَ الۡبَعۡثِ مُحَاسَبُوۡنَ وَمَجۡزِيُّوۡنَ بِاَعۡمَالِهِمۡ، وَالدَّلِيۡلُ قَوۡلُهٗ تَعَالٰى ﴿لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰى﴾ ㉕

"اور دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد لوگوں سے حساب کتاب لیا جائے گا، اور ان کے اعمال (حسنہ وسیئہ) کے مطابق انہیں جزاء وسزا دی جائے گی، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

"اور زمین وآسمان کی ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے، تاکہ اللہ برائی کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دے اور ان لوگوں کو اچھی جزاء سے نوازے، جنہوں نے نیک رویہ اختیار کیا تھا۔" (النجم: ۳۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

▣ ㉕ آیتِ کریمہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنی قبروں سے (روزِ قیامت) اٹھائے جانے کے بعد اپنے اعمال کے مطابق جزاء وسزا دیئے جائیں گے، اگر اعمال اچھے ہوں گے تو ان کا بدلہ بھی اچھا ہوگا اور اگر اعمال بُرے ہوں گے تو ان برے اعمال کا بدلہ بھی بہت بُرا ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال:۷،۸) ''چنانچہ جس شخص نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر بدی کی ہوگی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔''

اور سورۃ الانبیاء میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ (الانبیاء:۴۷) ''اور ہم روزِ قیامت انصاف کے ترازو رکھیں گے اور کسی کی کچھ بھی حق تلفی نہ ہوگی، اور اگر کسی کا رائی کے دانہ برابر بھی عمل ہوگا تو وہ بھی سامنے لائیں گے اور حساب کرنے کو ہم کافی ہیں۔''

اور اسی طرح سورۃ الانعام میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد یوں ہوا: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (الانعام:۱۶۰) ''جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اسے اس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا اسے اتنی ہی سزا دی جائے گی، جتنی اس نے بُرائی کی تھی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

ایک نیکی کے بدلے (کم از کم) دس گنا زیادہ اجر سے لے کر سات سو گنا تک اور پھر اس سے بھی کئی گنا زیادہ (جس کی کوئی حد نہیں) اجر وثواب، اللہ عزوجل کی طرف سے بہت بڑا فضل اور اس پاک اور بلند و بالا ذات کا اپنے بندوں پر بہت ہی بڑے احسان کی واضح دلیل ہے اور اس کے اس فضل وکرم کی انتہاء یہ ہے کہ ایک تو وہ اپنے بندے کو نیک عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا ہے، اور پھر وہ اس عمل کے بدلے اپنے بندے کو بے حد وحساب اجر وثواب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بہرہ ور فرماتا چلا جاتا ہے، اور اس کے برعکس اگر عمل برا ہو (والعیاذ باللہ من ذلک) تو اس کا بدلہ بھی اس برے عمل جتنا ہوگا، انسان کو اس برے عمل سے بڑھ کر اس کی سزا نہیں دی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ (الانعام:۱۶۰) ''اور جو شخص اللہ کے ہاں کوئی بُرائی لے کر آئے گا، اسے اتنی ہی سزا دی جائے گی جتنی اس نے بُرائی کی تھی، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اور یہ بات اللہ رحیم و کریم کے اپنے بندوں پر کمال فضل و احسان میں سے ہے۔ (سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ)

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس موضوع کی مزید وضاحت کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''تاکہ (اللہ تعالیٰ) بُرائی کرنے والوں کو ان کے عمل (کے مطابق ان) کا بدلہ دے، یہاں آیت میں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِالسُّوْآى﴾ ''تاکہ اللہ بُرائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بُرا بدلہ دے، بخلاف اپنے اس فرمان کے ﴿وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوا بِالْحُسْنٰى﴾ اور ان لوگوں کو (اللہ تعالیٰ) ان کے نیک اعمال کے بدلے اچھی جزاء سے نوازے'' جنہوں نے نیک رویہ اختیار کیا ہے۔'' (فرق واضح ہے خوب سمجھ لو!)

وَمَنْ كَذَّبَ بِالْبَعْثِ كَفَرَ والدليل قوله تعالىٰ ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْرٌ﴾ ⑦

''اور جس نے (بعث بعد الموت) یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا تو وہ کافر ہوگیا، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ترجمہ: ''کافروں نے یہ بڑے دعوے سے کہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، ان سے کہہ دیجئے، نہیں میرے رب کی قسم! تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر یہ ضرور تمہیں بتایا جائے گا، کہ تم نے (دنیا میں) کیا کچھ کیا ہے اور ایسا کرنا اللہ (جل مجدہ) کے لئے بہت آسان ہے۔'' (التغابن:۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



⊡ ㉖ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بھی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کافر ہے، اور اس کی تائید اللہ جل جلالہٗ کے ان فرامین سے بھی ہوتی ہے:

① ﴿وَقَالُوْا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ وَلَوْ تَرٰى إِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ (الانعام:۲۹،۳۰)

''اور یہ لوگ تو کہتے ہیں، کہ زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور (مرجانے کے بعد) ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا، کاش! آپ وہ وقت بھی دیکھیں، جب انہیں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اللہ (تعالیٰ) ان سے پوچھے گا: ''بتاؤ کیا یہ دن حقیقت نہیں؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں ہمارے پروردگار کی قسم'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اچھا پھر جو تم اس کا انکار کرتے تھے تو اب عذاب کا مزہ چکھو۔''

② ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيْمٍ ۝ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (المطففین:۱۰۔۱۷)

''اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ہلاکت ہے، جو روزِ جزاء کو جھٹلاتے ہیں، اور اسے ہر وہ شخص جھٹلاتا ہے، جو حد سے بڑھنے والا گناہ گار ہے اور جب اس پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے: کہ یہ تو پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں، ہرگز یہ بات نہیں، بلکہ ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے، ہرگز نہیں، یقیناً ایسے لوگ! اس دن اپنے پروردگار (کے دیدار) سے محروم رکھے جائیں گے۔ پھر یقیناً وہ جہنم میں گرنے والے ہیں۔ پھر (انہیں) کہا جائے گا: یہی وہ چیز ہے، جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



③ ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ (الفرقان:۱۱)

''دراصل یہ لوگ قیامت کو جھٹلا رہے ہیں اور جو قیامت کو جھٹلائے، ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔''

④ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (العنکبوت:۲۳)

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور انہی کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔''

اور اس موضوع کی وضاحت میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ نے، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے: ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (التغابن:۷)

''(آخرت کا) انکار کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ قطعاً اٹھائے نہیں جائیں گے، آپؐ ان سے کہئے: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے، اس سے تمہیں آگاہ کیا جائے گا اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے۔''

اور بعث ونشور (یعنی مر کر دوبارہ اٹھائے جانے اور حساب وکتاب کے لئے اکٹھے کئے جانے) کے منکرین کا درج ذیل دلائل وشواہد سے توڑ اور اُن کی تسلی کی جاسکتی ہے:

**پہلی دلیل:** کہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر دوبارہ اٹھنے کا معاملہ اس قدر حقیقت پر مبنی ہے کہ اس کے ثبوت میں انبیاء ورسل علیہم السلام پر اتاری جانے والی جُملہ آسمانی شریعتوں اور الہامی کتابوں میں تواتر کے ساتھ آیات ونصوص ذکر ہوئی ہیں اور پھر اس عقیدے کو ہر پیغمبرؑ کی اُمت میں سے لوگوں نے قبول کیا ہے اور تم اے منکرین یوم بعث! کیونکر اس حقیقت کا انکار کرتے ہو، جبکہ تم کسی فلسفی اور مفکر کی طرف سے کہی گئی ہر بات کو فوراً سچ مانتے ہوئے قبول کر لیتے ہو، خواہ یہ خبر اپنے وسائل اور ذرائع کے اعتبار سے کسی بھی طرح بعث ونشور کے بارے خبریں دینے والے ذرائع ووسائل سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، نہ خبر کو منتقل کرنے کے لحاظ سے اور نہ واقعاتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شہادت (گواہی) کی رو سے؟!!

**دوسری دلیل:** یقیناً بعث (مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا) ایک ایسا معاملہ ہے، جس پر عقل بھی شاہد ہے، لہٰذا عقلی اعتبار سے اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

① کسی ایک کو بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مخلوق (پیدا کی گئی کوئی بھی چیز) عدم کے بعد وجود میں آتی ہے اور یہ کہ ہر مخلوق حادث یعنی اپنے وجود میں آنے سے قبل وہ کچھ نہ تھی، تو وہ ذات برحق، جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے، اس کو عدم سے وجود میں لایا ہے، جبکہ اس سے پہلے وہ کوئی چیز نہ تھی، اس بات پر زیادہ قادر ہے کہ ایک چیز کو وجود میں لانے کے بعد (جب وہ ختم ہو جائے) تو اسی کو دوبارہ وجود میں لے آئے۔ جیسا کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم:۲۷) ''اور وہی (اللہ) تو ہے، جو خلقت (کی پیدائش) کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اِعادہ کرے گا، اور یہ (دوسری بار کی پیدائش) اس پر زیادہ آسان ہے۔''

اور سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾ (الانبیاء:۱۰۴)

''جس طرح ہم نے تمہاری تخلیق (پیدائش) کی ابتداء کی تھی، اسی طرح، اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ ایک وعدہ ہے اور ہم اسے کر کے رہیں گے۔''

② کوئی شخص بھی آسمانوں اور زمینوں کی ضخامت کی بناء پر ان کی پیدائش کی عظمت سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے انوکھے اور حیران کن عجائبات سے کسی کو انکار ہے، تو وہ بلند و بالا ذات، جس نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ لوگوں کو پیدا کرنے اور پھر انہیں مار کر دوبارہ زندہ کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے، اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرامین کافی ہوں گے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



* ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (غافر:۵۷)

''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا، انسانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے۔''

* ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور انہیں پیدا کر کے تھک نہیں گیا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے، کیوں نہیں وہ ذات تو ہر چیز پر قادر (مطلق) ہے۔'' (الاحقاف:۳۳)

* ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (یٰسین:۸۱،۸۲)

''کیا وہ ذات، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا اس پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے، کیوں نہیں، وہی تو سب کچھ پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، اس کا کام تو صرف یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔''

③ ہر عقلمند اور صاحبِ بصیرت شخص بنجر، مردہ اور جلی سڑی زمین کا مشاہدہ کرتا ہے، اور یہ بخوبی جانتا ہے کہ جب اس پر بارش برستی ہے تو وہ مردہ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور موت کے بعد نباتات اور سبزہ اس کے بطن پر لہلہانے لگتا ہے، تو اس مردہ زمین کو زندگی بخشنے پر قادرِ مطلق ذات، مردہ لوگوں کو زندگی بخشنے کے بعد انہیں دوبارہ اٹھانے پر بھی قدرت رکھتی ہے، اس کی تائید میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (فصلت:۳۹)

''اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین سونی (بے آباد) پڑی ہوئی ہے، پھر ہم اس پر پانی برساتے ہیں، تو وہ حرکت میں آتی ہے اور پھول جاتی ہے، جس (اللہ) نے اس زمین کو زندہ کیا وہ یقیناً مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے، کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

**تیسری دلیل:** کہ بعث (مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا) ایک ایسا معاملہ ہے، کہ جس کی حقیقت اور امکان پر حسی (یعنی شعوری) اور واقعاتی شواہد (کے دلائل) بھی موجود ہیں، جیسا کہ اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ہمیں مردوں کو زندہ کرنے کے بعض واقعات کی بابت خبر دی ہے اور اس ضمن میں صرف سورۃ البقرۃ ہی میں پانچ مختلف واقعات ذکر ہوئے ہیں، جن میں سے ایک واقعہ کے بیان میں یہ آیات مبارکہ ہیں: ﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرۃ:۲۵۹)

''یا (تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا) جو ایک بستی کے قریب سے گزرا اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی، وہ کہنے لگا، اس بستی کی موت کے بعد دوبارہ اللہ اسے کیسے زندگی دے گا (اور آباد کرے گا؟) اس پر اللہ (تعالیٰ) نے اسے سو سال تک موت کی نیند سلا دیا، پھر اسے زندہ کر کے اس سے پوچھا: بھلا کتنی مدت تم یہاں پڑے رہے؟ وہ بولا بس یہی ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں گا، اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا: ''بات یوں نہیں، بلکہ تم یہاں سو سال پڑے رہے ہو، اچھا اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کی طرف تو دیکھو، یہ ابھی تک باسی نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو، (اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو چکا ہے) اور یہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ تجھے لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی بنا دیں (کہ جو شخص سو برس پیشتر مر چکا تھا وہ دوبارہ زندہ ہو کر آ گیا) اور اب گدھے کی ہڈیوں کی طرف بھی دیکھو، کہ ہم کیسے انہیں جوڑتے، اٹھاتے اور اس پر گوشت چڑھا دیتے ہیں، جب یہ سب باتیں واضح ہو گئیں تو وہ کہنے لگا: اب مجھے خوب معلوم ہو گیا، کہ اللہ (تعالیٰ) ہر چیز پر قادر (مطلق) ہے۔''

**چوتھی دلیل:** حکمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بعث (یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندگی) ہونے چاہئے تا کہ ہر نفس کو اس کے کئے کا صحیح اور پورا بدلہ مل سکے اور اگر ایسا نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوتا، تو اس دنیا میں لوگوں کی پیدائش ایک بے فائدہ اور بے کار کام ہو کر رہ جاتا، جس کی سرے سے کوئی قیمت ہی نہ ہوتی اور نہ ہی اتنی مخلوق کی پیدائش میں کوئی حکمت و مصلحت کارفرما ہوتی اور پھر ایسی زندگی کے ہوتے ہوئے انسان اور چوپائے وغیرہ میں فرق ہی مٹ جاتا'' اللہ تعالیٰ اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾ (المؤمنون:۱۱۵،۱۱۶)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے کار ہی پیدا کر دیا اور تم ہمارے ہاں لوٹ کر نہ آؤ گے؟ پس اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند شان والا ہے، وہی حقیقی بادشاہ ہے، اس کے علاوہ کوئی الٰہ (معبود برحق) نہیں، وہی عرش کریم کا مالک ہے۔''

اور سورہ طٰہٰ میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوا ہے:

﴿إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ﴾ (طٰہٰ:۱۵)

''قیامت، یقیناً آنے والی ہے، میں اسے ظاہر کرنے ہی والا ہوں، تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پالے۔''

اور سورہ النحل میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ۝ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (النحل:۳۸ تا ۴۰)

''اور یہ لوگ اللہ کے نام کی کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں: کہ اللہ کسی مرنے والے کو پھر سے زندہ کر کے نہ اٹھائے گا، اٹھائے گا کیوں نہیں، یہ تو ایک وعدہ ہے، جسے پورا کرنا اس نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے، اور ایسا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ ان کے سامنے اس حقیقت کھول دے جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، اور منکرین حق کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے (رہا اس کا امکان، تو) ہمیں کسی چیز کو وجود میں لانے کے لئے اس سے زیادہ کچھ کرنا نہیں ہوگا کہ اسے حکم دیں 'ہو جا' تو بس وہ ہو جاتی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سورہ التغابن میں اس مسئلہ کی وضاحت ان الفاظ میں ہوئی ہے:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (التغابن:۷)

''آخرت کا) انکار کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ قطعاً اٹھائے نہیں جائیں گے، آپ ان سے کہئے، کیوں نہیں، میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے، اس سے تمہیں آگاہ کیا جائے گا، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔''

تو جب یہ اور اس طرح کی دیگر واضح دلیلیں، بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے) کی حقیقت کا انکار کرنے والوں کے سامنے بیان کی جائیں اور وہ اس کے باوجود اپنے انکار پر مصر اور بضد رہیں، تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا، کہ یہ لوگ حق اور اہل حق کے بارے میں متکبرین اور معاندین کا ٹولہ ہیں، اور ایسے ظالم لوگ عنقریب جان لیں گے کہ ان کا انجام کار کیا ہولناک تباہی لے کر آتا ہے۔''

وَأَرْسَلَ اللهُ جَمِيْعَ الرُّسُلِ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء:۱۶۵)

''اور اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو جنت کی نعمتوں کی خوشخبری دینے اور (عذاب جہنم) سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا تھا، جس کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: ''یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کسی قسم کا کوئی عذر (وحجت) باقی نہ رہے۔''

▣ ⑫ مولف کتاب رحمہ اللہ! نے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں (علیہم السلام) کو مُبَشِّرِیْن (خوشخبری دینے والے) اور مُنْذِرِین (ڈرانے والے) بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ کہ یہ پیغمبر، اطاعت و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرمانبرداری کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اپنے مخالفین اور نافرمانوں کو آتش جہنم سے ڈراتے ہیں.....اور

رسولوں کو اس دنیا میں منصب رسالت دے کر بھیجنے میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں کارفرما ہیں اور ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ لوگوں پر حجت (دلیل) قائم کردی جائے، یہاں تک کہ رسولوں (علیہم السلام) کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر اور حجت باقی نہ رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ ''تاکہ ان رسولوں (علیہم السلام) کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت (عذر یا دلیل) باقی نہ رہے۔''

اور منجملہ حکمتوں میں اللہ جل شانہٗ کا اپنے بندوں پر اپنی نعمت کا پورا کرنا بھی ہے، تو ایک انسانی عقل وبصیرت، فہم وفراست کے جس درجے تک بھی پہنچ جائے، اس کے لئے ان تمام خاص حقوق کی تفصیلات جاننا ناممکن ہے، جو اللہ تعالیٰ کے، اس کے بندوں پر عائد ہوتے ہیں، نہ اس کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اللہ جل جلالہٗ کی تمام صفات کاملہ پر مطلع ہوسکے اور نہ ہی اللہ جل شانہ کے اسمائے حسنیٰ کا احاطہ کرنا اس کے بس کی بات ہے.....اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کو مُبَشِّرِيْن (خوشخبری دینے والے) اور مُنْذِرِيْن (ڈرانے والے) بنا کر بھیجا ہے، اور ان کے ساتھ ہی سچائی پر مبنی الہامی کتب بھی نازل فرمادیں تاکہ لوگوں کے آپس میں اختلاف کی صورت میں وہ اس کتاب مبین (اور کتاب ہدایت) کے ذریعے ان کے درمیان فیصلہ کرسکیں۔''

اور سب سے بڑی 'دعوت' جس کی طرف، سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام نے لوگوں کو بلایا، وہ 'دعوتِ توحید' ہے، جیسا کہ اس بات کی تائید میں اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل:۳۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا (اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا) کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔''

اور سورۃ الانبیاء میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:۲۵) ''اور ہم نے آپؐ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا، اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، لہٰذا تم صرف میری ہی عبادت کرو۔''

وَأَوَّلُهُمْ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالدَّلِيْلُ عَلَى أَنَّ أَوَّلَهُمْ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ﴾ (النساء:۱۶۳) ''اور رسولوں میں سے سب سے پہلے رسول جناب نوح علیہ السلام اور سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، اور آپ (ﷺ) خاتم النبیین ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پہلے رسول (نہ کہ پہلے نبی) ہونے کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے پیغمبر (ﷺ) ہم نے آپؐ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے، جس طرح نوح علیہ السلام) اور ان کے بعد کے نبیوں (علیہم السلام) کی طرف بھیجی تھی۔''

▣ ㉘ یہاں، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رَحِمَہ اللہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام تھے اور اپنے بیان کی دلیل، آپؒ نے اللہ جل شانہٗ کے اس فرمان سے لی ہے: ﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلٰى نُوْحٍ وَالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ (النساء:۱۶۳) ''(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپؐ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد آنے والے انبیاء (علیہم السلام) کی طرف کی تھی۔''

اور 'صحیح بخاری' کی 'حدیث شفاعت' میں یہ الفاظ ہیں: «إِنَّ النَّاسَ يَأْتُوْنَ إِلٰى نُوْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ أَنْتَ أَوَّلُ رَسُوْلٍ أَرْسَلَهُ اللهُ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ»[۷۲] ''کہ روزِ محشر کو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس (شفاعت کے لئے) آئیں گے، اور آپؑ سے کہیں گے: آپ پہلے رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔''.....تو ثابت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ پہلے رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔''......تو ثابت یہ ہوا کہ، حضرت نوح علیہ السلام سے قبل کوئی رسولؑ نہیں تھا اور انہی نصوص کے ذریعے، ہم ان مورخین کی غلطی جان لیتے ہیں، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، بلکہ ظاہری بات یہ ہے کہ حضرت ادریسؑ تو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی ہوگزرے ہیں۔ (وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

اور ان انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے سب سے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب:۴۰)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ (تعالیٰ) ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

لہٰذا آپ (ﷺ) کے بعد اور کوئی نبی نہیں اور جس نے بھی آپ (ﷺ) کی نبوت و رسالت کے ہوتے ہوئے، نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ شخص کافر، جھوٹا اور اسلام سے مرتد (نکل جانے والا) ہے۔'' (وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

وَكُلُّ اُمَّةٍ بَعَثَ اللهُ إِلَيْهَا رَسُوْلاً [۱۹] مِنْ نُوحٍ إِلٰى مُحَمَّدٍ يَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ اللهِ تَعَالٰى وَحْدَهُ، وَيَنْهَاهُمْ عَنْ عِبَادَةِ الطَّاغُوْتِ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ [۲۰]﴾ (النحل:۳۶) وَافْتَرَضَ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى جَمِيْعِ الْعِبَادِ الْكُفْرَ بِالطَّاغُوْتِ وَالْاِيْمَانَ بِاللهِ وَحْدَهُ، قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى! الطَّاغُوْتُ: مَا تَجَاوَزَ بِهِ الْعَبْدُ حَدَّهُ مِنْ مَعْبُوْدٍ اَوْ مَتْبُوْعٍ اَوْ مُطَاعٍ [۲۱]

''اور ہر امت کی جانب اللہ تعالیٰ نے، حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک رسول بھیجے ہیں، جو اپنے امتیوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے اور 'طاغوت' کی عبادت سے منع کرتے آئے ہیں، جس کی دلیل حق تعالیٰ جل شانہٗ کا یہ ارشاد ہے: ترجمہ: ''اور ہم نے ہر امت میں ایک رسولؐ بھیج دیا (اور اس کے ذریعے سب کو متنبہ بھی کر دیا) کہ (ایک) اللہ کی بندگی کرو،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور 'طاغوت' کی بندگی سے بچو۔اور اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں (جن و انس) پر طاغوت کا انکار و کفر اور اللہ جل شانہٗ پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے، امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ تعالیٰ: 'طاغوت' کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''جس کسی بھی باطل معبود (یعنی جس غیر اللہ کی عبادت کی جائے) یا متبوع (یعنی جس کی ایسے امور میں پیروی کی جائے، جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو) یا مطاع (یعنی جس کی حلال و حرام کے معاملات میں اس طرح اطاعت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فرامین کی مخالفت لازم آئے) کی وجہ سے بندہ اپنی بندگی کی حدود (یعنی خالص عبادت الٰہی) سے تجاوز کر جائے تو وہی چیز 'طاغوت' کہلائے گی۔''

▣ ㉙ مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک رسولؑ بھیجا، جو ان کو 'ایک اللہ' کی عبادت کی طرف بلاتا اور شرک سے (ان کو) روکتا رہا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (فاطر:۲۴) ''اور کوئی امت ایسی نہیں گزری، جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔''

اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ! نے اپنے اس قول کی تائید میں، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ''اور تحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسولؑ بھیج دیا (یہ حکم دے کر کہ وہ اپنی اُمت کے لوگوں سے کہے) صرف 'اللہ' کی بندگی کرو اور 'طاغوت' (کی بندگی) سے بچو۔''

▣ ㉚ اور یہ آیت کریمہ حقیقت میں کلمہ 'توحید (لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰہ) کا معنی ہے (جو کہ نفی و اثبات پر مشتمل ہے)

▣ ㉛ اپنے اس بیان سے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ بندہ کی 'توحید' اس وقت تک صحیح اور مکمل نہیں ہوگی (یا اس وقت تک وہ پورا 'موحد' نہیں بنے گا) جب تک وہ اللہ وَحْدَهٗ لَاشَرِيكَ لَهٗ کی بندگی نہ کرے اور 'طاغوت' سے مکمل طور پر نہ بچے۔''

اور یہ چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کردی ہے ...... اور 'الطَّاغُوْت' کا کلمہ 'الطُّغْيَان' سے مشتق ہے اور 'الطُّغْيَان' سے مراد کسی کا، مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾

''جب پانی کا طوفان حد سے بڑھا، تو ہم نے ہی تمہیں کشتی میں سوار کر دیا تھا۔'' (الحاقۃ: ۱۱)

☆.....آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب پانی مقررہ حد سے تجاوز کر گیا، تو اس وقت ہم نے تم کو جَارِیَہ یعنی کشتی میں بٹھا لیا۔''

اور شرعی اصطلاح میں طَاغُوْت کی سب سے اچھی اور عمدہ تعریف امام ابن قیمؒ نے کی ہے، جیسا کہ اس کا ذکر مولف کتاب رحمہ اللہ! نے بھی کیا ہے کہ 'طاغوت' ہر وہ باطل معبود (جس غیر اللہ کی عبادت کی جائے) یا متبوع (جس کی، اللہ کی نافرمانی میں اتباع کی جائے) یا مطاع (جس کی حلال و حرام کے اُمور میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے اطاعت کی جائے) ہے، جن کی وجہ سے بندہ اپنے حقیقی معبود کی بندگی سے تجاوز کر جائے۔'' اور امام موصوفؒ کی طَاغُوْت کی تعریف میں مَعْبُوْد، مَتْبُوْع اور مُطَاع سے مراد وہ لوگ ہیں، جو صالحین (یعنی نیکو کار اور پرہیز گار) نہ ہوں، اور جو خود نیک، متقی اور پرہیز گار ہوں وہ 'طواغیت' کی صف میں شامل نہیں، خواہ ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی، گمراہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہوں یا ان کی، اللہ تعالیٰ کی معصیت اور مخالفت میں، اطاعت و اتباع بھی کی جاتی ہو۔'' (وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ).....لہٰذا ہر قسم کا بت، جس کی ''اللہ واحد'' کے علاوہ عبادت کی جائے، وہ طاغوت ہے، وہ علمائے سوء جو اللہ کی مخلوق کو گمراہی اور کفر و شرک یا بدعات و خرافات کی طرف دعوت دیتے ہوں، یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام اور حرام کردہ چیز کو حلال قرار دے کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوں، وہ طَوَاغِیت ہیں، اسی طرح علماء میں سے ان مفکرین اور دانشوروں کا گروہ، جو وقت کے حکمرانوں کو، دین اسلام کے مخالف، باہر سے درآمد شدہ باطل نظام کی ظاہری چمک دمک سے متاثر کر کے انہیں 'شریعت طاہرہ' سے برگشتہ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، یہ سب طَوَاغِیتْ ہیں۔

☆ کیونکہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی (ان کے اپنے بارے میں مقرر کردہ) حدود سے تجاوز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہوتا ہے، اور ایک عالم (پڑھے لکھے) شخص کی حد یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کے نبی ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کرے، کیونکہ علماء حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقیقی جانشین ہیں، جو ان کے بعد امت میں، علم و عمل، سیرت و اخلاق اور دعوت و تعلیم میں ان کے وارث بنتے ہیں، تو اگر یہ لوگ اپنی اس مقرر کردہ حد اور مقام سے تجاوز کر جائیں اور پھر جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ (وہ ترقی یافتہ اور جدت پسند بنتے ہوئے اور اپنے تئیں عصر حاضر کے مفکر اور دانشور ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے) ملک کے حکمرانوں اور امراء طبقہ کو مغربی تہذیب کے باطل اور پرفریب نظام کا چکمہ دے کر، شریعت اسلامیہ کے پاکیزہ اور فطری نظامِ حیات سے متنفر کرنے کا غلیظ اور مہیب کردار ادا کرنے لگیں، تو وہ 'طواغیت' ہیں، اس لئے کہ 'شریعت طاہرہ' کی متابعت، جو ان پر فرض تھی، اس سے انہوں نے تجاوز اور انحراف کیا۔" (وَالْعِیاذُ بِاللّٰہ)

اور مؤلف رحمہ اللہ کا 'طاغوت' کی تعریف کے ضمن میں جو یہ قول (أو مطاع) ہے، تو اس سے آپؒ کی مراد ریاست کے وہ امراء ہیں، جن کی عوام الناس دو طریقوں سے اطاعت کرتے ہیں، ایک شَرعاً، دوسرے قَدراً۔ تو ایسے امراء کی 'شرعی' طریقے سے تب اطاعت کی جاتی ہے، جب وہ عامۃ الناس کو ایسے احکام صادر کریں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت میں نہ ہوں۔ ایسے حالات میں ان پر طَوَاغِیْت کی اصطلاح صادق نہیں آتی (یا بالفاظ دیگر وہ طَوَاغِیْت نہیں ہیں)، بلکہ رعایا پر ان کی سمع (یعنی جو کچھ وہ کہیں اس کو سننا) اور طاعـــة (یعنی جو کچھ وہ حکم دیں اس کی پیروی کرنا) واجب ہے، اس لئے کہ اس مذکورہ صورت میں لوگوں کا حاکمِ وقت یا 'امیر ریاست' کا حکم ماننا، اللہ عزوجل کی اطاعت کرنا ہے، لہٰذا جب 'والی ریاست' یا 'حاکمِ وقت' کسی ایسی بات کا حکم دے، جس پر عمل کرنا واجب ہو، تو اس وقت ہمیں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ امیر کے اس حکم کی پیروی میں ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہمارا اس حکم کے سامنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سرِ تسلیم خم کرنا، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قربت کا ذریعہ بن جاتا ہے، تو اس بناء پر ہمیں اس بات کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہئے ..... اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ (النساء:۵۹)

''اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان حاکموں کی بھی جو تم میں سے ہوں۔''

☆ اور امراء وحکام کی 'قدری' طریقے سے اطاعت اس وقت کی جاتی ہے، جب وہ اپنے عوام پر غلبہ کی پوری قوت اور طاقت رکھتے ہوں، تو ایسے حالات میں لوگ حاکم کی قوت اور طاقت کی بناء پر اس کا حکم مانتے ہیں، خواہ وہاں ایمانی جذبہ وحمیت کا فقدان ہو، اس لئے کہ امیر یا حاکم کی اطاعت تو جذبۂ ایمانی کے بل بوتے پر ہوتی ہے اور یہی وہ منفعت بخش اطاعت ہے، جو بیک وقت حکام اور عامۃ الناس دونوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے اور سلطانی (یعنی غلبہ اور) رعب ودبدبے کی بناء پر اطاعت وپیروی کبھی کبھار ایسے حالات میں ہوتی ہے جب ملک وریاست کا سربراہ اتنا مضبوط اور طاقتور ہو کہ لوگ اس سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہوں، اس لئے کہ وہ اپنے حکم کے مخالف شخص کو عبرتناک سزا سے دوچار کرتا ہے..... اور اسی بناء پر ہم کہتے ہیں: کہ لوگوں کے اس مسئلہ میں اپنے امراء وحکام کے ساتھ کئی ایک احوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

☜ **پہلی حالت:** کہ عوام الناس کا جذبہ ایمانی اور سلطانی (شاہی) رعب ودبدبہ دونوں طاقتور ہوں اور یہ حالات (رعایا اور حاکم دونوں کے لئے) مکمل ترین، مناسب ترین اور بہترین ہیں۔

☜ **دوسری حالت:** بلکہ عوام میں ایمانی جذبہ اور اسی طرح شاہی قوت وسطوت، دونوں کمزور ہوں، اور یہ صورت پہلی حالت کے بالکل برعکس، معاشرے اور عوام کے لئے انتہائی ناگفتہ بہ اور خطرناک حالات کا باعث ہے اور نہ صرف عوام کے لئے، بلکہ اس خطرے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لپیٹ میں خود حکام بھی آ جائیں گے، اس لئے کہ لوگوں میں ایمانی جذبہ اور غیرت وحمیت کم ہونے کے ساتھ ساتھ جب حکام کا رعب و دبدبہ اور قانونی شکنجہ بھی کمزور پڑ جائے گا، تو زمین پر فکری بگاڑ اور اخلاقی وعملی انحطاط شروع ہو جائے گا (اور یہ ایک سلطنت کی ناکامی کی بدترین صورت ہے)

**تیسری حالت:** کہ لوگوں میں ایمانی جذبہ اور حمیت و غیرت کمزور ہو اور ادھر شاہی قوت و دبدبہ طاقتور اور سلطانی غلبہ انتہائی مضبوط ہو، تو یہ حالات کے اعتبار سے پہلی دو انتہائی صورتوں کے درمیان کا مرتبہ ہے، کیونکہ جب سلطانی غلبہ قوت اور طاقت میں ہوگا، تو ملک میں ظاہری حالات اُمت کے لئے سازگار اور اچھے ہوں گے اور اگر بادشاہ یا حاکم وقت کی قوت اور گرفت ڈھیلی اور ماند پڑ جائے گی، تو اس وقت اُمت میں اَفراتفری اور اس کے بُرے اعمال کے بارے میں نہ پوچھئے کہ بگاڑ اور فساد کا کیا عالم ہوگا۔

**چوتھی حالت:** کہ عوام کا ایمانی جذبہ وحمیت تو مضبوط اور طاقتور ہو، مگر سلطانی (شاہی) رعب اور دبدبہ کمزور اور ماند پڑ جائے، تو یہ صورت، تیسری حالت کے بالکل برعکس ہے، ان حالات میں عامۃ الناس کی عام زندگی، ریاست کے وضع کردہ قوانین اور قواعد وضوابط سے ہٹ کر غیر منظم اور غیر مربوط ہوگی اور معاشرے میں امن و امان کے مسائل کھڑے ہو جائیں گے، جیسا کہ اوپر تیسری حالت میں بیان ہو چکا ہے، لیکن انسان اور اس کے پروردگار کے مابین تعلق مضبوط، اکمل اور زیادہ پائیدار ہوگا۔

وَالطَّوَاغِيْتُ① كَثِيْرَةٌ وَرُؤُوْسُهُمْ② خَمْسَةٌ: إِبْلِيْسُ③ لَعَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَمَنْ عُبِدَ وَهُوَ رَاضٍ④ وَمَنْ دَعَا النَّاسَ إِلٰى عِبَادَةِ نَفْسِهٖ⑤ وَمَنِ ادَّعٰى شَيْئًا مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ⑥ ''اور طاغوت کی تعداد بہت زیادہ ہے، مگر ان کے سربرآوردہ پانچ ہیں: ① ابلیس لعین۔ ② ایسا شخص، جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اس فعل پر خود بھی راضی ہو۔ ③ جو شخص لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہو۔ ④ جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ ⑤ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعتِ طاہرہ کے خلاف فیصلہ کرتا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



▣ ⑰ اور کلمہ (اَلطَّوَاغِيْتُ) "طاغوت" کی جمع ہے اور اس کی وضاحت قبل ازیں گزر چکی ہے۔

▣ ⑱ (خَمْسَةٌ) یعنی طاغوت کے قائدین اور اسکے بڑے چیلے چانٹے پانچ ہیں۔

▣ ⑲ (ابلیس) وہ شیطان، جو راندۂ درگاہ اور مردود وملعون، یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم و مایوس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (ص:۷۸) "اور تجھ پر روزِ جزاء وسزا (یعنی قیامت) تک میری لعنت ہے۔"

اور یہ ابلیس (شیطان) فرشتوں کے ساتھ، ان کی صحبت میں رہ کر، انہی کے سے عمل کیا کرتا تھا اور جب (اللہ جل شانہٗ کی جانب سے) حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، تو اس کا خبثِ باطن اور اللہ کے حکم سے انکار اور تکبر وغرور ظاہر ہوگیا، اس نے سجدہ سے انکار کیا، تکبر کیا اور اس طرح سے وہ کافروں میں سے ہوگیا، لہٰذا اپنے اس انکار اور تکبر کی وجہ سے وہ اللہ عزوجل کی رحمت سے دھتکار دیا گیا اور ملعون ٹھہرا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرة:۳۴) "اور (اے نبیؐ وہ وقت یاد کرو!) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو، تو سوائے ابلیس (ملعون) کے (سب نے) سجدہ کیا، اس (ابلیس ملعون) نے (سجدہ کرنے سے) انکار کیا، اور تکبر کیا اور وہ (سجدہ سے) انکار کرنے والوں میں سے تھا۔"

▣ ⑳ مطلب یہ ہے کہ اس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اس بات پر راضی بھی ہو کہ اس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے، تو ایسا شخص "طواغیت" کے ساتھیوں بلکہ قائدین میں سے ہے۔ (وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ) ...... اور خواہ یہ شخص، اِس کے بعد اپنی زندگی ہی میں پوجا جائے، یا مرنے کے بعد اس کی پوجا کی جائے، اور مرتے وقت وہ خود اس فعل پر راضی ہو۔"

▣ ㉑ یعنی جو شخص لوگوں کو اپنی بندگی کی طرف بلاتا ہو، اور خواہ لوگ اس کی دعوت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باوجود، اس کی عبادت نہ کریں، تب بھی وہ طوَاغِیْت کے ساتھیوں اور قائدین میں سے ہے، خواہ اس کی یہ دعوت قبول کی جائے یا نہ۔

■۴۲(اَلْغَیْب) جو چیز انسان سے مخفی اور پوشیدہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں:

❶ واقعاتی غیب ❷ مستقبل کا غیب

① واقعاتی غیب کو 'نسبی غیب' بھی کہا جاتا ہے، جو کسی ایک شخص کو معلوم ہوتا ہے، تو دوسرے سے 'مجہول' یعنی ممکن ہے کہ ایک بات یا واقعے کا کسی کو علم ہو اور دوسرا شخص اسی بات یا واقعے سے ناواقف، نابلد اور جاہل ہو۔

② اور غیبِ 'مستقبل' کو 'حقیقی غیب' بھی کہتے ہیں، جو کہ اللہ واحد وقہار کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔ یا جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے اپنے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو اس پر مطلع کر دیتا ہے، تو جو شخص 'علم غیب' کی اس قسم کا دعویٰ کرے، تو وہ بلا شک کافر ہے، اس لئے کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو (اپنے اس دعویٰ سے) جھٹلاتا ہے۔" اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (النمل:٦٥) "(اے نبی ﷺ!) آپ ان سے کہیے: کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو کوئی بھی نہیں جانتا اور وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب انہیں اٹھایا جائے گا۔"

اور جب اللہ عزوجل اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو یہ حکم دے رہا ہے کہ وہ اپنی قوم کے سرداران کو اِعلانیہ طور پر خبر دے دیں کہ آسمانوں اور زمین کے غیب (پوشیدہ چیز) کو سوائے 'اللہ' کے اور کوئی نہیں جانتا، تو اس کے بعد جو شخص اس علمِ غیب کا دعویٰ کرے گا، تو اس نے حقیقت میں اس 'خبر' کے بارے میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول (ﷺ) کو جھٹلایا ہے۔"

اور یہاں ہم ان مدعین علم غیب کو کہیں گے، یہ کیسے ممکن ہے کہ تم تو علمِ غیب رکھتے ہو، اور اللہ کے نبی ﷺ غیب نہیں جانتے؟! کیا تم زیادہ شرف وفضیلت رکھتے ہو یا اللہ کے رسول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(ﷺ)؟ تو اگر وہ جواب میں یہ کہیں: ''کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شرف وفضیلت والے ہیں، تو وہ اپنے اس دعویٰ ہی سے کافر ہو جائیں گے، اور اگر وہ یہ جواب دیں کہ وہ (اللہ کا رسول ﷺ) اشرف وافضل ہیں، تو پھر ہم یہ کہیں گے: ''اگر یہ بات ہے تو پھر آپ (ﷺ) کو علم غیب سے کیوں پس پردہ رکھا گیا ہے، جبکہ تم غیب جانتے ہو''؟!

اور اللہ عزوجل نے اپنی ذات کے متعلق یہ فرمایا ہے: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ (الجن ۲۶، ۲۷)

''وہ اللہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا، سوائے ایسے رسولؐ کے جسے وہ (کوئی غیب کی بات بتانا) پسند کرے، پھر وہ اس (وحی) کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) لگا دیتا ہے۔''

اور یہ دوسری آیت کریمہ بھی علم غیب کے مدعی (دعویٰ کرنے والے) کے کفر پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی قوم کے سرکردہ اور سربرآوردہ لوگوں کو اعلانیہ طور پر یہ بات کہہ دیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ (الانعام: ۵۰) ''(اے محمد ﷺ!) آپ ان سے کہئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ ہی میں غیب کی باتیں جانتا ہوں، اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں، جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

وَمَنْ حَكَمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللهُ ﴿۷۸﴾

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت طاہرہ کے خلاف فیصلہ کرتا ہو۔''

▣ ﴿۷۸﴾ اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعتِ طاہرہ اور اس کے حکم کے مطابق فیصلہ 'توحید ربوبیت' کی قبیل سے ہے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو نافذ اور جاری کرنا ہے، جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اس جل شانہٗ کی ربوبیت، اس کی کمال بادشاہی اور کامل تصرف و اختیار، تقاضا کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن پیشواؤں کا، جن کی، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت اور حکم سے ہٹ کر پیروی کی جاتی ہے، اُن کے پیروکاروں کے ہاں، ان کا نام ارباب (رب کی جمع) رکھا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (التوبہ:۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح عیسیٰؑ بن مریمؑ کو بھی، حالانکہ اُن کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

☆.....تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا نام، جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے خلاف پیروی کئے جاتے ہیں، 'ارباب' (جو کہ رب کی جمع ہے) لیا ہے، حالانکہ ان کے پیروکاروں نے، ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مُشَرِّعِیْن (یعنی شریعت کے اُصول و اَحکام کو متعین اور ان کی وضاحت کرنے والے، جو کہ صرف اور صرف اللہ جل شانہٗ کا حق ہے) ٹھہرایا ہے۔ جبکہ اللہ نے ان کے متبعین (یعنی پیروکاروں) کو عُبَّاد (یعنی اُن کی عبادت کرنے والے) کا نام دیا ہے، اس اعتبار سے کہ جو انہوں نے اُن کے سامنے انتہاء درجے کی عاجزی اور تواضع اختیار کرتے ہوئے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کی مخالفت، میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے۔''

اور اسی بات کی وضاحت میں، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کہ ان مُتَّبِعِین (پیروکاروں) نے اپنے ان مَتْبُوْعِین (پیشواؤں) کی عبادت تو نہیں کی'' تو اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: «بَلْ إِنَّهُمْ حَرَّمُوْا عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ، وَأَحَلُّوْا لَهُمُ الْحَرَامَ فَاتَّبَعُوْهُمْ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ إِيَّاهُمْ»[۷۳] ''بلکہ ان لوگوں نے ان (اپنے پیروکاروں) پر (اللہ تعالیٰ کی) حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرایا، اور حرام کردہ چیزوں کو حلال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرار دیا، تو ان پیروکاروں نے ان کی (اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں) اس شریعت سازی پر سرِتسلیم خم کیا تو یہ ان کی اپنے (احبار و رہبان) یعنی مذہبی اور روحانی اماموں اور پیشواؤں کی بندگی کرنا ہے۔''

☆.....جب آپ نے یہ عقیدہ کی بات اچھی طرح سے سمجھ لی ہے، تو یہ جان لیجئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ یا فتویٰ نہ دے اور اس فیصلے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور (طاغوت) کی طرف لے جانا چاہے، تو ایک تو ایسے شخص کے ایمان کی نفی کے بارے میں آیات کریمہ وارد ہوئی ہیں اور دوسرے اس کے کفر، ظلم اور فسق کے اِثبات پر قرآن حکیم میں آیات ذکر ہوئی ہیں: (وَالْعِیَاذُ بِاللهِ)

**پہلی قسم:** اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرنے یا فتویٰ دینے والے کے ایمان کی نفی کے بارے میں سورۃ النساء کی یہ آیات کریمہ ہیں: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا، وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا، فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا، وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا، فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (۶۰ تا ۶۵)

''(اے نبی ﷺ!) آپ نے ان لوگوں کے حال پر غور کیا، جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے، اس پر بھی ایمان لائے ہیں اور اس پر بھی، جو آپ سے پہلے اتارا گیا تھا، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ 'طاغوت' کے پاس لے جائیں، حالانکہ انہیں یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا گیا تھا، کہ وہ 'طاغوت' کے فیصلے تسلیم نہ کریں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر کے بہت دور تک لے جائے، اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ، جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے اور رسول ﷺ کی طرف آؤ، تو آپ ﷺ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آنے سے گریز کرتے ہیں، پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوتا ہے، جب ان کے اپنے کرتوتوں کی بدولت ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے؟ وہ آپ ﷺ کے پاس اللہ (تعالیٰ) کے نام کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی اور باہمی موافقت کے سوا کچھ نہ تھا، ایسے لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے، سو آپ ﷺ ان سے اِعراض کیجئے اور نصیحت کیجئے، اور ایسی بات کہئے، جو ان کے دلوں میں اتر جائے، اور (انہیں بتلایئے کہ) ہم نے رسول ﷺ بھی بھیجا ہے، تو اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے، اور جب انہوں نے اپنے رب پر ظلم کرلیا تھا، تو اگر وہ اس وقت آپ (ﷺ) کے پاس آجاتے، اور اللہ (تعالیٰ) سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے (اللہ) سے بخشش طلب کرتا، تو یقیناً (وہ) اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے، (اے محمد ﷺ!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے، جب تک کہ اپنے تنازعات (باہمی جھگڑوں) میں آپ (ﷺ) کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کرلیں، پھر آپ (ﷺ) جو فیصلہ کریں، اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ پر پوری طرح سرِ تسلیم خم کردیں۔"

تو اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ مبارکہ میں اِیمان کے ان دعویداروں کا..... جبکہ وہ حقیقت میں منافق ہیں۔ درج ذیل صفات کے ساتھ ذکر کیا ہے:

**پہلی صفت:** وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے اور مقدمات نپٹانے کے لئے انہیں 'طاغوت' کی طرف لے جائیں اور ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرے وہ 'طاغوت' ہی تو ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم کی مخالفت ہی اس ذات کے خلاف سرکشی، بغاوت اور اس کے حکم پر ظلم وزیادتی ہے، جس کے لئے ہی حکم ہے اور ہر حکم اور معاملہ اسی ذات کی طرف ہی لوٹنے والا ہے اور وہ اللہ معبودِ برحق ذات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الاعراف:۵۴)''خبردار رہو! اُسی کی خَلق ہے اور اُسی کا اَمر ہے، بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔''

☜ **دوسری صفت:** جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نازل کردہ شریعت اور فیصلے کی طرف بلائے جاتے ہیں، تو وہ اس طرف آنے سے گریز کرتے ہیں اور صاف پہلوتہی برتتے ہیں۔

☜ **تیسری صفت:** جب انہیں کوئی ایسی مصیبت آ پہنچے، جو ان کے اپنے ہاتھوں ہی کی شامتِ اعمال ہوتی ہے اور اس میں ان کے کرتوتوں کا بھانڈا پھوٹ جانا بھی شامل ہے، تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آ کر اللہ کے نام کی (جھوٹی قسمیں) کھانا شروع کرتے ہیں، ''کہ وہ اس عمل کے ورے صرف اور صرف اچھائی اور صلاح وفلاح کا ارادہ رکھتے تھے۔'' یہ بالکل ایسے ہی ہے، جیسے آج کے دور میں کوئی اسلامی احکام کا انکار کردے اور اسلام کے بالکل مخالف اور متضاد قوانین کے نفاذ کے بعد، انہی اسلام کے معارض ومخالف قوانین کے ساتھ یہ گمان اور دعویٰ کرتے ہوئے فیصلے کرے، کہ ان مروجہ قوانین کے مطابق فیصلے کرنا ہی عصر حاضر کے حالات کا تقاضا اور معاشرے کی صلاح وفلاح کا ضامن ہے۔

☆.....پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان کے (ان جھوٹے) مدعین اور ان مذکورہ صفات سے متصف (منافقین) کو اس بات سے خبردار کیا ہے کہ وہ۔سبحانہ وتعالیٰ۔ان کے دلوں کی باتوں سے بخوبی آگاہ ہے اور منہ سے، جو بولتے ہیں اس کے برخلاف، جو کچھ وہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، اسے بھی وہ خوب جانتا ہے (کہ کہیں یہ لوگ دھوکے میں نہ رہیں).....اور اپنے نبی (ﷺ) کو یہ حکم فرمایا: کہ ان لوگوں کو نصیحت کیجئے اور ان کے دلوں میں اتر جانے والی موثر بات ان سے کہئے..... پھر اللہ جل شانہٗ نے پیغمبروں (علیہم السلام) کو اس دنیا میں بھیجنے کی یہ حکمت ومصلحت بیان فرمائی کہ وہی متبوعین (جن کی پیروی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے) ہستیاں ہیں، ان کے علاوہ لوگوں میں سے کوئی بھی واجب الاطاعت نہیں کہ، جس کی اطاعت واتباع کی جانی چاہئے، خواہ لوگوں میں کتنے ہی مضبوط افکار، بلند کردار اور فہم وفراست میں وسعت رکھنے والے امام اور پیشوا موجود ہوں۔''..... پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے لئے، اپنی اس ربوبیت کی قسم کھائی ہے، جو ربوبیت خاص ترین اَنواع میں سے ہے، اور رحمت عالم ﷺ کی رسالت کی سچائی اور صحت کو شامل ہے..... اللہ جل شانہٗ نے اپنی اس صفتِ ربوبیت کی انتہائی پختہ قسم کھائی (جس سے یہ بات عیاں ہوئی ہے) کہ تین امور پائے جانے کے سوا، کسی کا ایمان صحیح اور مکمل نہ ہوگا:

☜ **پہلا:** کہ ہر جھگڑے اور مقدمے کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں لے جایا جائے۔

☜ **دوسرا:** کہ آپ (ﷺ) کے دیئے ہوئے فیصلے پر شرح صدر ہو، اور اس بارے میں دلوں کے اندر معمولی تنگی یا خلش نہ رہے۔

☜ **تیسرا:** کہ جو حکم آپ (ﷺ) کی عدالت سے صادر ہو، اس کو دل و جان سے قبول کیا جائے اور بغیر کسی ہچکچاہٹ اور انحراف کے اسے من وعن نافذ کر دیا جائے۔

☜ **دوسری قسم:** اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلے نہ کرنے والے دوسری قسم کے لوگوں کی مثالیں اللہ جل شانہٗ کے درج ذیل اِرشادات میں ذکر ہوئی ہیں:

(ا) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۴)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی کافر ہیں۔''

(ب):..... ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۵)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی ظالم ہیں۔''

(ج) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (المائدۃ:۴۷)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی فاسق ہیں۔''

اور یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان آیات میں مذکور تینوں اَوصاف ایک ہی موصوف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(شخص) پر چسپاں ہوتے ہیں؟ مطلب یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ کافر بھی ہے، ظالم بھی ہے اور فاسق بھی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ظلم و فسق کے اوصاف سے بھی موصوف ٹھہرایا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۵۴) ''اور کافر لوگ وہی ظالم ہیں۔'' نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (التوبہ:۸۴)

''بے شک اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے، اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ وہ فاسق تھے۔''

تو اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کی رُو سے ہر کافر، ظالم اور فاسق بھی ہوتا ہے..... یا پھر یہ تینوں اوصاف الگ الگ ان موصوفین (اشخاص) پر، ان کے اللہ جل شانہٗ کے نازل کردہ حکم سے پہلو تہی برتنے اور اس سے اِعراض و انحراف کے حساب سے ان پر چسپاں ہوں گے اور یہی مفہوم میرے نزدیک صحت کے زیادہ قریب ہے۔ (وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَاب) .....لہٰذا

ہم ان آیاتِ کریمہ کے مفہوم کی وضاحت میں کہیں گے کہ جو شخص تو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت کو معمولی سمجھتے ہوئے یا اسے حقیر جانتے ہوئے یا یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ اس کے علاوہ دیگر مروجہ قوانین و دساتیر زیادہ مناسب اور درست ہیں اور اللہ کی مخلوق کے لئے زیادہ فائدہ مند بھی ہیں، اس کے خلاف فیصلہ دے، تو وہ شخص کافر ہے، جس کا کفر اس کو ملت اسلامیہ سے نکال باہر کرے گا اور ایسے ہی لوگوں میں سے وہ (جو اپنے تئیں عہد جدید کے مفکرین، دانشور اور ترقی پسند) بھی ہیں، جو لوگوں کی خاطر شریعتِ اسلامیہ کی تشریعات و تعلیمات کے صریح منافی قوانین وضع کرتے اور خود ساختہ تشریعات کو فروغ دیتے ہیں، تاکہ یہ ایک مستقل ملکی دستور و آئین کی شکل اختیار کرسکیں اور عامۃ الناس کے لئے ان کے مطابق زندگی گزارنا آسان اور ممکن ہوسکے اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ شریعت طاہرہ کے صریح مخالف ان تشریعات (اور آئینی شقوں) کو یہ اعتقاد رکھتے ہوئے محض اس لئے وضع کرتے ہیں، کہ یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوق کے حق میں زیادہ باعث صلاح وفلاح اور منفعت بخش ہیں۔

☆......اور یہ بات عقلی ضرورت اور انسان کے جبلی اور فطری تقاضوں کے اعتبار سے بھی معلوم شدہ ہے کہ وہ ایک راستے کو چھوڑ کر اس کے مخالف کسی بھی دوسرے راستے کو اس وقت تک نہیں پکڑتا، جب تک وہ یہ اچھی طرح سے نہ سمجھ لے کہ جس راستے کو اس نے اختیار کیا ہے وہ اس پہلے راستے کی نسبت، جس کو اس نے ترک کیا ہے، زیادہ بہتر بھی ہے اور فائدہ مند بھی۔ (لہٰذا ایسا اعتقاد رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف فیصلے کرنا اور یہ گمان رکھنا کہ یہ جدید اور اختراعی نظام، شریعت اسلامی کے لائے ہوئے نظام سے زیادہ پائیدار، بہتر اور منفعت بخش ہے، تو ایسا اعتقاد اور گمان رکھنے والا شخص بلاشک وشبہ کافر ہے۔(اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی 'شریعت طاہرہ' کے مطابق فیصلہ نہ کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو کم تر اور حقیر بھی نہ سمجھتا ہو اور نہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ان کے علاوہ دیگر نظام و احکام ان شرعی وسماوی احکام سے زیادہ بہتر اور پائیدار ہیں، تو ایسا شخص کافر تو نہیں، ظالم ہے، اور ظلم کے بھی کئی ایک مراتب ہیں، لہٰذا اس شخص کے ظلم کا درجہ اس 'محکوم بہٖ' (جس چیز کے ذریعے حکم لگایا گیا ہو) اور 'وسائل حکم' (کہ حکم لگانے کے لئے کون سے وسائل اور ذرائع اختیار کئے گئے ہیں) کے مطابق متعین کیا جائے گا (کہ اس نے فیصلہ کیسا دیا ہے اور فیصلہ دینے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا ہے اور کس چیز سے رہنمائی لی ہے؟)

اور وہ شخص، جس نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے 'حکم' کے مطابق فیصلہ نہ کیا ہو، نہ اس کو معمولی گردانتے ہوئے، نہ ہی حقیر اور کم تر سمجھتے ہوئے اور نہ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ اس کے مقابلے میں دیگر وضعی و اختراعی احکام زیادہ درست اور مخلوق کے لئے زیادہ نفع بخش ہیں، بلکہ اس نے یہ فیصلہ محض کسی ظالم و جابر حاکم وغیرہ کے دباؤ میں آکر یا پھر کسی دنیوی فائدے (رشوت وغیرہ) کے حصول کے لئے دیا ہو، تو ایسا شخص بھی کافر نہیں، فاسق (اللہ تعالیٰ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اطاعت سے نکل جانے والا) ہے اور 'ظلم' کی طرح 'فسق' کے بھی درجات ہیں اور یہ شخص 'فسق' کے کون سے درجہ پر ہے؟ تو اس کا تعین اس معاملے کی جانچ پرکھ سے ہوگا کہ اس نے کیسا فیصلہ دیا اور یہ فیصلہ کرنے کے لئے اس نے کون سے ذرائع و وسائل اختیار کئے؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رَحِمَہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جو اپنے احبار (مذہبی پیشواؤں) اور رہبان (روحانی رہنماؤں) کو اللہ تعالیٰ کے سوا 'ارباب' پکڑ لیتے ہیں، دو قسم کے حکم لگائے ہیں:

ان میں سے ایک تو وہ لوگ ہیں: جو یہ اچھی طرح جان لیں کہ ان کے مذہبی پیشواؤں اور روحانی رہنماؤں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدل کر رکھ دیا ہے اور اس تبدیلی کا علم رکھنے کے باوجود وہ اپنے ان مشائخ کی پیروی میں اندھے ہو کر اور یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو بھی حرام قرار دیا ہے، ان کی اتباع کرتے ہیں .....تو یہ کفر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے 'شرک' قرار دیا ہے۔ (والعیاذ باللہ من ذلک)

اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں: جو اپنے مذہبی پیشواؤں اور روحانی رہنماؤں کے حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام قرار دینے پر ایمان و اعتقاد تو رکھتے ہیں۔'' یہ عبارت اسی طرح سے ہی شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے منقول ہے۔'' مگر اُن کی یہ اطاعت اللہ تعالیٰ کی معصیت میں ایسے ہی ہے، جیسے عام حالات میں ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا یہ اعتقاد رکھتے ہوئے مرتکب ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، تو ایسے لوگوں کا حکم اپنے جیسے گناہ گاروں کا سا حکم ہے۔

☆.....اور یہاں عام تشریعی مسائل اور اُس معین (خاص) مسئلہ میں فرق ہے، جس میں قاضی (جج وغیرہ) اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرتا ہے، کیونکہ وہ مسائل جو 'عام تشریعی' مسائل کہلاتے ہیں وہ گذشتہ تقسیم کی ذیل میں قطعاً نہیں آتے، یہ صرف پہلی قسم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حکم کے تحت آتے ہیں (جن کا حکم کفر کا ہے۔ (وَالْعِیاذُ بِاللّٰہ!) اس لئے کہ ان عام تشریعی مسائل میں اسلامی اَحکام کے مخالف فیصلہ دینے والا، (اپنی شریعت سازی میں) صرف اسلام کی مخالفت نہیں کرتا، بلکہ وہ ان فیصلوں کو شرعی حیثیت، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے دیتا ہے کہ یہ اسلام (یعنی اللہ کی طرف سے نازل کردہ احکامات) کی نسبت زیادہ باعثِ صلاح وفلاح اور بندوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہیں، جیسا کہ قبل ازیں اس بات کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔

☆.....اور یہ مسئلہ (اس سے میری مراد اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف فیصلہ دینے اور ایسا فیصلہ دینے والے شخص کے بارے میں شرعی حکم کا مسئلہ ہے) ان بڑے مسائل میں سے ایک ہے، جن کے بارے میں موجودہ دور کے حکام اور ملکوں کے سربراہان کڑے امتحان سے گزر رہے ہیں، تو ایسی صورت حال میں ایک حقیقت پسند اور زیرک شخص پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ ان پر ایسا حکم لگانے میں کبھی جلدی نہ کرے، جس حکم کے وہ حقیقت میں مستحق نہ ہوں، یہاں تک کہ اس پر حق بات واضح ہوجائے، اس لئے کہ یہ معاملہ بڑا خطرناک ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعاء کرتے ہیں کہ وہ اہل اسلام کے حق میں ان کے تمام حکام اور سربراہان کی اصلاح فرمادے!۔ آمین

☆.....اسی طرح اُس شخص پر، جسے اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت سے نوازا ہے، یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان حکام کے سامنے اصل مسئلہ کھول کر بیان کرے، تاکہ ان پر (ان کے رب کے حضور اور پھر رعایا کے ہاں) حجت قائم ہو اور اس طرح سے اصل اور صحیح راستہ ان کے لئے وا ہوجائے اور ان کے لئے دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں کوئی راہِ فرار بھی باقی نہ رہے، پھر اس حق کی وضاحت کے بعد، جو ہلاکت اور تباہی کے کھڈ میں گرنا چاہتا ہو، وہ کسی دلیل پر (عَلٰی وَجْہِ الْبَصِیرَۃ) ہلاک ہو اور جو سعادت مندی کی زندگی گزارنے کے لئے زندہ رہنا چاہے، تو وہ بھی کسی دلیل پر پورے اطمینان اور وثوق کے ساتھ زندگی گزارے، لہٰذا وہ صاحبِ علم (داعی)، حق کے بیان میں کسی 'کسرِ نفسی' کا شکار نہ ہو، اور نہ اس بارے میں وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کسی سے ڈر محسوس کرے، اس لئے کہ عزت و وقار (سارے کا سارا) اللہ جل شانہٗ کے لئے، اور پھر اس کے رسول ﷺ کے لئے اور پھر تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔''

وَالدَّلِيلُ ⑲ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ⑳ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ ㉑ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ㉒﴾ (البقرۃ:۲۵۶) وَهٰذَا مَعْنَى لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي الْحَدِيثِ:(۷۴) «رَأْسُ الأَمْرِ الإِسْلَامُ ㉓ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ ㉔ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ» ㉕

''اور اس بات کی دلیل اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے: ''دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، کیونکہ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، تو (اب) جو شخص 'طاغوت' کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (تعالیٰ) سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' اور یہی لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ (کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کا صحیح معنی و مفہوم ہے۔ اور حدیث شریف میں رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اس دین کی اصل (بنیاد) اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے، اور اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ کی راہ میں 'جہاد' ہے۔''

▣ ⑲ مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے اور 'طاغوت' سے انکار کے وجوب پر بڑی واضح دلیل اللہ جل مجدہ کا یہ ارشاد ہے: ﴿لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ......﴾

▣ ⑳ یعنی دین کے روزِ روشن کی طرح واضح ہونے اور اس کے ظاہر و باہر (روشن) دلائل کی موجودگی کی بناء پر اب اس کو منوانے اور قبول کروانے میں کسی پر کوئی جبر اور زبردستی نہیں، اسی لئے اللہ جل جلالہ نے بعد میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ﴿قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ ''کہ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔''

تو جب ہدایت اور حق بات، سرکشی اور گمراہی سے واضح ہو چکی، تو اب ہر تندرست اور توانا (یعنی زیرک اور عقلمند) شخص پر لازم ہے کہ وہ سرکشی و گمراہی کے بجائے ہدایت اور سچائی کا دامن پکڑے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◙ (۴۱) آیتِ کریمہ میں، اللہ جل شانہٗ نے ''اللہ تعالیٰ پر ایمان سے قبل، طاغوت سے کفر'' کے ساتھ آغاز فرمایا ہے۔ اس لئے قاعدہ ہے کہ کسی چیز کے وجود کے اِثبات سے پہلے اس کے موانع کا سدِ باب، اس ثابت کی جانے والی چیز کے کمال کی دلیل ہے۔ اور اسی بناء پر یہ بھی کہا جاتا ہے: "التَّخْلِيَةُ قَبْلَ التَّحْلِيَةِ" کہ برتن میں کوئی چیز ڈالنے سے پہلے برتن کو خالی کرنا ضروری ہے۔''

◙ (۴۲) آیتِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے پورے طور پر ایک مضبوط چیز کو تھام لیا، اور آیت میں ﴿الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى﴾ سے مراد 'دینِ اسلام' ہے۔ آپ ذرا آیت کریمہ کے ان الفاظ پر غور کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ﴾ اور یہ نہیں فرمایا: (فَقَدْ تَمَسَّكَ) کیونکہ لفظ (الْاِسْتِمْسَاك) معنی کی ادائیگی کے اعتبار سے (التَّمَسُّك) کی نسبت زیادہ قوت رکھتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ انسان بسا اوقات کسی چیز کے ساتھ (تَمَسُّك) تو رکھتا ہے، (اسْتِمْسَاك) نہیں، (اور جو (اسْتِمْسَاك) رکھتا ہے، وہ (تَمَسُّك) ضرور رکھے گا۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

◙ (۴۳) شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ نے اس مذکورہ حدیث شریف سے اس بات پر دلیل لینی چاہی ہے کہ ہر چیز کی ایک چوٹی (سر اور اصل) ہوتی ہے، اور دین کی اصل چیز، جسے حضرت محمد ﷺ لائے ہیں وہ 'اسلام' ہے۔

◙ (۴۴) **عَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ:** اور اس 'دین' کا ستون 'نماز' ہے، اس لئے کہ دین، اسے قائم کئے بغیر خود قائم نہیں رہ سکتا اور اسی بناء پر راجح قول کے مطابق نماز کا تارک 'کافر' ہے، اور بے نماز کا 'اسلام' باقی نہیں رہتا۔

◙ (۴۵) **وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ ...... الخ** یعنی 'دینِ اسلام' کا اعلیٰ ترین اور کامل ترین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں 'جہاد' ہے، اور یہ اس لئے کہ جب انسان اپنے آپ کی اصلاح کر لیتا ہے تو وہ دوسرے کی اصلاح کا بیڑہ (ذمہ) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد (غایت درجے کی محنت وکوشش)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے اُٹھاتا ہے، تاکہ وہ 'اقامت دین' کا فریضہ ادا کر سکے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی دھرتی پر اللہ تعالیٰ کا نام سر بلند ہو جائے۔ تو جو شخص کفار سے محض اس غرض سے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ (اور اس کا دین) سر بلند ہو تو وہ حقیقت میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، نیز اس نے اپنے اس مبارک عمل کی وجہ سے، اسلام کا اعلیٰ، بلند ترین مجاہد اور سپوت ہونے کا اعزاز بھی پالیا، اس لئے کہ کفر پر اسلام کی عظمت وسطوت اور برتری اسی عظیم مجاہد کے سبب ہوئی۔

وَاللهُ أَعْلَمُ، وَصَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ ⁽⁴⁹⁾

''اور ہر بات کی حقیقت اللہ خوب جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر اور آپؐ کی آل پر (پورے خاندان پر جو آپؐ پر ایمان لائے) اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر۔''

▣ ⁽⁴⁹⁾ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ! نے اپنے اس رسالہ کا اختتام حقیقی علم کو اللہ جل شانہٗ کی طرف لوٹاتے ہوئے اور اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود وسلام بھیجتے ہوئے کیا ہے، اور اسی بابرکت اختتام کے ساتھ یہ مفید علمی کاوش "الْأُصُولُ الثَّلَاثَةُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا" کہ دین کے تین اصول اور ان سے متعلقہ مسائل' پایۂ تکمیل کو پہنچی، ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سراپا ملتجی ہیں کہ وہ اس 'رسالہ' کے مؤلف رَحِمَہُ اللہ! کو بہتر اجر وثواب سے نوازے، اور ہمیں بھی اس وافر اجر وثواب سے بڑا حصہ مرحمت فرمائے! اور ہمیں اور مؤلف رحمہ اللہ کو اپنے عزت کے گھر (جنت الفردوس) میں ایک جگہ جمع فرمائے، بے شک وہ بڑا صاحبِ جود وسخا اور کریم ذات ہے۔

والحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم
على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
WWW-KITABOSUNNAT-COM

# حوالہ جات

(۱) امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو، کتاب 'الجامع الصغیر' کے جلد۴، صفحہ۱۴۷ پر 'الرہاویؒ' کی طرف منسوب کیا ہے اور خطیب بغدادیؒ نے 'الجامع' کے جلد۲، صفحہ ۶۹ پر اسے نکالا ہے، نیز یہ حدیث بہت سے طرق (اَسانید) اور متعدد الفاظ سے نکالی گئی ہے، اور جب ہمارے استاذ محترم علامہ محمد العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس حدیث کی (حقیقت اور اصل کی) بابت پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا، ''اس حدیث کی صحت کے بارے میں اہل علمؒ نے اختلاف کیا ہے، جن میں سے بعض اہل علمؒ جیسے امام نووی رحمہ اللہ ہیں، ان کو صحیح اور قابل احتجاج جانا ہے، جبکہ اہل علم میں سے دیگر نے اسے 'ضعیف' قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود اس حدیث کو علمائے کرام رحمہم اللہ نے اسے قبول کیا ہے، اور اسے اپنی کتابوں (کے خاص طور پر آغاز) میں رقم کیا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ اس حدیث کی کوئی اصل ہے)

یہاں، ہمارے اُستاذ مکرم رحمہ اللہ کی کتاب (العِلم) کا اختتام ہوا، اللہ جل شانہٗ، اس کی نشر واشاعت آسان فرمائے، آمین!

(۲) صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب دعاء النبیﷺ إلی السلام والنبوۃ..... ''صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہؓ، باب: فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب العلم، باب: مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْسَيِّئَةً

(۴) صحیح مسلم کتاب الإمارة، باب: فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره

(۵) صحیح بخاری، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين..... 'صحیح مسلم' کتاب الجہاد، باب: غزوۃ اُحد

(۶) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۂ طور کے تحت۔

(۷) صحیح بخاری، کتاب القدر..... صحیح مسلم، کتاب القدر

(۸) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب: الاقتداء بسنن رسول اللهﷺ

(۹) اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی 'صحیح' کے، کتاب العلم اور باب مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لَّا يَفْهَمُوْا میں اور امام مسلمؒ نے اپنی 'صحیح' کے کتاب الایمان اور باب: مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۱۰) اسے امام بخاریؒ نے 'کتاب التوحید' باب: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ......الاية اور امام مسلمؒ نے 'کتاب الایمان'، باب: کون الشرك أقبح الذنوب میں روایت کیا ہے۔

(۱۱) اسے امام مسلم نے 'کتاب الایمان'، باب: من مات لا یشرك بالله شیئا دخل الجنة میں روایت کیا ہے۔

(۱۲) اسے امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں، سورۃ البقرہ کی اس آیت ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا...﴾ کے تحت ذکر کیا ہے۔

(۱۳) اسے امام مسلمؒ نے 'کتاب الایمان' باب بیان ارکان الایمان والاسلام میں نکالا ہے۔

(۱۴) حدیث جبریلؑ کی تخریج قبل ازیں گزر چکی ہے، مزید دیکھئے: ہمارے فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی 'شرح الحدیث فی مجموع الفتاوی والرسائل'، جلد۳، صفحہ۱۴۵۔

(۱۵) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو 'کتاب الدعوات'، باب فضل الدعاء میں نکالا ہے اور کہا ہے کہ اس طریق سے یہ 'حدیث غریب' ہے۔ (عام محدثین کے نزدیک یہ حدیث 'ضعیف' ہے۔ (واللہ اعلم) مترجم

(۱۶) اسے امام احمدؒ نے اپنی مسند میں نکالا ہے، دیکھئے ج۱، ص۲۹۳...... اور ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے اپنی جامع ترمذی میں ج۴، ص۵۷۵۔

(۱۷) اس حدیث کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۱۸) اسے امام مسلمؒ نے اپنی 'صحیح' میں کتاب الذکر والدعاء اور باب التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ میں نکالا ہے۔

(۱۹) اسے امام احمدؒ نے اپنی 'المسند' میں (ج۲ ص۲۵) اور امام نسائی نے (ج۸ ص۶۷۷) پر اپنی 'سنن' میں نکالا ہے۔

(۲۰) اسے امام احمدؒ نے اپنی 'المسند' میں (ج۴ ص۲۱۷) پر نکالا ہے اور 'سنن ابی داود' حدیث نمبر ۳۸۹۱ اور 'سنن ابن ماجہ' حدیث نمبر ۲۵۲۲

(۲۱) اسے امام مسلمؒ نے کتاب الصلاۃ اور باب: مایقال فی الرکوع والسجود میں نکالا ہے۔

(۲۲) اسے امام بخاریؒ نے کتاب الاعتصام اور باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ میں نکالا ہے۔

(۲۳) اسے امام بخاریؒ نے 'کتاب الفتن'، باب: تکون الفتنة القاعد فیها ...... الخ اور امام مسلمؒ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الفتن، باب نزول الفتن کمواقع القطر میں نکالا ہے۔

(۲۴) اسے امام مسلمؒ نے کتاب الحدود، باب: قطع السارق الشریف وغیرہ میں روایت کیا ہے۔

(۲۵) اسے امام مسلمؒ نے کتاب الفتن، باب: الخسف بالجیش الذی یؤم البیت میں نکالا ہے۔

(۲۶) اسے امام مسلمؒ نے کتاب الجهاد، باب: الامداد بالملئکة فی غزوة بدر میں نکالا ہے۔

(۲۷) اس حدیث کو امام مسلم نے 'کتاب الاضاحی'، باب تحریم الذبح لغیر الله تعالیٰ ولعن فاعله میں نکالا ہے۔

(۲۸) امام بخاریؒ نے اس کو کتاب الأدب: باب: من کان یومن بالله والیوم الآخر فلا یوذ جاره اور امام مسلمؒ نے کتاب اللقطة، باب: الضیافة میں نکالا ہے۔

(۲۹) امام بخاریؒ نے اس کو کتاب البیوع، باب: ماجاء فی قوله تعالی: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ﴾ اور امام مسلمؒ نے کتاب النکاح، باب: الصداق وجواز کو نه تعلیم القرآن..... الخ میں نکالا ہے۔

(۳۰) اسے امام بخاریؒ نے کتاب القدر، باب: إلقاء العبد النذر إلی القدر میں اور امام مسلمؒ نے کتاب النذر، باب: النهی عن النذر.....الخ میں نکالا ہے۔

(۳۱) اسے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك وفی معصیة، میں روایت کیا ہے۔

(۳۲) اس حدیث کی تخریج قبل ازیں گزر چکی ہے۔

(۳۳) اسے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان، باب: قول النبی (بنی الاسلام علی خمس ..... الخ) میں اور امام مسلمؒ نے کتاب الایمان، باب: بیان أرکان الإسلام..... الخ، میں روایت کیا ہے۔

(۳۴) اس حدیث کو امام بخاریؒ نے کتاب الصوم، باب: من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم، میں نکالا ہے۔

(۳۵) اسے امام ترمذیؒ نے، کتاب الإیمان، باب: ماجآء فیمن ترك الصلاة، میں نکالا ہے۔

(۳۶) اس حدیث کی تخریج قبل ازیں گزر چکی ہے۔

(۳۷) اس حدیث کو امام بخاریؒ نے: کتاب الجنائز، باب: إذا أسلم الصبی...الخ اور امام مسلمؒ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتاب القدر ، باب:مامن مولود یولد الا ...الخ میں نکالا ہے۔

(۳۸)امام بخاری نے کتاب التفسیر،سورۃ الطّور ج۴رص ۱۸۳۹پر نکالا ہے۔

(۳۹)اسے امام بخاریؒ نے کتاب الجمعة ، باب:رفع الیدین فی الدعاء، میں اور امام مسلمؒ نے کتاب الاستسقاء ، باب:الدعآء فی الاستسقاء میں نکالا ہے۔

(۴۰)اس حدیث کو امام بخاریؒ نے کتاب بدء الخلق ، باب ذکر الملئکة میں اور امام مسلمؒ نے: کتاب الإیمان ، باب:الإسراء برسول اللہ ﷺ میں نکالا ہے۔

(۴۱) صحیح بخاری کتاب بدء الخلق ، حدیث نمبر۳۲۳۲،۳۲۳۳

(۴۲)اس حدیث کی تخریج قبل ازیں گزر چکی ہے۔

(۴۳)اسے امام بخاریؒ نے : کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملئکة میں اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں، کتاب البر و الصلة اور باب:إذا أحب اللہ عبدا حببه إلى عباده' میں نکالا ہے۔

(۴۴)اسے امام بخاریؒ نے کتاب الجمعة باب:الاستماع إلى الخطبة میں اور امام مسلمؒ نے کتاب الجمعة اور باب:فضل التهجیر یوم الجمعة میں نکالا ہے۔

(۴۵)اسے امام بخاریؒ نے کتاب التوحید ، باب:کلام اللہ مع الانبیاء یوم القیامة ، میں،اور امام مسلمؒ نے کتاب الإیمان ، باب:أدنى أهل الجنة منزلاً، میں نکالا ہے۔

(۴۶)اسے امام بخاریؒ نے کتاب القبلة ، باب:التوجه نحو القبلة حیث کان میں،اور امام مسلمؒ نے کتاب المساجد ، باب:السهو فی الصلاة والسجود له ، میں نکالا ہے۔

(۴۷)اسے امام بخاریؒ نے کتاب الرقاق ، باب:کیف الحشر میں،اور امام مسلمؒ نے کتاب الجنة ، باب:الدنیا وبیان المحشر یوم القیامة میں نکالا ہے۔

(۴۸)اسے امام بخاریؒ نے کتاب المظالم ، باب: قوله تعالىٰ: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾ میں،اور امام مسلمؒ نے کتاب التوبة ، باب:قبول توبة القاتل...الخ میں نکالا ہے۔

(۴۹)اسے امام بخاریؒ نے کتاب الرقاق ، باب:من هم بحسنة أو سیئة میں،اور امام مسلمؒ نے کتاب الإیمان ، باب:الإسراء بالنبی إلى السموات میں نکالا ہے۔

(۵۰)اس حدیث کو امام مسلمؒ نے کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها ، باب:عرض مقعد المیت من الجنة أو النار علیه میں روایت کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۵۱) اسے امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ج۴، ص۲۸۷ پر، امام ابوداودؒ نے کتاب السنة، باب: المسألة فی عذاب القبر، میں، ہیثمی نے مجمع الزوائد ج۳ ص۴۹، ۵۰ اور ابونعیمؒ نے الحلیة ج۸، ص۱۰ پر، اور ابن ابی شیبہؒ نے المصنف میں ج۳، ص۳۷۴ پر، اور لآجریؒ نے الشریعة میں ص۳۲۷ پر، اور ہیثمی کہتے ہیں: کہ اسے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ صحیح کے راوی ہیں۔

(۵۲) ص۱۰۳ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۵۳) اسے امام بخاریؒ نے کتاب الوضوء، باب: من الکبائر أن لا یستبرأ من بولہ اور اسے امام مسلمؒ نے کتاب الطهارة، باب: الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاسبراء منه میں روایت کیا ہے۔

(۵۴) اسے امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں کتاب القدر، باب: ذکر حجاج آدم وموسی علیهما السلام میں روایت کیا ہے۔

(۵۵) سورۃ اللیل نیز اسے امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے۔

(۵۶) اسے امام مسلمؒ نے کتاب القدر، باب: کیفیة خلق الآدمی میں روایت کیا ہے۔

(۵۷) اسے امام مسلمؒ نے، کتاب الزهد والرقائق، باب: المؤمن امره کله خیر میں روایت کیا ہے۔

(۵۸) اسے امام بخاریؒ نے کتاب الجهاد، باب: فضل من حمل متاع صاحبه اور امام مسلمؒ نے کتاب الزکاة، باب: بیان أن اسم الصدقة یقع فی کل نوع من المعروف میں نکالا ہے۔

(۵۹) اس روایت کو امام مسلم نے کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام میں روایت کیا ہے اور غالبا اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ مجموع الفتاوی والرسائل ۳/۱۴۳ میں بھی ہم نے اس کی شرح کی ہے۔

(۶۰) اس حدیث کو امام بخاریؒ نے، کتاب بدء الخلق، باب: ذکر الملئکة، میں اور امام مسلمؒ نے کتاب الإیمان: باب: الإسراء برسول اللہ ﷺ وفرض الصلوات میں نکالا ہے۔

(۶۱) اس حدیث کو امام بخاریؒ نے کتاب فضائل الصحابة، باب: مناقب المهاجرین وفضلهم میں اور امام مسلمؒ نے کتاب فضائل الصحابہ، باب: فضائل أبی بکر الصدیق میں نکالا ہے۔

(۶۲) اس حدیث کو امام ابوداود نے کتاب الجهاد، باب: فی الهجرة هل انقطعت میں اور امام احمدؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے المسند ج۱ص۱۹۲، میں اور امام الدارمیؒ نے سنن الدارمی کتاب السیر، باب: أن الهجرة لا تنقطع میں اور امام الہیثمیؒ نے مجمع الزوائد ج۵ص۲۵۰ میں نکالا ہے اور کہا ہے: کہ امام ابوداودؒ اور امام نسائیؒ نے حضرت معاویہؓ کی حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے، اور امام احمدؒ اور الطبرانیؒ نے الأوسط اور الصغیر میں، اس حدیث کو ابن السعدی کے علاوہ، طریق سے روایت کیا ہے، اور اس حدیث کے سلسلے میں امام احمدؒ کے راوی ثقہ ہیں۔''

(۶۳) اسے امام بخاریؒ نے کتاب الأدب، باب: علامة حب الله عزوجل، میں، اور امام مسلمؒ نے کتاب الصلة اور باب: المرء مع من أحب میں روایت کیا ہے۔

(۶۴) اس کو امام بخاریؒ نے کتاب الأنبياء، باب: ما ذكر عن بنى إسرائيل میں روایت کیا ہے۔

(۶۵) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوة الأحزاب

(۶۶) اس حدیث کو امام ابوداودؒ نے کتاب الجهاد، باب: الاقامة بأرض المشركين میں روایت کیا ہے۔

(۶۷) اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے کتاب الجهاد، باب: النهى عن قتل من اعتصم بالسجود میں، اور امام ترمذیؒ نے کتاب السیر، باب: ماجآء فى كراهية المقام بين أظهر المشركين میں نکالا ہے۔

(۶۸) اسے امام بخاریؒ نے، کتاب المساجد، باب: الخوخة والممر فى المسجد میں نکالا ہے۔

(۶۹) اسے بھی امام بخاریؒ نے کتاب المغازی، باب: مرض النبیﷺ ووفاته میں نکالا ہے۔

(۷۰) اسے امام احمدؒ نے اپنی 'مسند' ج۵، ص۱۶۳، پر نکالا ہے۔

(۷۱) اسے امام مسلمؒ نے کتاب الطهارة، باب: الاستطابة میں نکالا ہے۔

(۷۲) اسے امام بخاریؒ نے کتاب التوحيد، باب: كلام الله مع الأنبياء يوم القيامة میں اور امام مسلمؒ نے کتاب الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلةً میں اسے روایت کیا ہے۔

(۷۳) اسے امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے روایت کیا اور 'حسن' قرار دیا ہے، دیکھئے کتاب التفسير، سورة التوبہ ج۵، ص۲۶۲

(۷۴) مسند احمد ج۵/۲۳۱، جامع ترمذی ج۵ص۱۳، نمبر۲۶۱۶، سنن ابن ماجہ ج۲ص۱۳۹۴، نمبر۳۹۷۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت کے روشن مستقبل کو بیدار ذہن
اور جدید علوم سے بہرہ ور مسلمان کی
ضرورت ہے!

اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ کا تعلیمی منصوبہ

## ابن خلدون

# نسیم نثار سکول

لاہور بورڈ سے الحاق شدہ

- پلے گروپ تا میٹرک / او لیول سائنس
- انگریزی بول چال اور کریئیٹو رائٹنگ کا ماحول
- اسلامی ماحول، نماز باجماعت
- پرائمری تک دو پاروں کا حفظ

بہترین تعلیم
اعلیٰ انتظام
مثالی سہولیات

کمپیوٹر لیب ✿ سائنس لیب ✿ لائبریری ✿ مسجد ✿ ڈسپنسری

550 ڈی ون ٹاؤن شپ لاہور فون: 5116118 موبائل: 0322-4468539

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ